رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی ازدواجی زندگی

غیر مسلم حلقوں کے اعتراضات وشبہات کا علمی اور تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی

غیر مسلم حلقوں کے اعتراضات وشبہات کا علمی اور تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

پیش لفظ

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی صاحب مدظلہم

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی

طباعت : ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء شکیل پریس کراچی۔

ضخامت : ۲۳۲ صفحات

ملنے کے پتے

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور
ادارۂ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

ورفعنا لك ذكرك

١٣٩٧ھ

فہرستِ مضامین

صفحہ نمبر

انتساب

باعثِ تخلیقِ کائنات، فخرِ موجودات، سرورِ کائنات، سیّدِ عرب وعجم، نورِ مجسّم، شاہِ اُمَم، منبرِ جُودوکرم، تاج دارِ حرم، سرورِ عالم، رہبرِ اعظم، ہادیِ عالم، حضرت محمد ﷺ کی ازواجِ مطہّراتؓ کے نام ؛

قرآن نے جنہیں ''ازواجُ النّبیؐ'' اور ''اُمّہات المومنینؓ'' کے لقب سے سرفراز کر کے ان کی عظمت پر مہرِ تصدیق ثبت کی

کائنات میں جنہوں نے نورِ ہدایت کو عام کرنے، سیرتِ طیّبہ کو محفوظ کرنے اور قرآن وسنّت کی ترویج واشاعت میں ہمہ گیر اور ناقابلِ فراموش کردار ادا کیا۔

﴿ رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ ﴾

حُسن و جمال اور خصائلِ حمیدہ کے پیکر ﷺ

(نعتِ پیمبرؐ)

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ

اے اللہ کے محبوبؐ! میری آنکھ نے آج تک
آپؐ سے زیادہ حسین نہ دیکھا ہے (نہ دیکھے گی)

وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

اور کسی عورت نے آپؐ سے زیادہ جمیل بچہ پیدا نہیں کیا

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ

آپؐ کو ہر عیب سے پاک اور مبرّا پیدا کیا گیا ہے

کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

گویا آپؐ کو خود آپؐ کی منشاء کے مطابق پیدا کیا گیا ہے

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا رَّءُوْفًا

اے رسولِ خدا کے دشمن! تو نے برائی کی ہے، کس کی؟
محمد ﷺ کی، جو سرتاپا کرم اور نوازش ہیں

رَسُوْلَ اللّٰہِ شِیْمَتُہُ الْوَفَاءُ

جس نے ہر ایک پر مہربانی کی ہے، جو اللہ کا رسول ہے،
اور جس کی عادت پاک ہی وفا کرنے کی ہے

رَجَوْتُکَ یَابْنَ اٰمِنَۃَ لِاَنِّیْ

اے آمنہ کے لال، میں نے تیری تمنا کی ہے،

مُحِبٌّ وَالْمُحِبُّ لَہُ الرَّجَاءُ

میں محبت کرنے والا ہوں اور ہر محبت
کرنے والے کی ایک تمنا ہوتی ہے۔

شاعر دربارِ نبویؐ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

ازواجِ پیمبرؐ، امّہات المومنینؓ

خوشا اے دیدۂ بینا خوشا اے تابِ گویائی
قدم چومے ہیں ان حجروں نے ازواجِ پیمبر ﷺ کے
وہ ازواجِ پیمبر، وہ مقدس مائیں امّت کی
ملی ہے سرفرازی ان کو جو نبویؐ تکلم سے
رہے ہیں جلوہ گر برسوں شہِ دنیا و دیںؐ ان میں
سلامِ بے نہایت ان مبارک آستانوں پرؓ
یہ وہ در ہیں جہاں خم ہیں جبینیں علم وعرفاں کی
یہ کاشانے بظاہر بے نیازِ زیب وزینت ہیں
یہیں سب سے ہوا پہلے نفاذ آئینِ فطرت کا
یہاں ہر صبح گویا ہے، یہاں ہر شام بینا ہے
یہاں دیکھا ہے چشمِ آسماں نے حلمِ یعقوبی
یہاں تقدیس کے جلووں سے ہوتی ہے ضیا شب میں
یہاں فرطِ ادب سے بجلیوں کی سانس رکتی ہے
یہاں ذرّے ہیں رخشندہ مہ و خورشید بنتے ہیں
یہاں اکرام کی ہیبت ابھی تک پائی جاتی ہے

مری قسمت مجھے جنّت کے دروازوں پہ لے آئی
یہ گہوارے ہیں جنّت کے یہ سرچشمے ہیں کوثر کے
خدا نے جن کو عظمت دی، خدا نے جن کو عزّت دی
کہیں بڑھ کر ہیں یہ مسکن مہ وخورشید وانجم سے
فلک سے بارہا اترے ہیں جبریلِ امینؑ ان میں
فرشتے بھی ادب کرتے ہیں ان کا آسمانوں پر
یہاں دیتی ہیں بوسے عظمتیں تاریخِ انساں کی
مگر از سر تاپا گنجینۂ ایمان وحکمت ہیں
یہیں سے سلسلہ پھیلا جہاں میں دینِ فطرت کا
یہاں اک اک شے رشکِ فروغ طورِ سینا ہے
جمالِ یوسفی، عزمِ کلیمی، صبرِ ایوبی
یہاں دربانیاں کرتی ہے حوروں کی حیا شب میں
یہاں سقفِ فلک محراب بنتی اور جھکتی ہے
یہاں فطرت کی سرگوشی درو دیوار سنتے ہیں
نگاہیں اٹھ نہیں سکتیں، زباں تھرائی جاتی ہے

محمد عبداللہ مضطر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی
(فاضل دار العلوم دیوبند، تلمیذ مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ)
ایم اے، ایم ایل ایس، پی ایچ ڈی
نگرانِ تحقیق و تالیف شعبہ تخصص فی الحدیث النبویؐ
جامعہ علوم اسلامیہ کراچی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، وبعد:

''رسولِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی'' ڈاکٹر حافظ محمد ثانی سلّمہٗ کی سیرتِ طیّبہ پر اپنے موضوع کے حوالے سے اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی یہ کرم نوازی ہے کہ اس نے انہیں محبوبِ دو عالم، سیّدِ عرب و عجم، ہادیِ اعظم، حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیّبہ کے گوناگوں پہلوؤں پر کتابیں اور حیاتِ طیّبہ کے ہمہ جہت موضوعات پر علمی مقالات لکھنے کی سعادت بخشی، سیرت نگاری کے باب میں اس سے قبل ان کی اور بھی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں ''تجلّیاتِ سیرتؐ'' جس کے تادمِ تحریر تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور ''محسنِ انسانیتؐ اور انسانی حقوق'' کا انگریزی ترجمہ نومسلم جرمن خاتون (Zahra Bainther) نے "The Greatest Benefactor of Mankind and Human Rights" کے نام سے کیا اور دارالاشاعت کراچی کے مدیر و ناشر جناب خلیل اشرف عثمانی نے اسے شائع کیا، یہ اپنے موضوع پر اہمیت کی حامل ہیں۔

''رسولِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی'' میں مؤلف نے رسولِ اکرم ﷺ کی متعدد ازواجِ مطہراتؓ کے آپؐ کے نکاح میں آنے کی وجوہ و اسباب پر روشنی ڈالی ہے اور حقائق کو

اجاگر کیا ہے، ان کے نتائج وثمرات کی وضاحت کی ہے۔ ازواج مطہراتؓ کے مختصر سوانحی حالات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بعض امّہات المومنینؓ کی سیرت کے علمی ومجتہدانہ مقام ومرتبے، ان کے تلامذہ، خدمات اور قرآن وسنّت کی ترویج واشاعت میں ان کے کردار وخدمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ علمی وتحقیقی اسلوب اختیار کرتے ہوئے حواشی وحوالہ جات مستند اور بنیادی مآخذ سے ذکر کیے ہیں، جن سے کتاب کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔ مستشرقین اور دیگر غیر مسلم حلقوں کے رسولِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی پر اعتراضات وشبہات کے ازالے کے لیے مدلّل انداز میں بحث کرتے ہوئے تقابلی اور تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی کے موضوع پر مستشرقین کے اعتراف وبیانات کی روشنی میں مدلّل اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

پیشِ نظر کتاب میں فاضل مؤلّف نے ''رسولِ اکرم ﷺ کی شادیاں'' حقائق، اسباب، ثمرات کے زیرِ عنوان رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متعدد شادیوں کے اسباب و وجوہات کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ہمہ گیر اثرات کا بھی جائزہ پیش کیا ہے، اور ہر شادی کی حکمت، اس کے دوررس وہمہ گیر اثرات کو بیان کیا ہے۔

کتاب کے آخری حصے میں رسولِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی ''خلاصۂ بحث'' کے زیرِ عنوان اختتامیے میں پوری بحث کا اختصار اور جامعیت کے ساتھ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت واہمیت اور اس کے ہمہ گیر اثرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر موضوع پر مدلّل بحث کی گئی ہے، انگریزی اور عربی کے بنیادی مآخذ سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرتِ طیّبہ کے اہم موضوع پر اس کتاب کو عربی اور انگریزی میں بھی شائع کیا جائے، تاکہ اس کی اہمیت وافادیت مزید عام ہوسکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے مستشرقین اور دیگر معترض حلقوں کے اعتراضات وشبہات کے ازالے میں بھرپور مدد فرمائے، اس سے خلقِ خدا کو فائدہ پہنچائے، اس کاوش کو شرفِ قبولیت نصیب فرمائے، شفیع المذنبین ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے اور مؤلّف کے لیے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(محمد عبدالحلیم چشتی۔ کراچی)

عرضِ مؤلّف

رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت، آپؐ کی حیاتِ طیّبہ، شمائل وخصائل کا بیان امّتِ محمدیؐ کا محبوب موضوع رہا ہے، دورِ رسالتؐ ہی سے صحابہؓ وصحابیاتؓ نے اسے روایت وقلم بند کرنا شروع کیا اور یہ محبوب مشغلہ آج تک امّت میں جاری وساری ہے، زمان ومکان کا ہر دور، ہر زمانہ اور ہر دن رسالت مآب ﷺ کا ہے، ذرّہ ذرّہ کائنات سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اکملیت وجامیت اور مدحت ورفعتِ ذکر کا شاہد ہے "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" کی صدا سے زمین وآسمان گونج رہے ہیں، یہ ذکر اتنا بلند ہوا کہ کون ومکاں کی ساری رفعتیں اس کے سامنے پست ہوکر رہ گئیں، فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک سب اس کے ذکر سے معمور ہیں۔

سیرت نگاری کا یہ سلسلہ شمائل وخصائلِ نبویؐ کے بیان اور "مغازی" کی تدوین سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے، اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف غیر مسلم بھی کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ نامور مستشرق پروفیسر مارگولیوتھ (Margolioth D.S) جس کی کتاب "Muhammad and the Rise of Islam" "ہیروز آف دی نیشن" کے سلسلے میں نیو یارک سے 1905ء میں شائع ہوئی۔ یہ موصوف کے اظہارِ عداوت وتعصب اور حد درجہ تنقید وزہرافشانی سے عبارت ہے، اس نے تحقیق کے بھیس میں جو زہرافشانی کی، وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں، تاہم وہ بھی مذکورہ کتاب کے مقدمے میں اس حقیقت کے اعتراف سے باز نہ رہ سکا کہ حضرت محمد ﷺ کی سیرت نگاری ختم ہونے والی نہیں، اس صف میں جگہ پانا ہی عزت کا مقام ہے، چنانچہ وہ آغاز کتاب میں رقم طراز ہے:

"محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس کا ختم ہونا ناممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت وتکریم ہے"۔

اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں سیرت النّبی ﷺ کے ہمہ جہت اور محبوب موضوع پر

نظم ونثر ہر دو صنف میں کم وبیش دنیا کی ہر زبان اور اسلامی تاریخ کے ہر دور میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔

سیرت نگاری اور خصائلِ نبوی ﷺ کا بیان جس طرح امّتِ محمد ﷺ میں حد درجہ محبوب و لائقِ احترام موضوع ہے، بد قسمتی سے مستشرقین اور بعض دیگر غیر مسلم حلقوں میں اس کے برخلاف اہانت وعداوت کے اظہار کا ذریعہ اور ہدف تنقید بنا ہوا ہے۔ مستشرقین اور دیگر متعصب غیر مسلم حلقے جو سیرتِ طیّبہ پر تنقید کرتے نظر آتے ہیں، بد قسمتی سے ان کی تنقید اور اہانت کا نقطۂ آغاز سرورِ کائنات ﷺ کی ازدواجی زندگی اور اشاعتِ اسلام ہے۔ بہ الفاظِ دیگر آپؐ کی ایک سے زائد شادیاں ہیں، یہ وہ موضوع ہے جس پر مستشرقین، متعصب غیر مسلم حلقوں، اہانت رسول ﷺ کے مرتکبین نے حد درجہ ہرزہ سرائی کی اور یہ شرمناک سلسلہ تا حال جاری ہے۔

اس نا قابلِ تردید حقیقت کا اعتراف مغربی دنیا کے دریدہ دہن مستشرق منٹگمری واٹ (Watt. W. Montgomery) کو بھی ہے، موصوف اپنی کتاب ''اسلام کیا ہے؟'' (ص ا،ص ۲، مطبوعہ لندن ۱۹۶۸ء) میں رقم طراز ہے:

''مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں جس کی جڑیں قرون وسطی کے جنگی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں۔ اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہیے۔

تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا دشمن سمجھنا شروع کیا جو عسکری اور روحانی دونوں حلقۂ اثر میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اسی خوف کے زیر اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سہارا دینے کے لیے اپنے ذہن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسندیدہ نظروں سے پیش کیا...... بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں تراشا گیا اسلام کا تصور اہلِ یورپ کی فکر اور سوچ پر غالب رہا ہے۔

ڈاکٹر واٹ (Watt) "Muhammad at Macca" میں لکھتا ہے!

''تاریخ کی عظیم ترین شخصیات میں سے مغرب میں محمدؐ کی سب سے کم پزیرائی ہوئی ہے۔ مغربی مصنفین محمد ﷺ کے بارے میں بدترین چیز پر بھی یقین کرنے کو تیار رہتے ہیں، اور جہاں کہیں انہیں اپنے کسی فعل کی قابلِ اعتراض توضیح ممکن دکھائی دی، فوراً اسے ایک حقیقت تسلیم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ (ظفر علی قریشی/ شانِ رسالتؐ میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ، ص ۳۹)

امریکی مورخ ایس پی اسکاٹ (SCOTT S.P) اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے: ''موروثی تعصّبات کی بناء پر...... تمام الٰہیاتی عقیدوں میں سے کسی کو بھی اس قدر جہالت اور ناانصافی کا نشانہ نہیں بننا پڑا جتنا کہ اسلام کے اصولوں کو، تیرہ صدیوں تک اس مذہب کے بانی کو بہروپیا کہا جاتا رہا، ان کے مقاصد پر اعتراضات کیے گئے...... ان کے کردار سے ہر وہ برائی منسوب کردی گئی جو انسانیت کے لیے باعثِ تذلیل اور بلا خیز ہو، بے اندازہ لغویات اور بدترین بہیمیت کو ان کی تعلیمات سے منسوب کردیا گیا۔ کلیسائی معاندت اور بدباطنی نے اپنے حریف کے کردار کو داغ دار کرنے میں اپنے تمام وسائل صرف کردیے۔

(Scott, S.P/History of Moorish Empire in Europe, Philadelphia, 1904. P:58,59)

مغرب میں ولیم میور (William, Muir) سے منٹگمری واٹ (Montgomery, Watt) تک اور برصغیر میں بدباطن و کورچشم راجپال سے رشدی تک، سب ہی اس حوالے سے ذاتِ نبوی کو ہدف تنقید بنا کر شانِ رسالت میں حد درجہ توہین کرتے نظر آتے ہیں۔

مغرب کی عیسائی دنیا کا نام ور مستشرق منٹگمری واٹ (Watt, W. Montgomery) تاریخی حقیقت کو جھٹلاتے ہوئے انتہائی دریدہ ذہنی سے لکھتا ہے:

"We conclude, then, that virilocal poly gamy, or the multiple virilocal family, which for long was the distinctive feature of Islamic society in the eyes of christendom, was an innovation of Muhammad's. There may have been some instances of it before his time, but it was not widespread, and it was particularly foreign to the outlook of the Medinans."(Watt, W. Montgomery/Muhammad at Madina. Oxford. 1956-P:277)

''ایک خاوند اور متعدد بیویوں پر مشتمل گھرانہ جو مدتوں عیسائیوں کی نظروں میں اسلامی معاشرے کی خصوصی شناخت رہا، وہ محمد ﷺ کے ذہن کی اختراع تھی، ممکن ہے ان سے پہلے اس کی چند مثالیں موجود ہوں لیکن یہ رسم عام نہ تھی اور خصوصاً اہلِ مدینہ کے لیے یہ بات بالکل نئی تھی۔''

مسلم سیرت نگاروں کی شانِ رسالت میں توہین وشماتت اور حیاتِ طیبہ پر بے بنیاد اعتراضات کے ازالے اور اس کی تردید میں لکھی گئی تحریریں اور کاوشیں قابلِ ستائش وآفرین ہیں، کم وبیش اکثر سیرت نگاروں نے اپنی کتابوں میں اس موضوع پر بحث کی۔ پیشِ نظر کتاب اس حوالے سے خصوصیت کی حامل ہے، جس میں اس موضوع پر تحقیقی وتنقیدی انداز میں بحث کرتے ہوئے مستشرقین اور دیگر متعصب غیر مسلم حلقوں کے اعتراضات وشبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے خود غیر مسلم سیرت نگاروں اور مستشرقین کی آراء کو تائید کے طور پر پیش کر کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ تعدد ازواج کے موضوع پر مدلّل بحث کرتے ہوئے تاریخ کے مختلف ادوار، مختلف انسانی معاشروں، تہذیبوں، الہامی اور غیر الہامی مذاہب، انبیائے سابقینؑ اور مذاہبِ عالم کے راہ نماؤں کے کردار وعمل کی روشنی میں تقابلی وتنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

"رسولِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی، درحقیقت اسی خصوصیت اور امتیاز کی حامل کتاب ہے، امید ہے اس سے غیر مسلم حلقوں کے اعتراضات وشبہات کو سمجھنے، اور اس حوالے سے اٹھائے گئے ان کے بے بنیاد شبہات کے ازالے میں بھرپور مدد ملے گی۔

آخر میں ان تمام مخلص احباب اور علم پرور حضرات کا ممنون ہوں جنہوں نے کسی بھی سطح پر میری معاونت کی، بالخصوص اپنے والد گرامی مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی (اطال اللہ عمرہ) کا جنہوں نے میری بھرپور راہ نمائی کی، اپنے جملہ اساتذہ اور ان حضرات کا بھی ممنون ہوں جن سے میں نے بابِ علم کا کوئی ایک حرف بھی سیکھا، اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے، مرحومین کی مغفرت فرمائے، دارالاشاعت کراچی کے ناشر ومدیر جناب خلیل اشرف عثمانی کا بھی ممنون ہوں جن کی بھرپور کوششوں سے کتاب حسن طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے، اسے ناچیز کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کی شفاعت کا وسیلہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ ربّنا لا تؤاخذنا ان نسینا او أخطأنا وتقبّل منّا انّک انت العزیز الحکیم ٥ وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد واٰلہٖ واصحابہٖ واھلِ بیتہٖ اجمعین ٥ (آمین)

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

یکم محرم الحرام ۱۴۲۳ھ / ۱۶ مارچ ۲۰۰۲ء

رسولِ اکرم ﷺ اور تعدّدِ ازواج ...... ایک جائزہ

پیکرِ عفّت وعصمت، محسنِ انسانیت، ہادیِ برحق، ختمی مرتبت، حضرت محمد ﷺ کی سیرت وسنت اور حیاتِ طیبہ پر مغرب کی متعصب عیسائی دنیا میں اعتراضات واتہامات (بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی ایک سے زائد شادیوں تعدّد ازواج، Poly Gamy) کو ہدفِ تنقید بنانے اور آپ کی سیرت وکردار کے خلاف اظہارِ عداوت کی تحریک کا آغاز نام ور عیسائی مستشرق جان آف دمشق (۷۰۰ یا ۷۴۹ء) سے ہوا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے ایک منظّم منصوبے کے تحت اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف منفی تحریروں دشمنی کی تحریک کا آغاز اور مناظروں کا دور شروع کیا۔ بعدازاں یہی بیزنطینی روایات کا مصدرِ اوّل تسلیم کرلیا گیا۔

رسولِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی ...... مستشرقین اور دیگر غیر مسلم حلقوں کی جانب سے توہینِ رسالت کا نقطۂ آغاز

جان آف دمشق نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اسلام کے خلاف تحریک چلائی۔ اسلام کو بت پرست مذہب سے تعبیر کیا اور کعبۃ اللہ کو (نعوذ باللہ) بت کدے کے نام سے موسوم کیا۔ چونکہ اسلام کی تمسیخ کے لیے پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت، شخصیت اور دعوت کی تمسیخ ضروری تھی، لہٰذا اس نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت وکردار پر حملہ شروع کیا۔ آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرکے آپ کو دیومالائی قصّوں کا ہیرو قرار دیا۔ داستان سازی کے اس صنعت خانے میں رسالت مآب ﷺ کے بارے میں طرح طرح کے افسانے اور مضحکہ خیز خرافات گھڑے گئے، یہی من گھڑت کہانیاں لاطینی یا بیزنطینی تاریخ اور بعدازاں عیسائی چرچ کی تاریخ وروایات کا حصہ بن گئیں۔

جان ہی وہ پہلا مسیحی مشنری تھا جس نے رسالت مآب ﷺ کی مقدس باعفت وعصمت شخصیت پر جنسی اتہامات کا طومار کھڑا کیا جو بعد میں مغربی اسکالرز کی تحقیق وریسرچ کا موضوع

بن گیا۔ اسی نے حضرت زینب بنتِ جحشؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے واقعے کو ایک افسانہ بنادیا، یہی افسانے یورپ میں کلاسیکی موضوعات بن گئے۔ ساتھ ہی جان نے تعدّد ازواج (Poly Gamy) طلاق اور اس قسم کے دیگر مسائل کو اچھالا، جو اس کی کتاب کے آخری باب کے اہم موضوعات ہیں۔(۱)

آٹھویں صدی عیسوی میں جان کے پیروؤں نے ان ہی بنیادوں پر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف منفی لٹریچر کا انبار کھڑا کردیا۔

یہی منفیانہ لٹریچر مغربی اسکالرشپ کے لیے حوالہ جات کا کام دینے لگا۔ بلکہ مڈل ایجز (ازمنۂ وسطیٰ) سے لے کر مغربی نشأۃ ثانیہ اور نشأۃ ثانیہ سے لے کر انتہائے بیسویں صدی تک مغرب کی متعصب عیسائی اور دیگر غیر مسلم دنیا کے لیے مصدر کا کام دیتا رہا۔

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف اظہار نفرت اور عداوت کے جذبے کے تحت تیار کیے گئے ادب کے اسی انبار میں ایک رسالہ قابل ذکر ہے، یہ رسالہ عبدالمسیح بن اسحاق الکندی کی طرف منسوب ہے، چوں کہ اس کا اثر مستشرقین پر آج تک موجود ہے، لہٰذا مغربی اسکالرز نے نہایت دل چسپی کے ساتھ اس کی اشاعت کا اہتمام کیا، یہ انیسویں صدی عیسوی میں پروٹسٹنٹ مشنری اسکول کے استعمال کے لیے ۱۸۸۰ء میں لندن سے شائع کیا گیا۔

یہ رسالہ مڈل ایجز میں راہ نما اصول کا کام دیتا رہا۔ مختلف زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔

اس رسالے کے مرکزی مضامین میں سیرتِ محمد ﷺ کو جنس (تعدّدِ ازواج) اور جنگ سے ملوّث کرنا اور دیگر خرافات شامل تھے۔(۲)

پیغمبرِ اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات بابرکات پر جنسی اتہامات اور اس حوالے سے اٹھائے گئے اعتراضات وشبہات کا سلسلہ مستشرقین کے لٹریچر کا باقاعدہ حصہ قرار پایا اور اس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

❀❀

(۱) ندوی، پروفیسر سیّد حبیب الحق / اسلام اور مستشرقین، مرتب سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن، اعظم گڑھ، انڈیا، ۱۹۸۶ء دار المصنفین، ۳۰/۱۴، ۱۵

(۲) ایضاً ۳/۱۷

مغرب کی عیسائی دنیا کا نامور مستشرق منٹگمری واٹ (Watt, W. Montgomery) تاریخی حقیقت کو جھٹلاتے ہوئے انتہائی دریدہ دہنی سے لکھتا ہے:

"We conclude, then, that virilocal poly gamy, or the multiple virilocal family, which for long was the distinctive feature of Islamic society in the eyes of Christendom, was an innovation of Muhammad's. There may have been some instances of it before his time, but it was not widespread, and it was particularly foreign to the outlook of the Medinans." (1)

''ایک خاونداور متعدد بیویوں پر مشتمل گھرانہ جو مدتوں عیسائیوں کی نظروں میں اسلامی معاشرے کی خصوصی شناخت رہا، وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذہن کی اختراع تھی۔ ممکن ہے ان سے پہلے اس کی چند مثالیں موجود ہوں لیکن یہ رسم عام نہ تھی اور خصوصاً اہلِ مدینہ کے لیے یہ بات بالکل نئی تھی۔''

ول ڈیورنٹ (Will Durant) اپنی تصنیف "The Age of Faith" میں لکھتا ہے:

"Women and power were his only indulgences"(2)

عورتیں اور اقتدار ہی بس آپ کی مصروفیات تھیں۔

ایک اور عیسائی مصنف (Geoffrey Parrinder)

"Sex in the world's Religions"

میں ایک سے زائد شادیوں (Poly Gamy) کو آپ کی پیغمبرانہ شان کے منافی اور

(1) Watt, W. Montgomery/Muhammad at Madina. Oxford. 1956-P:277

(2) (Will Durant/ The age of faith, New York, 1950, P: 172,173

خود پیغمبری کے منصب کے لیے قابلِ مذمت گردانتا ہے۔(۱)

عیسائی دنیا میں اہانتِ رسولؐ کے فکری اور تاریخی محرکات

اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف عداوت، اظہارِ نفرت اور پیکر عفت وعصمت کی ذاتِ اقدس پر تعدد ازواج اور جنسی طومار کھڑا کرنے کی دیگر بہت سی وجوہات میں سے مندرجہ ذیل دو وجوہات قابل ذکر ہیں۔

(۱) پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق دنیائے عیسائیت اور ملت اسلامیہ کے نکتہ ہائے نظر میں ایک نا قابلِ عبور خلیج کا فرق ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لیے رسالت مآب ﷺ درجۂ کمال کے پیغمبر، خالص توحید کے شارح اور ایمان داری، پاکیزگی، راست بازی، دیانت داری اور اخلاق عالیہ جیسی صفات کا کامل واکمل اور ارفع نمونہ ہیں۔ جبکہ دنیائے عیسائیت کے لیے آپ ﷺ کی ذات گرامی مختلف پہلوؤں سے شدید زہریلے اور انتہائی معاندانہ حملوں کا ہدف بنی ہوئی ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی شخصیت وکردار کے جائزے میں اس اختلافی صورت حال کو سمجھنے کے لیے تاریخ کے پس منظر اور تناظر سے واقفیت از حد ضروری ہے۔ جس سے یہ امر بخوبی آشکارا اور واضح ہو جائے گا کہ حضرت محمد ﷺ کی شخصیت کے بارے میں دنیائے عیسائیت اپنے متعصّبانہ طرزِ عمل میں کہاں تک حق بجانب ہے اور کیا ان کا سارا زاویۂ فکر مخالفانہ طرزِ تخاطب اور نفرت و حقارت کی نشان دہی نہیں کرتا؟

پہلا قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ یہ عیسائی ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ محاذ آرائی اور جنگ کا آغاز کیا اور وہی ہیں جو اب تک صلیبی ذہنیت کے ساتھ اس جنگ کو جاری رکھے ہوئے ہیں، اپنی تمام تر تلخی اور شدت، اپنے تمام تر مکروہ اور ناپاک عزائم کے ساتھ جو تمام تر تاریخی صداقت اور حقیقت سے قطعاً مختلف ہے۔

❁❁

(1) Geoffrey Parrinder/Sex in the world's religions.
Sheldon Press, London P:151

غزوۂ موتہ: صلیبی جنگوں اور عیسائی دنیا کی اسلام دشمنی کا نقطۂ آغاز

اسلام دینِ انسانیت اور ایک عالمگیر، ابدی اور کامل ومکمل ضابطۂ حیات ہے۔ سیّد الانبیاء، امام الانبیاء والمرسلین اور خاتم النبیین بنا کر مبعوث کیے گئے۔

اسلام کی آفاقیت اور عالمگیریت کے اظہار کے لیے خاتم الانبیاء، ہادیِ عالم، حضرت محمد ﷺ نے ''صلح حدیبیہ'' سے واپسی پر ذی الحجہ ۶ھ میں فرماں روایانِ عالم اور سلاطین کے نام دعوتِ اسلام کے پیغامات ارسال فرمائے۔

''صلح حدیبیہ'' کی بدولت عارضی جنگ بندی اور پرامن بقائے باہمی کے ایام میں دعوت اسلام اور تبلیغ احکام کے دروازے دنیائے انسانیت کے لیے کھل گئے اور مختلف ممالک کے حکمرانوں کو دعوت اسلام کے خطوط ارسال کیے گئے۔(۱)

نام ور مورخ واقدی کے مطابق یہ خطوط ۶ھ کے اخیر میں ذی الحجہ کے مہینے اور ''صلح حدیبیہ'' کے بعد روانہ کیے گئے۔ جبکہ بعض سیرت نگاروں کی رائے یہ ہے کہ یہ خطوط ۷ھ میں روانہ کیے گئے۔ ممکن ہے کہ حضور اکرمؐ نے شاہانِ عالم کے نام خطوط بھیجنے کا ارادہ ۶ھ کے اخیر میں فرمایا ہو اور ۷ھ میں یہ خطوط روانہ فرمائے ہوں۔(۲)

پیغمبر اسلام ﷺ نے جب سلاطینِ عالم اور امراء کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے تو عیسائی حاکم شرحبیل بن عمرو غسانی کے نام بھی ایک خط روانہ فرمایا، یہ قیصر روم کی طرف سے ملک شام کے علاقے بلقاء کا امیر تھا۔ حضرت حارث بن عمیرؓ جب رسالت مآب ﷺ کا نامۂ

---

(۱) دیکھیے طبری، ابنِ جریر/ تاریخ الامم والملوک، قاہرہ، دارالمعارف، ۸۴/۳، ابنِ سعد/ الطبقات الکبریٰ، بیروت، دارصادر، ۴۷۵/۱، زرقانی/ شرح مواہب اللدنیہ، قاہرہ، مطبع الازہریہ، مصر، ۳۳۴/۳

(۲) عبدالحق محدث دہلوی/ مدارج النبوۃ، سکھر، مکتبہ نوریہ، ۱۹۷۷ء، ۲۹۴/۲۔ کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ، لاہور، مکتبہ عثمانیہ، ۱۹۹۲ء، ۲/۲۔ سلاطینِ عالم کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خطوط کے متن اور دیگر تفصیلات کے لیے دیکھیے: محمد حمید اللہ، ڈاکٹر/ الوثائق السیاسیہ فی العہد النبویؐ، قاہرہ، لجنۃ التالیف والترجمہ، ۱۹۴۱ء

مبارک لے کر مقامِ موتہ(۱) پہنچے تو شرحبیل نے ان کو مضبوطی سے بندھوا کر قتل کرا دیا۔ سفیروں اور قاصدوں کے ساتھ بدسلوکی یا ان کا قتل ہر دور میں انتہائی بدترین جرم سمجھا گیا ہے۔ جو اعلانِ جنگ بلکہ اس سے بھی بڑا جرم سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ پر یہ بات سخت گراں گزری، اور آپ ﷺ نے اس علاقے پر فوج کشی کے لیے تین ہزار کا لشکر تیار کیا، یہ سب سے بڑا اسلامی لشکر تھا، اس سے قبل جنگِ احزاب کے علاوہ کسی اور غزوے یا سریے میں اتنی بڑی عسکری تعداد کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا۔ (۲)

اسلام اور دنیائے عیسائیت کے درمیان کشمکش کا نکتۂ آغاز ''غزوۂ موتہ'' ہے۔ اس تاریخی غزوے کو صلیبی جنگوں کا نکتۂ آغاز بھی کہا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تاریخ ساز معرکے میں اسلامی تاریخ کے نام ور سپاہ سالاروں کو کمان دار مقرر فرمایا۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر مقرر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر زید قتل ہو جائیں، تو جعفر بن ابی طالب امیر لشکر ہوں، اگر جعفر بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن ابی رواحہؓ سردار لشکر ہوں اور اگر عبداللہ بھی قتل ہو جائیں تو مسلمان جسے چاہیں اپنا امیر بنالیں۔'' اسی وجہ سے اس غزوے کو ''غزوۂ جیش الامراء'' بھی کہا جاتا ہے۔ (۳)

''غزوۂ موتہ'' کے شرکاء کو آپؐ نے یہ وصیت بھی فرمائی کہ جس مقام پر حضرت حارث بن عمیرؓ شہید کیے گئے تھے، وہاں پہنچ کر اس مقام کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیں، اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو بہتر، ورنہ اللہ سے مدد مانگیں، اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے جنگ کریں۔ نیز آپؐ نے فرمایا اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں، اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے جنگ کرو اور دیکھو بدعہدی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، کسی بچے اور عورت اور انتہائی عمر رسیدہ

(۱) موتہ میم کے پیش اور واو ساکن کے ساتھ۔ اردن میں بلقاء کے قریب ایک آبادی کا نام ہے۔ صفی الرحمٰن مبارک پوری/ الرحیق المختوم، لاہور، مکتبہ سلفیہ، ص ۵۲۶

(۲) ابنِ حجر عسقلانی/ فتح الباری، بیروت، دارالمعارف، ۷/۳۹۲، ابنِ سعد/ الطبقات ۲/ ۱۲۸، زرقانی/ شرح مواہب ۲/ ۲۶۸

(۳) ابنِ حجر/ فتح الباری ۷/۳۹۳، زرقانی/ شرح مواہب ۲/ ۲۶۸

بوڑھوں کو اور گرجا گھروں میں مقیم تارک الدنیا افراد کو قتل نہ کرنا، کھجور اور درخت نہ کاٹنا اور کسی عمارت کو منہدم نہ کرنا۔(۱)

موتہ کے تاریخی مقام پر اسلام اور عیسائیت کے درمیان تاریخ ساز معرکہ ''غزوۂ موتہ'' میں فریقین کے درمیان جنگ ہوئی، تین ہزار مجاہدین کی مختصر جماعت دو لاکھ ٹڈی دل کے طوفانی حملوں کا مقابلہ کر رہی تھی۔ اس تاریخی معرکے میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ تینوں امرائے جیش جرأت وشجاعت کی ایک بے مثال تاریخ رقم کر کے یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔

بعد ازاں سیف اللہ والرسول حضرت خالد بن ولیدؓ جو خود اس معرکے میں جرأت و استقامت کی لازوال داستان رقم کر رہے تھے، لڑتے لڑتے اور کفار کو جہنم رسید کرتے کرتے ان کی نو تلواریں ٹوٹ گئیں، صرف ایک یمنی تلوار ان کے ہاتھ میں باقی رہ گئی تھی۔(۲)

آپ نہایت حُسنِ تدبیر، معاملہ فہمی اور جنگی حکمتِ عملی کی بدولت صحابۂ کرامؓ کی بقیہ جماعت کو دشمن کے نرغے سے بچا کر اور جرأت وشجاعت کی تاریخ رقم کر کے مدینۂ طیبہ میں حاضر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے۔ یہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان پہلی کشمکش یا بہ الفاظ دیگر صلیبی جنگوں کا نکتۂ آغاز تھا۔(۳)

وصال سے قبل ۲۶ صفر بروز دوشنبہ ۱۱ھ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومیوں کے مقابلے اور جنگ موتہ کے انتقام کے لیے لشکر کی روانگی کا حکم دیا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں غزوۂ موتہ واقع ہوا اور جس میں حضرت اسامہؓ کے والد حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سالارانِ لشکر شہید ہوئے۔

یہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری عسکری مہم تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(۱) قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمینؐ کراچی، دارالاشاعت، ۱۴۱۱ھ، ۲/ ۲۷۱ صفی الرحمٰن مبارکپوری/ الرحیق المختوم، ص ۵۲۷

(۲) بخاری، محمد بن اسماعیل/ الجامع الصحیح، کراچی، مطبوعہ اصح المطابع، ۲/ ۶۱۱

(3) Encyclopaedia Britannica, 9th Edition-Vol:16 P:656
Encyclopaedia Aamericana, Edition 1947, Vol:19, P:294

کی فرستادہ افواج کی آخری فوج تھی۔ اسامہ بن زید بن حارثہؓ کو آپؐ نے اس لشکر کا امیر اور سردار مقرر کیا۔ اس لشکر میں مہاجرین اولینؓ اور جلیل القدر صحابۂ کرامؓ شامل تھے۔
پنج شنبہ کو باوجود شدید علالت اور مرضِ وصال کے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اپنے دستِ مبارک سے نشان بنا کر حضرت اسامہؓ کو دیا اور ارشاد فرمایا:
"اُغزُ باسم اللّٰہ وفی سبیلِ اللّٰہ فقاتل من کفر باللّٰہ.(۱)
اللہ کے نام پر، اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اللہ سے کفر کرنے والوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کرو۔

صلیبی جنگیں ...... عیسائی دنیا کے تعصب و عناد کی بنیاد

رسالت مآب، حضرت محمد ﷺ کے وصال کے بعد عیسائیوں نے دگرگوں حالات سے فائدہ اٹھانا چاہا اور نوخیز اسلامی ریاست کو غیر مستحکم کرنے کے لیے ہر ممکن سازشیں شروع کیں۔ خلیفۂ اوّل، سیّدنا صدیقِ اکبرؓ نے نہایت جرأت واستقامت اور عزیمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی تکمیل اور پیروی میں جیشِ اسامہؓ کو روانہ کیا، جنہوں نے اس دور کی عیسائی دنیا کو بدترین شکست سے دوچار کر کے اسلام کے غلبے اور دینِ مبین کی اشاعت میں مثالی کردار ادا کیا۔ سیّدنا صدیقِ اکبرؓ کے بعد دیگر خلفائے راشدینؓ اور اموی حکمرانوں نے اس مشن کو جاری رکھا۔
بیزنطینی سلطنت کے شام، فلسطین اور مصر جیسے علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ جو کہ مشرقی چرچ کے مضبوط گڑھ تھے، عربوں کی جانب سے شمالی افریقہ، اسپین اور صقلیہ کی فتح اور روم تک فاتحانہ پیش قدمی، ترکوں کا عروج، مشرقی اور وسطی یورپ میں ان کی شان دار فتوحات کا سلسلہ، یعنی عیسائی دنیا کے قلب پر ان کی دستک، مغربی دنیا کی جانب سے صلیبی جنگوں کا آغاز اور ان میں ان کی بھیانک شکست، مغربی سامراج کی ایک نئی لہر، اس کی پیش قدمی، پسپائی اور زوال پزیری، عیسائی مبلغین کی جانب سے مسلمانانِ مشرق کو عیسائی بنانے کی کوششوں میں عبرت انگیز ناکامی، ان تمام باتوں نے مل جل کر عناد کو جنم دیا، نفرت اور تعصب کو پروان چڑھایا اور اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف اہلِ مغرب (دنیائے عیسائیت) کے دلوں میں نفرت، عداوت

(۱) کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ ۲/۲۴۴

اور تلخی کے بیج بودیے گئے۔(۱)

کارزارِ صلیب کے منفی اثرات اور اہانتِ رسول ﷺ

جبکہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جونفرت پھیلائی گئی، آپؐ کی سیرت وکردار کو جس طرح موضوع بحث بنایا گیا اس بحث کا بنیادی محور رسول اللہ ﷺ کی ذاتی اور نجی زندگی بالخصوص تعدّد ازواج اور آپؐ کی ازدواجی زندگی قرار پائی۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف منافرت اور اظہارِ عداوت کا نقطۂ عروج کارزارِ صلیب تھا۔

اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے صلیبی جنگیں تقریباً پانچ سو سال تک جاری رہیں اور پانچ صدیوں میں وقفے وقفے سے یورپ کی مشترکہ عسکری قوت مسلم شرق اوسط پر زندگی کے لیے موت اور آبادی کے لیے ویرانی کے دیو کی طرح منڈلاتی رہی۔

۱۰۹۹ء میں پہلی خون آشام جنگ ہوئی۔ دوسری صلیبی جنگ ۱۱۴۷ء میں لڑی گئی اور تیسری معروف صلیبی جنگ سلطان صلاح الدین ایوبی اور شہنشاہ انگلستان رچرڈ کے درمیان ۱۱۸۹ء سے ۱۱۹۳ء تک جاری رہی۔ چوتھی صلیبی جنگ ۱۲۰۳ء اور ۱۲۰۴ء کے درمیان لڑی گئی، اور ۱۲۱۷ء میں پانچویں صلیبی جنگ پیش آئی۔ چھٹی صلیبی جنگ کا واقعہ ۱۲۲۸ء میں پیش آیا۔

جب یہ تمام کوششیں اور کاوشیں ناکام ہوگئیں تو مسلمانوں کی تاراجی کے لیے اہلِ صلیب نے منگول قوت کے ساتھ عسکری اتحاد ۱۲۴۹ء اور ۱۲۵۰ء کے درمیان قائم کیا۔ اسی اتحاد کا نتیجہ تھا کہ زوال بغداد کا واقعہ ۱۲۵۸ء میں پیش آیا، آٹھویں صلیبی جنگ ۱۲۷۱ء میں پیش آئی، نویں صلیبی جنگ ۱۳۶۵ء اور آخری دسویں صلیبی جنگ ۱۴۶۴ء میں پیش آئی۔

ان صلیبی جنگوں اور خون آشامیوں کا تعلق مستشرقین سے بڑا گہرا ہے۔ کیونکہ پانچ صدیوں میں یورپ کے مفکرین، مولفین اور شعراء اسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ کے خلاف مسیحی جذبات کو گدگداتے، اسلام اور مسلمانوں کی تاراجی پر ابھارتے، اور ان کے اندر شہادت کا جذبہ پیدا کرکے آمادۂ پیکار ہونے کی روح پھونکتے رہے۔

---

(۱) ظفر علی قریشی/ شانِ رسالتؐ میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ، سرگودھا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ص ۸

صلیبی جنگوں کی پانچ سو سالہ تاریخ ۱۰۹۹ء ۔ ۱۴۶۴ء کے دوران یعنی گیارہویں صدی عیسوی سے پندرہویں صدی عیسوی تک مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف معاندانہ لٹریچر تیار کیا۔ تمام صلیبی جنگوں میں یورپ کی مشترکہ عسکری قوت کا دیوالیہ نکل گیا۔ اسی شکستِ فاش کی بناء پر عیسائی دنیا میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ یہ درحقیقت رسول اکرم ﷺ کے خلاف نفرت اور تعصب کا امنڈتا ہوا ایک طوفان تھا، ہر قسم کے غلیظ القابات اور جنسی اتہامات ذاتِ نبوی ﷺ سے منسوب کیے گئے۔ (۱)

اس تاریخی اور نا قابلِ تردید حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے:

"A History of Medieval Islam"

کا مصنف مغربی دانشور جے جے ساڈرس **(J.J. Saunders)** لکھتا ہے:

''اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پیغمبرِ عربی ﷺ کو عیسائیوں نے کبھی بھی ہمدردی اور توجہ کی نظر سے نہیں دیکھا، جن کے لیے حضرت عیسیٰؑ کی شفیق ہستی ہی آئیڈیل رہی ہے، ...... صلیبی جنگوں ...... سے آج تک محمد ﷺ کو متنازع لٹریچر میں بطور ...... پیش کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق بے ہودہ کہانیاں پھیلائی گئیں اور طویل عرصے تک ان پر یقین کیا جاتا رہا ہے۔'' (۲)

فتنۂ استشراق اور مستشرقین

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اس قسم کی تصویر کشی میں عیسائی دنیا کے جن لوگوں نے حصہ لیا، ان میں سے زیادہ قابل ذکر جان آف دمشقی ہے، جان کو بازنطینی روایات کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نفرت، دشمنی اور سب وشتم کا سلسلہ سب سے پہلے اسی نے شروع کیا، یہی وہ پہلا عیسائی مشنری تھا جس نے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر جنسی و شہوانی الزامات کی بھرمار کر کے جنسی اتہامات کا طومار کھڑا کیا۔ اس کا تیار کردہ لٹریچر ازمنہ وسطیٰ سے عہدِ حاضر تک مغرب کی عیسائی دنیا (مستشرقین) کے لیے بنیادی ماخذ کا کام دیتا رہا۔ جان

(۱) ندوی/سیّد حبیب الحق/اسلام اور مستشرقین، ص ۱۹

(2) J.J. Saunders/ A History of Medieval Islam. London, 1965, P:34,35

کے بعد آنے والے قرون وسطیٰ کے بیشتر عیسائی مصنفین نے جان کی پیروی کرتے ہوئے تصویرِ رسول کو خوب بگاڑا، گھسے پٹے الزامات واتہامات عائد کیے اور چبائے ہوئے نوالوں کو پھر سے چبایا، اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ ان کے مآخذ کم وبیش یکساں تھے۔ اس لیے جب بھی انہوں نے سیرت پر قلم اٹھایا تو نظم ہو یا نثر، دونوں میں سیرت ختم الرسل ﷺ کو افراط وتفریط کے سانچوں میں ڈھال کر محض خیال وقیاس کے سہارے پیش کیا، اس تفصیل کا مدعا یہ ہے کہ ظہورِ اسلام کے بعد کئی صدیوں تک بھی مسیحی نفرت وعداوت کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی، اور اہلِ مغرب پیغمبرِ اسلام کو بدستور (نعوذ باللہ نقل کفر، کفر نہ باشد) جھوٹا، بہروپیا...... قرار دیتے رہے کہ اتنے میں صلیبی جنگوں کے طویل سلسلے نے جلتی پر تیل کا کام کیا، صلیبی جنگوں میں صلیب سرنگوں ہوگئی اور تمام تیاریوں کے باوجود دنیائے اسلام کو زک پہنچانے کا منصوبہ ناکام ہوا اور انہوں نے دیکھ لیا کہ میدان جنگ میں رسد، کمک اور سامان جنگ کی فراوانی کے باوجود وہ مسلمانوں کا زیادہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو پھر انہوں نے کمالِ عیاری سے اسباب، وسائل اور حکمت عملی کو یکسر بدل ڈالا اور گویا فیصلہ کرلیا کہ جنگ جیتنے کیلئے نیا ترکش، نئے تیر استعمال کیے جائیں اور گرم جنگ نہ سہی سرد جنگ میں مسلمانوں کو زیر کیا جائے۔

اس طرح علم وتحقیق کے بھیس میں معنوی اسلحے سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں مہمل خیالات، بے سروپا قصے کہانیاں، بے ہودہ الزامات واتہامات، اور تشکیک وتذبذب کے بیج بوکر خرافات کا ایسا جنگل اگا دیا جسے کاٹنا آسان نہ تھا۔ (۱)

اس ناقابلِ تردید حقیقت کا اعتراف مغربی دنیا کے دریدہ دہن مستشرق ڈبلیو منٹگمری واٹ (Watt.W.Montgomery) کو بھی ہے، موصوف اپنی کتاب ''اسلام کیا ہے؟'' (ص ا، ص ۲، مطبوعہ لندن ۱۹۶۸ء) میں رقم طراز ہے:

''مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں جس کی جڑیں قرون وسطی کے جنگی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں۔ اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہیے۔
تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا عظیم دشمن سمجھنا شروع

---

(۱) نثار احمد/ مطالعۂ سیرت اور مستشرقین (مقالہ) مطبوعہ اسلام اور مستشرقین، مرتب، سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن، اعظم گڑھ، انڈیا، دارالمصنفین، ۱۹۸۶ء، ۶۰/۳

کیا جو عسکری اور روحانی دونوں حلقۂ اثر میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اسی مہلک خوف کے زیرِ اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سہارا دینے کے لیے اپنے ذہن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسندیدہ نظروں سے پیش کیا...... بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں تراشا گیا اسلام کا تصور اہلِ یورپ کی فکر اور سوچ پر غالب رہا ہے۔

ڈاکٹر واٹ (Watt) "Muhammad at Macca" میں لکھتا ہے!

''تاریخ کی عظیم ترین شخصیات میں سے مغرب میں محمدؐ کی سب سے کم پزیرائی ہوئی ہے۔ مغربی مصنفین محمد ﷺ کے بارے میں بدترین چیز پر بھی یقین کرنے کو تیار رہتے ہیں، اور جہاں کہیں انہیں اپنے کسی فعل کی قابلِ اعتراض توضیح ممکن دکھائی دی، فوراً اسے ایک حقیقت تسلیم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔(۱)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (۱۹۸۴ء) میں پیغمبرِ اسلام ﷺ پر جو مقالہ ہے، اس کے آخر میں مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ بہت کم بڑے لوگ اتنا زیادہ بدنام کیے گئے ہیں جتنا کہ محمد ﷺ کو بدنام کیا گیا۔ قرونِ وسطیٰ کے یورپ کے مسیحی علماء نے ان کو فریبی اور عیاش اور خونی انسان کے روپ میں پیش کیا۔ حتیٰ کہ آپؐ کے نام کا ایک بگڑا ہوا تلفظ مہاونڈ (نعوذ باللہ) شیطان کے ہم معنی بن گیا۔ محمد اور ان کے مذہب کی یہ تصویر اب بھی کسی قدر اپنا اثر رکھتی ہے۔ انگریز مصنف تھامس کارلائل پہلا قابلِ ذکر مغربی شخص تھا، جس نے ۱۸۴۰ء میں بتاکید واضح طور پر کہا کہ محمد ﷺ یقیناً سنجیدہ تھے، کیوں کہ یہ فرض کرنا بالکل مضحکہ خیز ہے کہ ایک فریبی آدمی ایک عظیم مذہب کا بانی ہو سکتا ہے:

Few great men have been so maligned as Muhammad. Christian scholars of medieval Europe painted him as an impostor, a lecher, and a man of blood. A corruption of his name, 'Mahound, even came to signify the devil. This picture of Muhammad and his religion still Thomas carlyle in

(۱) ظفر علی قریشی/ شانِ رسالتؐ میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ، ص ۳۹

1840 was the first notable European to insist publicly that Muhammad must have been sincere, because it, was ridiculous to suppose an impostor would have been the founder of a great religion. (1)

معروف امریکی مورخ ایس پی اسکاٹ (SCOTT S.P) اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

''موروثی تعصّبات کی بناء پر......تمام الٰہیاتی عقیدوں میں سے کسی کو بھی اس قدر جہالت اور ناانصافی کا نشانہ نہیں بننا پڑا جتنا کہ اسلام کے اصولوں کو، تیرہ صدیوں تک اس مذہب کے بانی کو بہروپیا کہا جاتا رہا، ان کے مقاصد پر اعتراضات کیے گئے......

ان کے کردار سے ہر وہ برائی منسوب کر دی گئی جو انسانیت کے لیے باعثِ تذلیل اور بلا خیز ہو، بے اندازہ لغویات اور بدترین بہیمیت کو ان کی تعلیمات سے منسوب کر دیا گیا۔ کلیسائی معاندت اور بدباطنی نے اپنے حریف کے کردار کو داغ دار کرنے میں اپنے تمام وسائل صرف کر دیے۔ (۲)

(۲) اسلام اور پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی سے متعلق عیسائیوں کے نکتہ ہائے نظر میں فرق کا ایک واضح سبب یہ بھی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ امام الانبیاء، سیّد الانبیاء والمرسلین اور خاتم النبیین کی حیثیت سے مبعوث کیے گئے۔ آپ ﷺ کی آمد کے بعد تمام ادیان اور شریعتیں منسوخ قرار پائیں۔

اسلام دینِ کامل اور ابدی ضابطۂ حیات اور رسولِ اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔ یہ مخاصمت اور تنازع کا مذہبی پہلو ہے۔ عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ عیسائیت مذہب کی آخری اور مکمل شکل ہے۔ چنانچہ عیسائی مصنف جارج فشر (George Fisher) کہتا ہے:

''ہم کہتے ہیں کہ عیسائیت، مذہب کی تمام و کمال صورت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ

(1) 12/609

(2) Scott, S.P/History of Moorish empire in Europe, Philadelphia, 1904. P:58,59

ایک قطعی مذہب ہے۔ یہ ارتقاء کے طویل عمل کا حتمی نتیجہ ہے، بلکہ یہ اس پیغامِ ربّانی کی تکمیل کے مرحلے یا اسے مکمل کرنے کا نقطۂ عروج ہے جو اس سے قبل نازل ہوا۔(۱)

ڈبلیو منٹگمری واٹ (Watt, W. Montgomery) پرزور طریقے سے اعلان کرتا ہے:

''عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں اس سب کو صحیح کر دیا گیا جو دنیا میں غلط اور نادرست تھا۔(۲)

رسولِ اکرم ﷺ اور تعدّدِ ازواج

تعدّدِ ازواج کے حوالے سے پیکرِ خُلقِ عظیم ﷺ کے دامن عفّت و عصمت پر شہوت پرستی اور جنسی جنون کے شرمناک الزامات عائد کرنے والوں میں مستشرقین کے بدباطن گروہ میں سر ولیم میور (Muir, Sir William)(3)۔ ایڈورڈ گبن (Gibbon, Edward) (4) آر اے نکلسن (Nicholson, Renald Alleyne) (5)۔ فلپ شاف

(1) Fisher, George/The Begining of Christianity, New York, 1886.P:25

(2) Watt, W. Montgomery /The Cure for Human Ills, London, 1959,P37

نیز دیکھیے: ظفر علی قریشی/ شانِ رسالتؐ میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ، ص۹

(3) Muir, Sir William/ Muhammad and Islam, London, 1986, P.17, 148

(4) Gibbon, Edward/ The Decline and Fall of the Roman Empire, New york, Vol II, P.694

(5) Nicholson, R.A/ A Literary History of The Arabs Cambridge University Press, 1914, P.167

(Philip Schaff)(1)۔ایرک بیتھ مین (Erich Bethman) (2)۔گستاؤ وائل (Gustave Weil) (3)۔ ول ڈیورنٹ (Will Durant) (4)۔ جیمز کرٹزک (James Kritizeck) (5) کے علاوہ ہلدی برٹ (Hilde Bert)، آندرے ڈینڈلو، فرانسس بیکن (Francis Bacon) راہب یولوجیس (Euliogius) جان لڈگیٹ (J.Lidgate) اور عصر حاضر کے گم کردہ راہ رُسوائے زمانہ سلمان رشدی کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں، جو نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کو تعدد ازواج (متعدد شادیوں) کے حوالہ سے ہدف تنقید بناتے ہیں۔

جبکہ برِصغیر پاک وہند میں تاجِ برطانیہ کے زیرِ اقتدار عیسائی پادریوں کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کے نتیجے میں پروان چڑھنے والی تحریکِ شناعت میں منفی کردار ادا کرنے والوں میں سے چند یہ ہیں:

سوامی دیانند سرسوتی، لالہ منشی رام عرف سوامی شردھانند، مہاشہ راجپال، چرن داس، نتھو رام، لالہ پالامل، لالہ ہنس راج، پنڈت گورودت، لالہ لاجپت رائے، ڈاکٹر رام گوپال، چلچل سنگھ، لیکھرام، ماسٹر آتمارام، پنڈت کرپالال، لالہ وزیر چند، سوامی درشنانند سرشتی بدایونی، رام چندر، پرمانند، گوالکر، جن سنگھ، کشورآ یئے، لالہ ہردیال، پنڈت سیتارام، ڈاکٹر مونجے، پنڈت کالی چرن، پنڈت رام چندر، دھرم بھکشو لکھوی، بھولا ناتھ سین، پانڈونگ ویناناتھ، پنڈت شیام لال، مدن موہن مالویہ، سیتہ دیو، آربندو گھوش، کھیم چند وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ان بدباطن

---

(1) Philip Schaff/ History of The Christian Church, New york, 1888. Vol. IV. P. 169.

(2) Bethman, Erich/ Bridge To Islam, London, 1953, P.33

(3) Gustav Weil/ History of the Islamic Peoples, India, 1914,P.18,19

(4) Will Durant/ The Age of Faith, New York, 1950, P. 172, 173

(5) Kritizeck, James/ Peter The Venerable and Islam, Princeton University Press, 1964, P. 137

شاتمین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواجی زندگی کو موضوعِ بحث بنا کر شانِ رسالتؐ میں گستاخی کا ارتکاب کیا، آپؐ پر شہوت پرست اور جنسی جنونی ہونے کے شرم ناک الزامات عائد کیے۔(۱)

برِّصغیر کی پوری تاریخ میں اس حوالے سے راج پال لعین کی کتاب ''رنگیلا رسول'' (مطبوعہ لاہور ۱۹۲۳ء) نے سب سے زیادہ منفی اثرات مرتب کیے۔ راج پال لعین نے رسول اکرم ﷺ کی نجی زندگی کو موضوع بحث بنا کر شانِ رسالتؐ میں گستاخی کا ارتکاب کیا اور غازی علم الدین شہید کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

بدنامِ زمانہ آریہ سماج لیڈر راج پال لعین نے ''محمد بیویوں والا'' کے زیرِ عنوان ازواجِ مطہراتؓ اور تعدّدِ ازواج کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا۔

راجپال کی ناپاک جسارت اور گستاخی کے اثرات برّصغیر پر مرتب ہوئے اور اس طرح توہینِ رسالت بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی اور آپ ﷺ کی شادیوں کے حوالے سے گستاخیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

اسی بدنامِ زمانہ کتاب کے زیرِ اثر ممبئی کے ماہوار رسالہ ''گجرات'' میں اس کے ایڈیٹر کنھیا لال منشی نے اپنے اداریئے میں توہین آمیز الفاظ کا استعمال کیا۔(۲)

رشدی ملعون جس کا بدنام زمانہ انگریزی ناول (Satanic Verses) (شیطانی آیات) ۱۹۸۸ء میں بین الاقوامی نشریاتی ادارہ پین گوئن بکس نے شائع کیا، مذکورہ ناول میں اس نے تعدّدِ ازواج کے حوالہ سے رسالت مآب ﷺ کی شان میں اس قسم کے شرمناک، نازیبا اور بے ہودہ الفاظ استعمال کئے ہیں جنہیں نقل کرنا بھی کفر کے مترادف ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر غیر مسلم حلقوں نے تعدّدِ ازواج کے حوالہ سے بے شمار اعتراضات کئے ہیں۔ لیکن رشدی تمام معترضین اور ناقدین کا پیشوا نظر آتا ہے۔ رشدی نے تنقید نہیں کی، بلکہ انتہائی بدتمیزی، دریدہ دہنی، واہیات طریقوں اور فحش الفاظ میں شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی کی ہے۔

---

(۱) رائے محمد کمال/ غازی علم الدین شہید، لاہور، جہانگیر بک ڈپو، ص ۳۷

(۲) بہ حوالہ: زمیندار ۱۲/اپریل ۱۹۲۶ء نیز رائے محمد کمال/ غازی علم الدین شہید ص ۳۸

مسئلہ تعدّدِ ازواج ...... تحقیقی اور تقابلی جائزہ

قبل اس کے کہ نبی اکرم ﷺ کی متعدد شادیوں کے حقائق، اسباب اور وجوہات کو بیان کر کے اعتراضات وشبہات کا ازالہ کیا جائے۔ مسئلہ تعدد ازواج کا تاریخی اور علمی مطالعہ ضروری ہے۔

تعدّد ازواج کا مسئلہ دین اسلام کا پیدا کردہ نہیں، نہ ہی رسالت مآب ﷺ نے (معترض حلقوں کے بقول) تعدّد ازواج کا راستہ کھول کر دین اسلام کی اشاعت اور جنسیت کو فروغ دیا۔(نعوذ باللّٰہ من ذٰلك)

تعدّدِ ازواج اور اسلام کا نقطۂ نظر

اعداد وشمار کی روشنی میں ایک جائزہ

اسلام دینِ فطرت اور دینِ انسانیت ہے، اس کی تعلیمات فطرتِ انسانی سے قریب تر بلکہ عین مطابق ہیں، چنانچہ بعض انسانی اور معاشرتی مجبوریوں کی بنیاد پر تعدّدِ ازواج ایک ناگزیر ضرورت بالخصوص مردوں کی عالمی شماریاتی جائزے کے مطابق کمی اور عورتوں کی تعداد کے اضافے کا فطری حل ہے۔

اعداد وشمار اس حقیقت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں کہ باعتبار پیدائش عورت اور مرد کی تعداد تقریباً یکساں ہوتی ہے، یعنی جتنے بچے تقریباً اتنی ہی بچیاں پیدا ہوتی ہیں، مگر شرح اموات کے جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کے مقابلے میں مردوں کے درمیان موت کی شرح زیادہ ہے۔ یہ فرق بچپن سے لے کر آخر عمر تک جاری رہتا ہے۔

"Encyclopaedia Britannica" مطبوعہ ۱۹۸۴ء کے مطابق عمومی طور پر موت کا خطرہ عمر کے ہر مرحلے میں عورتوں کے لیے کم پایا گیا ہے۔ اور مردوں کے لیے زیادہ۔ جبکہ اکثر حالات میں انسانی معاشروں میں عورتوں کی تعداد کا زیادہ ہونا اور مردوں کی تعداد کا کم

ہونا مختلف اسباب سے ہوتا ہے۔ مثلاً جب جنگ ہوتی ہے تو اس میں زیادہ تر صرف مرد مارے جاتے ہیں، چنانچہ پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء) میں آٹھ ملین سے زیادہ فوجی مارے گئے۔ شہری باشندے جو اس جنگ میں ہلاک ہوئے، وہ اس کے علاوہ ہیں، یہ زیادہ تر مرد تھے۔

جبکہ دوسری عالمی جنگ (۱۹۳۹ء۔ ۱۹۴۵ء) میں ساڑھے چھ کروڑ افراد ہلاک یا جسمانی طور پر ناکارہ ہوئے۔ یہ سارے لوگ زیادہ تر مرد تھے، عراق ایران جنگ (۱۹۷۹ء۔ ۱۹۸۸ء) میں ایران کی ۸۲ ہزار عورتیں بیوہ ہوگئیں۔ جبکہ عراق میں ایسی عورتوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہے جن کے شوہر اس دس سالہ جنگ میں ہلاک ہوئے۔

علاوہ ازیں جدید صنعتی اور مشینی دور میں حادثات کا بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔ موجودہ دور میں حادثاتی اموات روزمرہ کا معمول بن چکی ہیں۔ ۱۹۶۷ء کے اعداد وشمار کے مطابق صرف اس ایک سال میں ۱۵۰۰۰۰۱۷ حادثاتی اموات ہوئیں، یہ زیادہ تر مرد تھے۔ (۱)

دنیا کی مختلف آبادیوں اور ممالک میں مرد وعورت کی تعداد کے فرق اور تفصیلی اعداد وشمار انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مطبوعہ ۱۹۸۴ء میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

جنگِ عظیم اول (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء) اور جنگِ عظیم دوم (۱۹۳۹ء۔ ۱۹۴۵ء) میں بڑی تعداد میں مردوں کی ہلاکت کے سبب مردوں کی قلت اور عورتوں کی تعداد میں اضافے کی وجہ سے مغربی ممالک میں تعدّدِ ازدواج پر پابندی اور اس کے خلاف قانون ہونے کی بناء پر صورت حال یہاں تک پہنچی کہ جنسی بے راہ روی عام ہوگئی اور یہ اس قدر بڑھی کہ عورتوں کی تعداد میں اضافے اور مردوں کی تعداد میں کمی، آبادی کے تناسب میں اس واضح فرق نے ان معاشروں میں غیر قانونی تعدّدِ ازدواج مسٹریس "Mistress" کی وبا کو عام کیا۔

"Mistress" کی تعریف ونیبسٹرس ڈکشنری (Websteris Dictionory) میں اس طرح کی گئی ہے!

"وہ عورت جو کسی مرد سے جنسی تعلق رکھے، اس کے بغیر کہ اس سے اس کا نکاح ہوا ہو۔

چنانچہ مغربی معاشرے میں "مسٹریس" کی وبا کے نتیجے میں جو اثرات مرتب ہوئے، وہ ذیل کے اعداد وشمار سے واضح ہیں۔

(1) "Encyclopaedia Britannica, Vol, 16/137, 1984

مغربی دنیا میں خاندانی نظام کی تباہی اور اخلاقی قدروں کا فقدان

مصدقہ ذرائع کے مطابق مغربی ممالک میں بغیر شادی کے پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد دیگر ممالک کی نسبت سب سے زیادہ ہے اور یورپی کمیشن کے ۱۹۹۲ء کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق برطانیہ میں پیدا ہونے والے ایک تہائی بچے غیر شادی شدہ ماؤں کے ہاں جنم لیتے ہیں، جبکہ آئس لینڈ میں یہ تعداد بڑھ کر ۵۰ فیصد سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ رپورٹ کے اعداد و شمار کے مطابق برطانیہ میں طلاق دینے کی شرح بھی دوسرے یورپی ممالک کی نسبت سے زیادہ ہے۔ یونان میں ناجائز پیدا ہونے بچوں کی شرح ۲ فیصد اور سوئٹزرلینڈ میں ۱ء۶ فیصد ہے۔ برطانیہ کے بعد فرانس میں بن بیاہی ماؤں کے ہاں جنم لینے والے بچوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے جو کہ ۱ء۳۰ فیصد ہے۔ رپورٹ کے مطابق شمالی یورپ میں اوسطاً ۵۰ فیصد بچے ناجائز پیدا ہوتے ہیں، سوئیڈن میں ان بچوں کی شرح پیدائش ۲ء۴۸ فیصد اور ڈنمارک میں ۴ء۴۶ فیصد ہے۔ برطانیہ میں شادی کرنے کی شرح بھی دوسرے یورپی ممالک کی نسبت کم ہے، وہاں ہر سال ایک ہزار جوڑوں میں سے صرف ۸ء۶ فیصد جوڑے شادی کے بندھن میں بندھتے ہیں۔ جبکہ بقایا غیر شادی شدہ زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔(۱)

تعدّدِ ازواج......ایک ناگزیر ضرورت

اسلام نے تعدّدِ ازواج / ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی، مغرب کی تہذیبِ جدید اور غیر مسلم دنیا نے اس حوالے سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ گرامی کو ہدفِ تنقید بنا کر بڑے زور و شور کے ساتھ اسے جہالت اور ہوس پرستی کا ذریعہ قرار دیا۔ تاہم آج کی تاریخ اور دینِ فطرت کی ابدی صداقت نے اس حقیقت کو سچا کر دکھایا کہ اسلام کا یہ اصول فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ دنیا بھر کے مرد و زن کے واضح اور ناقابلِ تردید اعداد و شمار خواتین

(۱) بحوالہ: روزنامہ جنگ کراچی، ۲۶ جون ۱۹۹۲ء

کی اکثریت کا اظہار کر کے اسلام کے قانون تعدّدِ ازواج کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ تعدّد ازواج کے فطری قانون کو ختم کرنا اور اس پر پابندی لگانا درحقیقت جنسی بے راہ روی، ہم جنس پرستی اور غیر قانونی شادیوں کا دروازہ کھولنا ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں مرد و زن کے اعداد و شمار ...... ایک جائزہ

دنیا کی آبادی میں مرد و عورت کے اعداد و شمار اور ان کے حد درجہ محتاط فرق کو بتانے کے لیے ''انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا'' نے دنیا کے بیش تر ممالک بالخصوص مغرب کے اعداد و شمار جمع کیے ہیں جن سے مغربی دنیا کے ممالک میں مرد اور عورتوں کے تناسب اور اعداد و شمار کا واضح فرق پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے ذیل کے نقشے میں دیے گئے اعداد و شمار ملاحظہ کیجیے:

ملک کا نام	مرد	خواتین
آسٹریلیا	47.07%	52.93%
جرمنی	48.02	51.89
امریکا	48.58	51.42
روس	46.59	53.03
فرانس	48.99	51.01
سوئٹزرلینڈ	48.67	51.33
اٹلی	48.89	51.11
اسپین	48.94	51.06
پولینڈ	48.61	51.39
برما	48.81	51.19

اقوام متحدہ کے ڈیموگرافک سالنامہ ۱۹۵۹ء کے مطابق اب سے کئی عشروں پہلے جدید مغربی دنیا میں جو صورت حال تھی وہ یہ کہ بچے اندر سے کم اور باہر سے زیادہ پیدا ہو رہے تھے۔ ڈیموگرافک سالنامہ کے مطابق ان ممالک میں حرامی بچوں کا تناسب ساٹھ فیصدی تھا۔ اور بعض ممالک مثلاً پناما میں تو چار میں سے تین بچے پادریوں کی مداخلت یا سول میرج رجسٹری کے بغیر ہی پیدا ہو رہے تھے۔ یعنی ۷۵ فیصد ناجائز بچے، لاطینی امریکہ میں اس قسم کے بچوں کی

تعداد سب سے زیادہ تھی۔ اس دور میں ہی اقوام متحدہ کا سالنامہ مرتب کرنے والے ایڈیٹروں نے اس کا جواب یہ دیا کہ مسلم ممالک میں تعدّدِ ازواج (Poly Gamy) کا رواج ہے۔ اس لیے وہاں ناجائز بچوں کی پیدائش کا بازار گرم نہیں ہے۔ تعدّدِ ازواج کے اصول نے مسلم ملکوں کو وقت کے اس طوفان سے بچا لیا ہے۔ (۱)

مذاہبِ عالم اور تعدّدِ ازواج

مختلف مذاہب اور اقوام کی مذہبی، قانونی اور تاریخی سند اس امر کی بین دلیل ہے کہ تعدد ازواج کی رسم اسلام سے قبل بھی مختلف مذاہب اور اقوام میں رائج تھی۔ چنانچہ معروف فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان اپنی تصنیف (Civilization De Arabs) میں ''تعدد ازواج'' پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مؤرخین یورپ کی نظروں میں تعدد ازواج گویا عمارت اسلامی کی بنیاد کا پتھر اور اشاعت دین اسلام کا بڑا سبب ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''تعدد ازواج کی رسم اسلام سے بالکل الگ ہے۔ کیونکہ یہ قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوام مشرقی، یہود، ایرانی، عربوں وغیرہ میں موجود تھی، اور جن اقوام نے مذہب اسلام قبول کیا انہیں خاص اس مسئلہ میں کوئی فائدہ نہیں ہوا''۔ (۲)

عرب مصنف احمد عبدالعزیز الحصین لکھتے ہیں:

"كان التعدد معروفاً عند قدماء المصريين والفرس والا شوريين والبابليين والهندوس كما عرف الروس والجرمان، وعمل به بعض ملوك اليونان كما عرفته الديانة اليهودية." (۳)

(۱) ہندوستان ٹائمز، ۱۲/ ستمبر، ۱۹۶۰ء

(۲) گستاؤلی بان، ڈاکٹر تمدن عرب، مترجم سید علی بلگرامی، مطبع مفید عام آگرہ ۱۸۹۶ء، صفحہ ۳۷۰ و ۳۷۱

(۳) احمد عبدالعزیز الحصین/ المرأة المسلمة امام التحديات، ریاض، مطبوعہ دار البخاری، ص ۱۸۶، مصطفیٰ السباعی/ المرأة بين الفقه والقانون، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۹۸۴ء، ص ۷۱

تعدّ دِازواج ...... قدیم انسانی تہذیبوں اور معاشروں میں

تعدّ دِازواج قدیم مصری، ایرانی (اہلِ فارس) آشوری، بابلی اور ہندوستانی تہذیبوں میں مروج تھی۔ جس طرح روسی اور جرمنی تہذیب میں اس کے رواج کا پتہ چلتا ہے۔
اور بعض یونانی بادشاہ بھی اس پر عامل رہے ہیں، اسی طرح یہودیت میں بھی اس کا پتہ چلتا ہے۔
ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی قدیم تہذیبوں اور مختلف اقوام میں تعدّ دازواج کی موجودگی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:
''قدیم چینی معاشرت میں لیکی کی شریعت کے مطابق ۱۳۰ بیویوں تک کی اجازت تھی۔ جب کہ چین کے بعض قدیم حکمرانوں کے متعلق تیس ہزار بیویوں تک کا پتہ چلتا ہے۔''(۱)

عرب عہدِ جاہلیت اور تعدّ دِازواج

یہ تاریخی اور نا قابلِ تردید حقیقت بھی مخفی نہیں کہ رسول اکرم ﷺ عرب کے جس معاشرے میں مبعوث ہوئے، عرب کے اس جاہلی معاشرے میں غیر محدود شادیوں اور تعدّ دازواج کا پتہ چلتا ہے۔ جبکہ پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت کے بعد غیر محدود شادیوں اور تعدّ دازواج کو''عدل'' کی شرط کے ساتھ محدود نیز ایک سے زائد بیویوں جنہیں امّت کے لیے چار تک عدل کی شرط کے ساتھ محدود کر دیا گیا تھا، عدل کے نہ ہونے کے اندیشے اور قرائن کے پیش نظر صرف ایک بیوی تک محدود کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں عرب مورخین اور تذکرہ نگاروں نے انتہائی تفصیل کے ساتھ تاریخی جائزہ پیش کر کے حقائق کو آشکار کیا ہے۔
یہ وہ نا قابلِ تردید حقیقت ہے جس کا اعتراف غیر مسلم مفکرین اور سیرت نگاروں کو بھی ہے، چنانچہ سیرت نگار آر۔ وی۔ سی، باڈلے رقم طراز ہے:
''حضورِ اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات ؓ کے بارے میں بعض مغربی مفکرین اور مورخین

(۱) مصطفیٰ السباعی/ المرأۃ بین الفقہ والقانون، ص ۷۱

نے ظنّی اور گمانی باتوں کا ذکر کیا ہے، لیکن اگر ہم عربوں کی پوری تاریخ دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام سے قبل عربوں میں تعدّد ازواج (Poly Gamy) کی کوئی پابندی نہیں تھی اور پھر خاوند پر بھی ہر ایک کے ساتھ یکساں اور مبنی برانصاف سلوک کرنا لازم نہیں تھا، یہ تو محض اسلام کی دین ہے کہ اس نے حسبِ ضرورت اور مشروط صورتوں میں چار تک شادیوں کی اجازت دی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کڑی شرط عائد کر دی ہے کہ سب کے ساتھ مساوی سلوک کرنا فرض ہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ یہ عدل کے ساتھ حق ادا نہیں کر سکے گا تو صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا ضروری ہے۔(۱)

معروف عرب دانش ور ڈاکٹر جواد علی "المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام" میں تعدّد ازواج اور ایک مرد کی متعدد بیویوں کے حوالے سے تاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومن حقّ الرّجل فی الجاهلیة ان یتزوّج مایشاء من النّساء من غیر تحدید ولا حصر اذ لم تحدّد شرائعهم للرّجال عدد ما یتزوّ جونه من نسائهم فلمّا جاء الاسلام، حدّد العدد وجوّز للرّجل ان تکون له اربع زوجات فی وقت واحد، بشرط العدالة بینهنّ، فان خاف الزّوج ان لاّ یعدل بینهنّ فواحدة.
ویذکر اهل الأخبار انّ اهل الهرم اوّل من اتخذ الضّرائر، والضّرائر زوجات الرّجل الواحد، وکلّ منها ضرّة للأخریٰ.
والغایة الأولیٰ من الزواجّ هیی النّسل، لذٰلک قالت العرب، من لا یلد، لا وُلد وکرهت العاقر وعدد تها شؤماً اذکان الرّجل یأبی البقاء مع امرأة لا تلد. لذٰلک کان یطلّقها فی الغالب، لانتفاء الفائدة منهامع انفاقه علیها، وعندهم انّ المرأة القبیحة الولود، خیر من الحسناء العاقر، وانّ سوداء ولوداً خیر من حسناء عاقر ولیست هٰذه العاده من عادات العرب وحدهم، ولکن یشارکهم فیها اکثر الشعوب الأخریٰ". (۲)

(۱) آر۔وی۔سی باڈلے / محمد رسول اللہ ﷺ، تلخیص وترجمہ محمد علی چراغ، لاہور، نذیر سنز، ۱۹۸۸ء، ص ۱۶۸

(۲) جواد علی، ڈاکٹر / المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، قاہرہ، ۱/ ۶۳۳، ۶۳۴

عرب عہدِ جاہلیت میں مرد کا یہ حق سمجھا جاتا تھا کہ وہ جتنی عورتوں سے چاہے بغیر کسی پابندی اور تعداد کے شادی کر سکتا ہے کیوں کہ ان کے مروجہ ضابطوں کے مطابق مرد عورتوں سے شادیوں کے بارے میں کسی ضابطے کے پابند نہ تھے۔ البتہ جب اسلام آیا تو اس نے اس تعداد کو محدود کیا اور مرد کے لیے ایک وقت میں چار بیویوں کی اجازت دی اور اسے بھی بیویوں کے درمیان عدل کے ساتھ مشروط قرار دیا۔ لہٰذا اگر شوہر کو یہ خوف ہو کر وہ ان (ایک سے زائد بیویوں) کے درمیان عدل نہیں کر سکے گا تو ایک ہی پر اکتفا کرے۔

تذکرہ نگاروں کے مطابق حرم (مکے) کے باشندوں نے پہلے پہل ''ضرائر'' کو اپنایا۔ ''ضرائر'' سے مراد ایک مرد کی کئی بیویاں ہے، کہ ان میں سے ہر ایک دوسری کے لیے ضرر رساں ہے۔

جب کہ ان کے ہاں شادیوں کا بنیادی مقصد نسل کی ترقی تھا۔ اسی لیے عربوں کا قول تھا: جس کی کوئی اولاد نہیں، وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ وہ بانجھ اور لاولد عورت کو برا اور منحوس سمجھتے تھے۔ اس حالت میں مرد بھی ایسی عورت کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتا تھا جس کے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ اسی بناء پر وہ اکثر عورت کو طلاق دے دیا کرتے تھے کہ اس پر خرچ کرنے کے باوجود گویا اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ان کا یہ نظریہ تھا کہ اولاد پیدا کرنے والی بدصورت عورت بانجھ حسیناؤں سے بہتر ہے اور یہ کہ بچے جننے والی کالی عورتیں بانجھ حسیناؤں سے بہتر ہیں۔ تعدّدِ ازواج کی رسم صرف عربوں ہی میں نہ تھی بلکہ دیگر اقوام بھی (تعدّدِ ازواج) اس پر عمل پیرا تھیں۔

عرب مصنف احمد عبدالعزیز الحصین اسلام سے قبل عرب عہد جاہلیت میں تعدّدِ ازواج کے ثبوت اور اسلام میں اس کے جواز کے متعلق لکھتے ہیں:

''كان العرب قبل الاسلام يمارسون تعدّد الزّوجات من غير تقييد، ولمّا جاء الاسلام اباح تعدّد الزّوجات ولم يحرمه تحريماً مطلقاً بل قيّده بالعدل الّذى تقتضيه مصلحة النّسل، وهو ان لّا يتجاوز اربعاً بشرط القدرة عليهنّ. والعدل بين الزّوجات شرط لمنع ظلم النّساء. وانّ اباحة تعدّد الزّوجات لم يكن القصد من ذٰلك ارواء الغرائز الجنسية وحبّ الشّهوات كما يدّعى المستشرقون وتلا ميذهم من ابناء المسلمين الّذى تغذّوا بفكرهم وآرائهم وجمعيات النهضة النّسائية التى تغذيها المحافل الماسونية، بل القصد منه

اکثار عدد المسلمین"(۱)

اسلام سے قبل (زمانۂ جاہلیت میں) عرب بغیر کسی پابندی کے ایک سے زائد شادیوں پر عمل پیرا تھے۔ البتہ اسلام کی آمد کے بعد گو کہ ایک سے زائد شادیوں کو (تعدّد ازواج) مطلقاً حرام قرار نہیں دیا گیا، تاہم اسے عدل کے ساتھ مشروط قرار دے کر نسلِ انسانی کی بقاء کا سامان کیا گیا اور اسے بھی اس حد تک جائز قرار دیا گیا کہ طاقت اور قدرت ہونے کے باوجود بیویوں کی تعداد چار سے زائد نہ ہو۔ عورتوں پر ظلم کے سدِّ باب کے لیے عدل کو بنیادی شرط قرار دیا گیا۔ اسلام میں ایک سے زائد شادیوں کی اجازت کا مقصد جنسی بے راہ روی یا شہوت پرستی کا فروغ نہیں ہے جیسا کہ مستشرقین اور خود مسلمانوں میں سے ان کے آلہ کار فکر و رائے کے ذریعے ان کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح خواتین کی تنظیمیں اپنے اجتماعات اور قرار دادوں کے ذریعے ان کی تائید کرتی نظر آتی ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تعدّد ازواج کا حقیقی مقصد مسلمانوں کی اجتماعیت اور ان کی تعداد میں اضافہ ہے۔

جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب "An Apology for Muhammad and Koran" میں جس میں انہوں نے مغربی مصنفین کی قلعی کھول کر بے جا اعتراضات کا خاطر خواہ جواب دیا ہے، رقم طراز ہیں:

"اسلام نے تعدّدِ ازواج کی اجازت دی ہے اور اسے عدل سے مشروط قرار دیا ہے، تعدّد ازواج کوئی فریضہ نہیں ہے، اہل مغرب سوکنوں کے تصور سے خوف زدہ ہیں مگر عدل والے گھر میں ایسا نہیں ہوتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں ایسا نہ ہوسکا۔ اسلام نے عدل کے ساتھ مشروط قرار دے کر بیک وقت چار بیویوں تک رکھنے کی اجازت دی ہے ...... پیغمبرِ اسلام ﷺ نے مختلف مصلحتوں کے تحت عقد کئے اور خدا نے انہیں اجازت بھی دی تھی، ان نکاحوں کو حسن پرستی کے پیمانے سے ناپنا صریح تعصب ہے۔

ڈیون پورٹ مزید لکھتا ہے:

"تعدّد ازواج سے مغربی معاشرہ بلاوجہ خائف ہے، نائی بہر نے اپنے سفر نامے "Travels" میں لکھا ہے کہ مسلمان عورت تعدّد ازواج کے ماحول کے باوجود یورپی عورتوں

(۱) احمد عبدالعزیز الحصین/ المرأة المسلمة امام التحديات، ص ۱۹۱

سے کہیں زیادہ خوش حال ہے۔ڈیون پورٹ کے نزدیک تعدّد ازواج محبت کی قاتل نہیں، اس کے معائب ہی نہیں، محاسن بھی ہیں، اسلام نے تعدّد ازواج کو عدل کی شرط کے ساتھ مشروط قرار دے کر فطرتِ انسانی کی ترجمانی کی ہے۔(۱)

اسلام سے قبل تعدّد ازواج کا تصوّر......ایک جائزہ

عرب مصنف احمد عبدالعزیز الحصین "المرأة المسلمة امام التحديات" میں اسلام سے قبل عرب معاشرے میں تعدّد ازواج پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"كان التعدّد منتشراً في الجاهلية بين قبائل العرب، وكانوا يتفاخرون بهٰذا التعدّد وكانت النّساء تُساق سوقاً للعذاب والا ضطهاد والعدل قد فقد بينهنّ. فقد أسلم غيلان بن سلمة وعنده عشر نسوة في الجاهلية وفي رواية ثماني نسوة واسلمن معه. فقال رسول اللّٰه ﷺ: "اختر منهنّ اربعاً".

واسلم الحارث بن قيس وعنده ثماني نسوة.

وعن عمير الأسدي قال: اسلمتُ وعندي ثماني نسوة فذكرت للنّبي ﷺ فقال: اختر منهنّ اربعاً.

وفي موطأ مالك: انّ رسول اللّٰه ﷺ قال لرجل من ثقيف اسلم وعنده عشر نسوة حين اسلم الثقيفي: امسک منهنّ اربعاً وفارق سائر هنّ.

وعن عيسیٰ بن الحارث قال: اسلمت وعندي ثماني نسوة، فاتيت النّبي ﷺ فذكرت له ذٰلک فقال: "اختر منهنّ اربعاً".(۲)

(اسلام سے قبل) عہدِ جاہلیت میں تعدّد ازواج کی رسم عرب قبائل میں عام تھی اور وہ ایک سے زائد شادیوں پر فخر کیا کرتے تھے اور اس طرح (غیر محدود شادیوں اور تعدّد ازواج کی بدولت) عورتوں کو گویا مصیبتوں اور تکلیفوں کی طرف دھکیلا جاتا تھا اور بیویوں کے درمیان

(1) John Davenport/ An Apology for Muhammad and the Kuran, Lahore. 1975

(۲) احمد عبدالعزیز الحصین/ المرأة المسلمة امام التحدیات، ص۱۹۱-۱۹۲

عدل کا تصور ان کے ہاں مفقود ہو چکا تھا۔

غیلان بن سلمہ جب اسلام لائے تو عہدِ جاہلیت سے ہی ان کی دس بیویاں تھیں اور ایک روایت کے مطابق آٹھ بیویاں تھیں اور وہ سب ان کے ساتھ ہی مسلمان ہوئیں۔ تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: ان میں سے چار اختیار کرو۔ نیز اسلم بن حارث بن قیس اسلام لائے تو ان کی آٹھ بیویاں تھیں۔

حضرت عمیر اسلمیؓ سے روایت ہے کہ میں جب اسلام لایا تو میری آٹھ بیویاں تھیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ان میں سے کوئی چار اختیار کر سکتے ہو۔

موطا امام مالک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بنو ثقیف کے ایک شخص کے قبول اسلام کے موقع پر جس کی دس بیویاں تھیں، ارشاد فرمایا: ان میں سے چار رکھ لو اور باقی چھوڑ دو۔

حضرت عیسیٰ بن حارث کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں، میں نے جب اسلام قبول کیا تو میری آٹھ بیویاں تھیں، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے کسی چار کو اختیار کر لو۔

اقوامِ عالم اور تعدّدِ ازواج

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق مشہور ماہرِ انسانیات جارج مرڈاک (Murdock) کی رپورٹ ۱۹۴۹ء کے مطابق دنیا کی ۵۵۴ قوموں میں سے ۴۱۵ میں تعدّد ازواج کا رواج پایا جاتا ہے۔(۱)

جارج مرڈاک ہی کی ایک اور رپورٹ کے مطابق ۲۵۰ کلچروں یا معاشروں میں سے ۱۹۳ میں تعدّد ازواج (Poly gamy) کا رواج پایا گیا ہے۔(۲)

(1) Encyclopaedia Britannica,1983 Vol. 7,P-155,

(۲) (حوالہ سابقہ)

مذاہب عالم کی تاریخ اور ذخیرۂ کتب اس حقیقت پر شاہد عدل ہیں کہ تعدد ازواج تمام مذاہب میں خواہ وہ الہامی ہوں یا غیر الہامی، ہمیشہ رائج اور جائز رہا ہے۔ اسے صرف اسلام یا پیغمبرِ اسلام ﷺ کی طرف منسوب کر کے دینِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے دامن عفت و عصمت کو ہدفِ تنقید بنانا واقعیت کی تکذیب ہے۔

الہامی اور غیر الہامی مذاہب میں تعدّدِ ازواج کا تصور

حقیقت یہ ہے کہ تعدّد ازواج کی رسم، طلوعِ اسلام سے صدیوں پہلے کی رسم ہے۔ یہ ہر معاشرے میں موجود رہی ہے، بلکہ انتہائی گھناؤنی شکلوں میں موجود رہی ہے۔ اسلام سے پہلے تعدّد ازواج کی جو رسمیں تھیں، ان میں سے متعدد ایسی تھیں جن کی موجودگی میں نہ گھر کا سکون برقرار رہ سکتا تھا اور نہ ہی معاشرے کا۔ ایک مرد کی لاتعداد بیویاں ہوتی تھیں اور ایک عورت کے بے شمار خاوند۔ ان شادیوں کے لیے نہ کسی ضابطے کی پابندی ضروری تھی اور نہ ہی ازدواج کے معاشرتی ادارے کو منضبط رکھنے کے لیے کوئی قانون تھا۔ جو مذاہب اسلام سے پہلے آئے انہوں نے ان قبیح رسموں کو ختم کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ ہندومت بڑا قدیم مذہب ہے، لیکن اس مذہب کی حالت یہ تھی کہ ہندوؤں کے ہیرو پانچ پانڈو بھائی ایک ہی عورت کے خاوند تھے۔ یہودیت اور عیسائیت الہامی مذاہب تھے۔

ان کی آنکھوں کے سامنے دنیا میں تعدّد ازواج کی متعدد قبیح رسمیں قائم رہیں، لیکن انہوں نے ان رسموں کے خلاف ایک لفظ تک نہیں کہا۔ جارج سیل کہتا ہے کہ کچھ یہودی علماء نے باہم مشورے سے بیویوں کی تعداد کی حد چار مقرر کی تھی، لیکن ان کا مذہبی قانون اس سلسلے میں ان پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔

عیسائیوں کے نزدیک بھی قانون وہی معتبر تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو انجیل نازل ہوئی تھی اس کے متعلق بھی عیسائی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ اس میں تعدّد ازواج کی ممانعت کا کوئی قانون موجود تھا۔(۱)

---

(۱) الازہری، پیر محمد کرم شاہ/ ضیاء النبی ﷺ، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۸ھ، ۴۴۱/۷

اس سلسلے میں عرب مصنف زکریا ہاشم زکریا رقم طراز ہیں:

''قَدْ عَرَفْنَا اَنَّ تَعَدُّدَ الزَّوْجَاتِ مُبَاحٌ فِی الشَّرَائِعِ كُلِّهَا مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِلٰى مُوْسٰى وَاِنَّنِیْ لَا اَظُنُّ اَنَّ الْاِنْجِيْلَ الَّذِیْ اُنْزِلَ اِلٰى عِيْسٰى حَرَّمَهٗ وَلٰكِنَّ الْمُفْسِدِيْنَ قَدْ فَهِمُوْا مِنْ شَرَائِطِ الْجَمْعِ بَيْنَ الزَّوْجَاتِ مَا سَاعَدَهُمْ عَلٰى فَهْمِ الْمَنْعِ فَحَرَّفُوْهَا هٰذَا التَّحْرِيْفَ.''(۱)

''ہم جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک تمام شریعتوں میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت تھی اور میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو انجیل نازل ہوئی تھی، اس نے اس کی ممانعت کی ہو لیکن شریر لوگوں نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کے لیے جو شرائط تھیں، ان سے تعدّد ازواج کی ممانعت سمجھی اور انجیل میں تحریف کر دی۔''

فرانسیسی بادشاہوں کا متعدد عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنا اور اس کے باوجود اہلِ کلیسا کا ان بادشاہوں کا احترام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز تھا۔ اس گفتگو سے ثابت ہوا کہ اسلام سے پہلے تعدّد ازواج کی رسم بغیر کسی قید اور ضابطے کے دنیا بھر میں موجود تھی اور کسی مذہب نے اس کی بیخ کنی کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہ شرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے اس رسم کی ان تمام شکلوں کو ممنوع قرار دے دیا جن سے فرد یا معاشرے کا سکون برباد ہو سکتا تھا، جن سے نسب میں اختلاط کا اندیشہ تھا یا جن کی وجہ سے مقاصد زوجیت فوت ہونے کا خطرہ تھا۔(۲)

ہندومت اور تعدّدِ ازواج

غیر الہامی مذاہب میں سب سے زیادہ معروف اور قابلِ ذکر حیثیت کا حامل ''ہندومت'' ہے، اس مذہب کا ذخیرہ کتب اور تاریخ اس حقیقت کا اعتراف کرتی نظر آتی ہے کہ تعدد ازواج ''ہندومت'' میں ہمیشہ رائج رہی ہے۔ ہندو دھرم میں زمانہ قدیم سے نہ صرف

(۱) زکریا ہاشم زکریا/ المستشر قون والاسلام، قاہرہ، المجلس الاعلیٰ للشؤون الاسلامیہ، ۱۹۵۶ء، ص ۳۲۹

(۲) الازہری/ ضیاء النبی ﷺ /۷/ ۴۴۲

اس کی اجازت رہی ہے بلکہ آج بھی ہندوستان میں مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں میں اس کا رواج زیادہ ہے۔ "The Position of Women in Hindu Civilization" کے مصنف ڈاکٹر الٹیکر (Dr. A.S. Altekar) اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔:

''ویدک لٹریچر میں تعدد ازواج (Poly Gamy) کے حوالے قطعی طور پر زیادہ ہیں۔(۱)

ڈاکٹر الٹیکر لکھتا ہے:

''ہندومت اور قدیم ہندوستانی تہذیب میں حاکمِ وقت کے لیے یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس کی چار بیویاں ہوسکتی ہیں، اور یہ اس کے لیے جائز قرار پایا تھا، جب کہ معاشرے میں چار یا اس سے زیادہ بیویاں رکھنے کی بھی اجازت تھی جبکہ ہندومت کے مذہبی اور مقدس راہنما منو کے مطابق ایک مرد دس بیویاں بیک وقت رکھ سکتا ہے، قدیم ہندو حکمران شاہ چندرا کی سو بیویاں تھیں اور قدیم ویدک لٹریچر میں تعدّد ازواج / ایک سے زائد شادیوں کے رواج کا پتہ چلتا ہے۔(۲)

ہندومت کی مذہبی شخصیات اور تعدّدِ ازواج

ذیل میں ہندومت کی قابل احترام مذہبی وتاریخی شخصیات کی فہرست دی جاتی ہے، جس سے ہندومت میں تعدد ازواج کی اجازت اور عملاً رواج کا پتہ چلتا ہے''۔

ہندو دھرم کے پیرو ''رام چندر جی'' کو اپنا بھگوان تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ ان کے والد راجہ دسرتھ کی متعدد بیویاں تھیں۔

(۱)...... پٹ رانی کوشلیا ...... والدہ رام چندر جی۔

(۲)...... رانی سمترا ...... والدہ لچھمن جی۔

---

(۱) دیکھیے! کتاب مذکور، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۳ء، صفحہ ۱۰۴

(2) Altekar, Dr. A.S/the position of women in hindu civilization, P.104

(۳)......رانی کیکئی ......والدہ بھرت جی۔

سری کرشن جی کی جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے سینکڑوں بیویاں تھیں۔

راجا پانڈو مشہور پانڈوں کا جد اعلیٰ ہے، اس کی دو بیویاں تھیں۔

(۱)...... کنتی ......والدہ یدبشتر و بھیم سین وارجن۔

(۲)......مادری......والدہ نکل وسہدیو۔

راجا شتنن کی دو بیویاں تھیں۔

(۱)...... گنگا ......والدہ بھیکم۔

(۲)...... سیتہ دتی ......والدہ چترا مگد ودیگر۔

پچھتّرا یرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔

(۱)...... امیکا ......والدہ دھرتراشیٹ۔ پسر بیاس جی۔

(۲)...... امبانکا ......والدہ پانڈو پسر بیاس جی۔

(۳)......لونڈی ......والدہ بدر۔ بن بیاس جی۔(۱)

علاوہ ازیں پدر منو کی دس بیویاں مانی جاتی ہیں، جبکہ آئتاریا برہمن کے راجہ ہریش چندرا کی سو بیویاں تھیں۔(۲)

ڈاکٹر الٹیکر نے سنسکرت کے مستند حوالوں سے لکھا ہے کہ مؤخر ویدک لٹریچر میں متعدد شہادتیں ملتی ہیں کہ تعدد ازدواج کا رواج معاشرے کے بعض طبقات میں پوری طرح سرایت کئے ہوئے تھا۔(۳)

معروف مسلمان مؤرخ اور جغرافیہ دان ابوریحان البیرونی جنہوں نے کئی سالوں تک ہندوستان میں مقیم رہ کر سنسکرت زبان سیکھی اور یہاں کے علوم وفنون اور رسم ورواج کا مشاہدہ کرکے مستند ترین کتاب ہندی تہذیب وثقافت پر ''تحقیق ماللھند'' نامی تصنیف کی، موصوف

(۱) بحوالہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری / رحمۃ للعالمین ﷺ، ۲/ ۱۳۸۔۱۳۹،

(2) The Position of Women in Hindu Civilization, P-105

(۳) حوالہ سابقہ

مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں:

''اہل ہند میں سے بعض کی نظر میں طبقاتی اعتبار سے متعدد عورتیں ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ برہمن کے لئے چار، چھتری (کشتر) کے لئے تین، دیش کے لئے دو اور شودر کے لئے ایک بیوی ہوگی۔''(۱)

یہ تو غیر الہامی مذہب ہندومت میں تعددازواج کا تاریخی اور علمی مطالعہ تھا۔ غیر الہامی مذاہب میں قابل ذکر حیثیت کا حامل ہندومت ہی ایسا مذہب ہے جس کے پیرو آج بھی بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

یہودیت اور تعدّدِ ازواج

الہامی مذاہب میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں تعددازواج کے جواز کے قائل ہیں اور تینوں مذاہب کی دینی و مذہبی تاریخ تعددازواج کے جواز پر عامل نظر آتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام و مرتبہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں مسلّم اور قابل احترام ہے، مذکورہ تینوں مذاہب سماوی آپ کو اپنا روحانی پیشوا اور ابوالانبیاء مانتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازواج حضرت سیدہ ہاجرہ اور سیدہ سارہ پر تینوں مذاہب متفق ہیں۔

یوروپین مصنف ویسٹر مارک (Wester Marck) لکھتا ہے:

''بہت سے مواقع پر لوتھر نے کثرت ازواج کی بابت کافی نرم رویہ اپنایا، خدا نے اس سے منع نہیں کیا، یہاں تک کہ حضرت ابراہیمؑ کی جو ایک کامل انسان تھے دو بیویاں تھیں، خدا نے عہد نامہ قدیم کے بعض لوگوں کو خاص حالات میں ایسی شادیوں کی اجازت دے رکھی تھی۔(۲)

---

(۱) البیرونی / کتاب الہند، حیدر آباد دکن، ۱۹۵۸ء، صفحہ ۴۷۰۔ جدید ہندو معاشرے میں تعددازواج کے اعداد و شمار مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی کتاب ''تعددازواج پر ایک نظر'' صفحہ ۲۲ و صفحہ ۲۳، (مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۹۴ء) پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

(2) Wester Marck/ The Future Marriage in Western Civilization London, 1936, P-173

یہودی مصنف ابراہیم لیون ''تاریخ یہود'' میں لکھتا ہے کہ تعدد ازواج کی کوئی قانونی ممانعت نہ تھی، یہاں تک کہ قرونِ وسطیٰ میں "Rabbi Gershom" نے فتویٰ جاری کر دیا جس کے مطابق ایک شخص اتنی بیویاں رکھ سکتا تھا جتنی کہ اس کے بس میں ہوتیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ "Gideon" کی ستر بیویاں تھیں، اور ہم داؤد کی بیویوں میں کم از کم سات کے نام جانتے ہیں۔ یہودی تاریخ میں سب سے بڑا حرم غالباً سلیمان ہی کا تھا۔(۱)

ہارپر (Horper`s) کی بائبل ڈکشنری میں لکھا ہے کہ:

''عہد نامہ قدیم کے زمانہ میں تعدد ازواج کی اجازت تھی اور توریتی قانون نے بھی اس کی ممانعت نہیں کی۔ داشتاؤں، کنیزوں اور دوسری بیویوں کی کثرت ایک معمول تھا، حضرت ابراہیمؑ، یعقوبؑ اور یوسفؑ ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے تھے۔ بادشاہوں کی بہت سی بیویاں ہوتیں، جیسے داؤد اور سلیمان نے سیاسی اتحادوں کے لیے کیں۔(۲)

توریت کے حسب ذیل حوالہ جات سے تعدّد ازواج کا ثبوت اور جواز ملتا ہے۔

پیدائش، باب ۱۶، آیت ۳، ۴۔ باب ۲۵، آیت ۳۵، باب ۳۵، آیت ۲۳، ۲۶، اخبار باب ۱۸، آیت ۱۸، استثناء باب ۲۱، آیت ۱۵، قاضیون باب ۸، آیت ۳۰، اوّل سموئیل باب اول، آیت ۱، ۲، ۳، باب ۲۵، آیت ۴۲، ۴۳، دوم سموئیل باب ۳، باب ۵، آیت ۱۲، باب ۱۱، آیت ۲۷، باب ۱۲، آیت ۸، اول سلاطین باب ۱، آیت ۱ تا ۴، باب ۱۱، آیت ۱ تا ۳، اول تواریخ باب ۳، آیت ۱ تا ۹، باب ۱۴، آیت ۳، دوم تواریخ، باب ۱۱، آیت ۲۱، باب ۱۳، آیت ۲۱، باب ۲۴ آیت ۲، ۳، پادری فاکس اپنی کتاب ''غلطیوں کی اصلاح'' مطبوعہ امریکن مشن پریس لکھنو کے صفحہ ۲۰۶، ۲۰۷ پر رقم طراز ہے: ''تعدّد ازواج کے مقدمے میں ہم بے تردّد تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی اس دستور نے رواج پایا تھا اور خداوند نے بھی اسے منع نہیں کیا بلکہ اس رسم پر چلنے والوں کو خوش خبری کی نوید اور برکت کا وعدہ سنایا ہے۔(۳)

(1) Abram Leon Sachar/ A History of The Jews, New York, 1972, P.94

(2) Horper`s Bible Dictionary by Madeleine Smiller Etc P.421

(۳) غلام رسول، چوہدری/ اسلام اور مذاہبِ عالم، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۸۰ء، ص ۳۹۲

حضرت موسیٰؑ اور تعددِ ازواج

بنی اسرائیل کے انبیاء تعدد ازواج کے جواز پر عامل رہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں۔

(۱) سفورہ خاتون۔(۱)

(۲) جشیر

(۳) قینی۔(۲)

(۴) حباب۔(۳)

علاوہ ازیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے لاتعداد بیویوں کے جواز کا پتہ ذیل کے حوالہ جات سے ملتا ہے:

''جب تو لڑائی کے لئے اپنے دشمنوں پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھوں سے گرفتار کرے اور تو انہیں اسیر کر لائے، ۱۱۔ اور ان اسیروں میں خوبصورت عورت دیکھے اور تیرا جی چاہے کہ تو اسے اپنی جورو بنائے، ۱۲۔ تو تو اسے اپنے گھر میں لا، اس کا سر منڈا اور ناخن کٹوا، ۱۳۔ تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے گھر میں رہے۔

اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے، بعد اس کے ساتھ تو خلوت کر اور اس کا خصم بن اور وہ تیری جورو بنے۔(۴)

---

(۱) کتاب خروج ۲/۱۳،

(۲) قاضیون ۱/۱۶،

(۳) قاضیون ۴/۱۶،

(۴) کتاب استثناء ۱۰ تا ۲/۱۳

عیسائیت اور تعدّدِ ازواج

انجیل کے زمانہ نزول میں تعدد ازواج رکثیر ازدواجی قبول عام کا درجہ رکھتی تھی، اور اس کا عام رواج تھا۔ اور اسے مذہبی، معاشرتی اور اخلاقی طور پر نہ صرف تسلیم کیا جاتا تھا، بلکہ اس پر کسی قسم کی تنقید یا اعتراض وارد نہ ہوتا تھا۔ اسی بناء پر انجیل میں اس موضوع سے بحث نہیں کی گئی۔ کیونکہ یہ اس وقت امر واقعہ تھا اور اسے بالکل درست اور فطری سمجھا جاتا تھا۔ انجیل نے نہ اسے ممنوع قرار دیا اور نہ اسے ضابطہ بند کیا اور نہ اس پر کوئی پابندی عائد کی گئی۔

عیسائیت میں اس امر کی گواہی ملتی ہے کہ دس کنواریاں اپنے ہونے والے دولہا سے ملنے کے لئے گئیں اور بائیبل کی بہت سی تفاسیر میں ہونے والے دولہا سے مراد یسوع مسیح ہی لئے گئے ہیں۔ جبکہ انجیل متی باب ۲۵ کے مطابق حضرت مسیحؑ نے اپنی آمد کی خبر میں دس کنواریوں کا ذکر کیا ہے کہ پانچ نے دولہا کے ساتھ شادی کی۔ گھر میں گئیں، اور پانچ جو پیچھے رہ گئی تھیں، ان کے لئے دروازہ نہ کھولا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کبھی اس تمثیلی بیان کو زبان پر نہ لاتے اگر ان کے نزدیک ایک سے زیادہ بیوی کا ہونا پسندیدہ نہ تھا۔

عیسائیت کے بعد کئی سو برس تک کلیسا کی کسی مجلس نے تعدد ازواج کی مخالفت نہیں کی اور کئی عیسائی امراء اور سلاطین نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھیں۔ لیکن کلیسا نے کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا، چنانچہ شارلمین نے دو عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنے کے علاوہ کئی ایک داشتہ عورتیں رکھ چھوڑی تھیں۔ یوروپین مصنف ویسٹر مارک (Wester Marck) کے مطابق بعض عیسائی فرقے تعدد ازواج کی بڑی شدت سے وکالت کرتے رہے ہیں۔ ۱۵۳۱ء میں عیسائیوں کے ایک فرقہ نے اس بات کی تبلیغ کی کہ جو سچا عیسائی بننا چاہتا ہے، اس کی بہت سی بیویاں ہونی چاہئیں، ایک دوسرے فرقے میں معاشی حالات کی اجازت دینے کی صورت میں کثرت ازدواج فرض تھی، تا کہ آخرت اور دنیا میں بھلائی پا سکے۔ (۱)

---

(1) Wester Marck/ The Future of Marriage in Western Civilization P-173

انبیائے سابقین اور تعدّدِ ازواج

انبیائے سابقینؑ کی عظمت وتقدس پر تینوں آسمانی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام متفق ہیں۔ ان کی سوانحی تاریخ تعدد ازواج کے جواز اور اس پر عامل رہنے کی گواہ ہے اور تعدد ازواج کے عدم جواز پر کسی پیغمبر یا نبی کی جانب سے اس کی ممانعت یا عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ انبیائے سابقین میں معروف انبیاء تعدد ازواج پر عامل رہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سوانحی تاریخ تعدد ازواج پر عامل رہنے کی بین دلیل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا مقام ومرتبہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں مسلم ہے، تینوں مذاہب کا سلسلہ آپ ہی پر منتہی ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دو بیویاں حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ معروف ہیں۔ حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے، جن سے بنی اسرائیل کی نسل چلی اور دوسری بیوی حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی، جو عربوں کے جدامجد ہیں۔

(۱)۔سیدہ ہاجرہ ......، والدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام۔(۱)
(۲)۔سیدہ سارہ ...... والدہ اسحاق علیہ السلام۔(۲)
(۳)۔قتورہ خاتون...... والدہ زمران۔(۳)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی مندرجہ ذیل بیویوں کا پتہ چلتا ہے۔

(۱)۔ لیاہ...... والدہ روبن، شمعون، لاوی، یہودہ، آشکار، ربلون۔(۴)

---

(۱) کتاب پیدائش ۴/۱۶
(۲) کتاب پیدائش ۱۵/۱۸،
(۳) کتاب پیدائش ۱/۲۵
(۴) کتاب پیدائش ۲۳/۲۹،

(۲)۔زلفہ.....والدہ جد، آشر،(۱)

(۳)۔راقل.....والدہ یوسف علیہ السلام و بن یامین۔(۲)

(۴)۔بلہہ.....والدہ دان ونفتال۔(۳)

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی چار بیویوں کے نام ملتے ہیں۔

(۱).....سفورہ خاتون، والدہ جیرسوم، العیز ر۔(۴)

(۲)..... جشیر،

(۳)..... ان کے والد کا نام قینی تھا۔(۵)

(۴).....ان کے والد کا نام حباب تھا۔(۶)

علاوہ ازیں (کتاب استثناء ۱۰ تا ۲۱/۱۳) سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے لئے تعدد ازواج کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت داوٗد علیہ السّلام کی درج ذیل بیویاں تھیں۔

(۱).....اختوعم، والدہ امنون،(۷)

(۲).....ابی جیلی والدہ کلیاب،

(۳).....میکل بنت سادہ شاہ اسرائیل،(۸)

(۴).....معکہ بنت تلمی شاہ جسور، والدہ اسلوم۔(۹)

---

(۱) کتاب پیدائش ۲۹/۳۴،

(۲) ایضاً کتاب پیدائش ۲۹/۲۸،

(۳) کتاب پیدائش ۲۹/۲۹،

(۴) کتاب خروج ۲/۳۱،

(۵) قاضیون ۱/۱۶،

(۶) قاضیون ۴/۱۶،

(۷) ا۔سموئیل ۲۶/۲۳

(۸) ا۔سموئیل ۱۸/۲۷،

(۹) ۲۔سموئیل،۳۔باب،

(۵)......حجیت۔ والدہ ابی سلوم وادونیاہ،

(۶)......ابیطال والدہ سقطیاہ۔

(۷)......عجلاہ والدہ تیرعام۔

(۸)......بنت سبع دختر ابیعام۔ والدہ سلیمان علیہ السلام (۱)

(۹)......ابی شاگ (۲)

(۱۰)......دس حرمیں۔ علاوہ ازیں دیگر حرمیں (۳) وجورو ئیں۔ (۴)

انبیائے سابقین میں تعدد ازواج کے حوالہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیگر تمام انبیاء پر سبقت حاصل تھی، آپ کی سات سو بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔ (۵) جبکہ آپ کے بڑے بیٹے رحعام کی ۱۸ بیویاں اور ۶۰ حرمیں تھیں۔ (۶)

رسولِ اکرم ﷺ اور تعدّدِ ازواج ...... (نتیجہ بحث)

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ انبیاء ومرسلین سابقینؑ تعدد ازواج کے جواز کے قائل اور اس پر عمل پیرا تھے۔ تینوں الہامی مذاہب یعنی یہودیت، عیسائیت اور اسلام مذکورہ تمام انبیاء کی عفت وعصمت اور عظمت وتقدس کے قائل ہیں اور ان کی شان میں گستاخی اور کسی قسم کا اہانت آمیز کلمہ ناجائز اور نا قابل برداشت تصور کرتے ہیں۔ اب اگر مذکورہ انبیائے سابقینؑ کی تعدد ازواج عفت وعصمت، پاکدامنی اور پرہیزگاری کا ذریعہ

(۱) ۲۔ سموئیل ۳، ۱۱/۲۶،

(۲) ۲۔ سموئیل،

(۳) ۲۔ سموئیل ۲۰/۳۰،

(۴) ۲۔ سموئیل ۵/۱۳،

(۵) سلاطین ۱۱/۳

(۶) تواریخ ۱۱/۲۱، نیز دیکھیے: مصطفی السباعی/ المرأۃ بین الفقہ والقانون، ص ۷۱، قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۱۴۱/۲

تھیں، تو نبی عفت و عصمت، پیغمبر رحمت، صاحب خلق عظیم ﷺ کی تعدد ازواج پر غیر مسلم حلقوں بالخصوص عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے کیا جواز ہے کہ وہ آپ ﷺ کے دامن عفت و عصمت کو شہوت پرستی اور جنسی جنون کے نام پر داغدار کریں، اگر وہ انبیائے سابقین کا عمل باوجود تعدد ازواج کے جائز اور عفت و عصمت پر مبنی قرار دیتے ہیں تو رسالت مآب ﷺ بھی تو گروہ انبیاء کے سردار و امام ہیں، اگر ان کا عمل تعدد ازواج ہدف تنقید قرار نہیں پاتا تو نبی صادق و امین، ختم المرسلین ﷺ کی حیات طیبہ اور دثار مقدسہ کو کیوں داغدار کیا جاتا ہے، یہ ضد اور ہٹ دھرمی سراسر مبنی برنا انصافی ہے۔ اگر تعدد ازواج شہوت پرستی اور جنسی جنونیت کا نام ہے تو نعوذ باللہ صرف پیغمبر ﷺ شہوت پرست اور جنسی جنونی قرار نہیں پائیں گے، بلکہ تمام انبیائے سابقینؑ تعدد ازواج پر عامل رہے اور الہامی وغیر الہامی مذاہب جن کی مذہبی کتب تعدد ازواج کے جواز و استحسان کے دلائل و براہین فراہم کرتے ہیں، وہ سب انبیاء اور مذاہب کے بانی شہوت پرست، جنسی جنونی اور شہوت وجنسیت کے علمبردار تصور کئے جائیں گے۔ (نعوذ باللہ)

تعدّد ازواج ﷺ کا دستور ہمیشہ انسانی معاشروں میں رواج پزیر رہا ہے، چنانچہ الہامی اور غیر الہامی مذاہب تاریخ کے مختلف ادوار اور انسانی معاشروں میں اس کے ثبوت کے متعلق تفصیلی بحث کی جا چکی ہے۔ تعدّد ازواج کی وجہ سے کسی بھی انسان کے معاشرتی مقام میں کمی نہیں آئی۔ یہی حال حضور ﷺ کا بھی ہے۔ لیکن جب ہم حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شادیاں جنسی جذبے کی تسکین کے پیش نظر کی ہی نہیں تھیں۔ بلکہ شادیوں سے آپ کے مقاصد اتنے بلند تھے کہ مستشرقین ان کے تصور سے بھی قاصر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی شادیوں کے مسئلے پر تفصیلاً غور کرنے سے پہلے آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مندرجہ ذیل حقائق کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

(1) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پچیس سال کی عمر تک کوئی شادی نہیں کی۔

(2) آپؐ کے مردانہ حُسن اور نسبی وجاہت کی وجہ سے ان عورتوں کی کمی نہ تھی جو آپؐ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونا چاہتی تھیں۔

(3) آپؐ نے جنسی اباحیت کے ماحول میں اپنا عنفوانِ شباب تجرد کی حالت میں گزارا، لیکن کسی کو آپؐ کے دامنِ عفّت پر کوئی دھبہ نظر نہ آیا۔

(4) آپ نے پہلی شادی پچیس سال کی عمر میں کی۔ جس خاتون کو سب سے پہلے آپؐ نے اپنی

زوجیت کا شرف بخشا، وہ آپؐ سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھیں۔ شادی کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے وہ دو خاوندوں کی زوجیت میں رہ چکی تھیں۔

(5) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی عمر کا پچیس سال کا عرصہ ان ہی واحد خاتون کے ساتھ گزارا۔ جن کے ساتھ آپؐ سب سے پہلے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے تھے۔ اپنی عمر کے پچاسویں سال تک اور اپنی زوجۂ محترمہ کی عمر کے پینسٹھویں سال تک، جب تک آپؐ کی وہ زوجۂ محترمہ زندہ رہیں، آپؐ نے دوسری شادی نہیں کی۔

(6) پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپؐ نے جس خاتون سے شادی کی، وہ ایک بیوہ اور معمر خاتون تھیں۔

(7) ایک زوجۂ محترمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا آپؐ کی تمام ازواج مطہراتؓ میں سے کوئی بھی باکرہ نہ تھیں، حالانکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے امتیوں کو باکرہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ روایت کے مطابق ایک موقع پر آپؐ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کے چہرے پر خوشبو اور مسرت کے کچھ آثار دیکھے تو آپؐ نے ان سے یہ گفتگو فرمائی:

"هَلْ تَزَوَّجْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: بِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا قَالَ: بَلْ ثَيِّبًا. فَقَالَ لَهُ صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ: فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ."

"آپؐ نے ان سے پوچھا: کیا تم نے شادی کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہؐ۔ آپؐ نے پوچھا: تم نے کسی باکرہ عورت سے شادی کی ہے، یا غیر باکرہ سے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! غیر باکرہ عورت سے شادی کی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کسی باکرہ عورت سے شادی کرنی چاہئے تھی کہ وہ تمہارے ساتھ دل لگی کرتی اور تم اس کے ساتھ دل لگی کرتے۔ وہ تمہارے ساتھ ہنسی مذاق کرتی اور تم اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے۔"

(8) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متعدد خواتین کو اپنے نکاح میں لینے کے باوجود فرمایا: "مَالِیْ فِی النِّسَآءِ مِنْ حَاجَةٍ." "یعنی مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں ہے۔"(۱)

❁❁

(۱) الازہری، پیر محمد کرم شاہ/ ضیاء النبی ﷺ ۷/ ۶۷۴

(9) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکثر شادیاں پچپن سے لے کر اُنسٹھ سال تک کی عمر کے درمیان ہوئیں۔ جو شخص حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کی تعداد کو گن کر آپؐ کے کردار کے متعلق کوئی فیصلہ صادر کرتا ہے اور ایسا کرتے وقت مندرجہ بالا حقائق کو نظر انداز کر دیتا ہے، کیا اسے غیر جانبدار محقق اور انصاف پسند عالم کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جو شخص پچیس سال کی عمر تک مجرّد رہے اور پچیس سے پچاس سال تک کا عرصہ ایک معمر خاتون کی رفاقت میں گزارے اور اس طویل عرصے میں کوئی جذبہ نہ تو اسے کسی غلط کام کی طرف متوجہ کر سکے اور نہ وہ مزید خواتین سے نکاح کا خیال اپنے دل میں لائے، کیا یہ بات ممکن ہے کہ جب اس شخص کی عمر پچپن سال ہو جائے تو یکایک اس کے جنسی جذبات طوفان بن کر اُمڈ آئیں اور عورتوں کی کوئی تعداد اسے مطمئن نہ کر سکے۔

ایک شخص جو اپنی خواہشات کا غلام ہو، اس کے ہاتھ میں اقتدار بھی ہو، ہزاروں لوگ اس کے اشارۂ ابرو پر جانیں قربان کرنے کے لیے تیار بھی ہوں، قوم کا ہر فرد اس کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم کرنے کو ایک بڑی سعادت سمجھتا ہو اور حسین سے حسین تر دوشیزاؤں کے ساتھ شادی کرنے کے راستے میں اس کے لیے کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو، ایسا شخص کیا کرے گا؟ کیا وہ اپنی زوجیت کے لیے حسین ترین دوشیزاؤں کو منتخب کرے گا یا اس کی نگاہِ انتخاب بیوہ اور معمر خواتین پر پڑے گی؟ یقیناً ایسا شخص اپنی زوجیت کے لیے حسین ترین دوشیزاؤں کو چُننے لگا اور وہ کسی بیوہ خصوصاً عمر رسیدہ بیوہ سے نکاح کے خیال کو کبھی دل میں نہیں لائے گا۔

حضورِ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے تاریخی حقائق ہمارے سامنے ہیں۔ آپؐ کی ازدواجی زندگی پر بحث کرتے وقت دو چیزوں کو خصوصی طور پر ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ پہلی یہ کہ آپؐ نے ایک سے زیادہ عورتوں کو زوجیت کا شرف اس وقت بخشا جب آپؐ کی عمر پچپن سال سے سے تجاوز کر چکی تھی اور پیرانہ سالی کا دور شروع ہو چکا تھا۔

دوسری چیز یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قسم کی مجبوری کے بغیر، اپنی زوجیت کے لیے، سوائے ایک کے، تمام بیوہ خواتین کو منتخب فرمایا۔

ایک تیسری بات بھی اس سلسلے میں ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جو آدمی خواہش پرست ہوتا ہے، وہ صنفِ نازک کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوتا ہے۔ وہ اپنی بیویوں کے جائز اور ناجائز مطالبے اور فرمائشیں پوری کرنے کے لیے سب کچھ کر گزرتا ہے، لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے تو مدینے کا بے تاج بادشاہ ہوتے ہوئے بھی، اپنے کاشانۂ اقدس کو فقر کا گہوارہ بنا رکھا تھا۔ ازواجِ مطہراتؓ کو آپؐ نے بیگمات اور رانیوں کی طرح ناز نخرے سے نہیں رکھا بلکہ ایک بار جب انہوں نے اپنی مالی حالت کو بہتر بنانے کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے باذنِ خداوندی، اپنی ازواجِ مطہراتؓ کو دوٹوک الفاظ میں بتادیا کہ اگر تم مال و دولت کی خواہش مند ہو تو اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے تمہیں خدا کے رسول سے علیحدگی اختیار کرنے پڑے گی اور اگر تم خدا کے رسول کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتی ہو تو پھر تمہیں قناعت اور صبر و شکر سے گزر بسر کرنی پڑے گی، معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے، چاہو تو دنیوی مال ومتاع کو اختیار کرلو اور چاہو تو خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ اس پیشکش کے جواب میں تمام ازواجِ مطہراتؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو پسند کیا تھا اور کاشانۂ نبوت کی شانِ فقر واستغناء پر دنیا کی ہر دولت کو قربان کردیا تھا۔

حضورِ اکرم ﷺ کا اپنی ازواجِ مطہراتؓ کو یہ اختیار دینا اور اس کے جواب میں تمام ازواجِ مطہراتؓ کا دنیوی مال و دولت کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر آپؐ کو اختیار کرنا، اس بات کی ناقابلِ تردید دلیل ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ اور آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ کا باہمی رشتہ جنسی خواہشات کی بنیادوں پر قائم نہ تھا بلکہ یہ رشتہ ان عظیم مقاصد کی بنیادوں پر قائم تھا، جن کے لیے سب کچھ قربان کیا جاسکتا تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی میں اس کے علاوہ بھی بے شمار ایسی داخلی شہادتیں موجود ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کا متعدد خواتین سے شادی کرنا جنسی خواہشات کی تسکین کی خاطر نہ تھا، بلکہ اس کے مقاصد کچھ اور تھے۔ (۱)

معروف سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوری رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواجی زندگی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سے زائد شادیوں پر ایک عمومی تبصرہ کرتے ہوئے ان کے اسباب اور حکمتیں بیان کرتے ہوئے انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ لکھتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالیے کہ ۶۳ سال میں سے ابتدائی ۲۵ سال حضورِ اکرم ﷺ کے کمالِ تجرّد سے گزرتے ہیں۔ جس بزرگ ہستی نے ۲۵ سال تک عین شباب اور

(۱) حوالہ سابقہ ۷/ ۴۷۷، ۴۷۸

جوانی کا زمانہ کمالِ تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا ہو اور جس کے مردانہ حسن کے کمال نے اعلیٰ سے اعلیٰ خواتین کو اس سے شادی کا آرزومند کر دیا ہو، پھر بھی ربع صدی تک اس کے تجرّد و تفرّد پر کوئی شے غالب نہ آئی ہو، کیا ایسے شخص کی نسبت اعلیٰ رائے قائم نہیں ہوتی؟ جس مقدس ہستی نے ۲۵ سے ۵۰ سال تک کی عمر کا زمانہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو، جو عمر میں ان سے ۱۵ سال بڑی اور ان سے قبل دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمر ہو چکی ہو اور پھر اس ربع صدی کے زمانے میں ان کے لیے حضورِ اکرم ﷺ کی دل بستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو۔ بلکہ ان کے وفات پا جانے کے بعد بھی ہمیشہ ان کی یاد کو تازہ رکھا ہو، کیا اُن کی نسبت کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس شادی کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستارانِ حُسن کی شادیوں میں پائی جایا کرتی ہے؟

نبی اکرم ﷺ کی زندگی، ۵۵ سے لے کر ۵۹ سال کی درمیانی مدّت کا پنج سالہ زمانہ ایسا ہے، جب ازواجِ مطہراتؓ سے حجرات آباد ہوئے، اس لیے ہر شخص کو غور کرنا چاہیے کہ حیاتِ طیبہ کے ۵۵ سالہ رویے سے بڑھ کر جو عمل ہوا، اس کے خاص خاص اسباب کیا تھے۔ خصوصاً جبکہ نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث بھی موجود ہے: "مَالِی فِی النِّسَآءِ مِنْ حَاجَةٍ" غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی اکرم ﷺ نے جس قدر نکاح کیے ان کی بنیاد فوائدِ کثیرہ دین اور مصالحِ جمیلہ ملک اور مقاصدِ حسنہ قوم پر مبنی تھے۔ اور ان مصالح و مقاصد کا اس قدیم ترین زمانے اور عرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا شادیوں کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ (۱)

(۱) منصور پوری، قاضی محمد سلیمان/ رحمۃ للعالمینؐ، ۲/ ۱۴۳

زوجۂ رسول ﷺ، امّ المومنین

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

خدیجہ آپ کا نام، امّ ہند کنیت اور طاہرہ لقب ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے:
خدیجہ بنتِ خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی، قصی پر پہنچ کر حضرت خدیجہؓ کا خاندان رسول اکرم ﷺ کے خاندان سے مل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ زائدہ تھا، اور وہ لُوی بن غالب کے دوسرے بیٹے عامر کی اولاد تھیں۔(۱)

(۱) دیکھئے: ابنِ ہشام/ السیرۃ النّبویہ، قاہرہ، باعتناء مصطفیٰ السقا، ۱۹۵۵ء، ۱/ ۴۲۶، ابنِ سعد/ الطبقات الکبریٰ، بیروت، دارصادر، ۱/ ۱۳۱، ۱۳۲، ۸/ ۵۳، ابنِ قتیبہ/ المعارف، ص ۶۹، ۷۰، ۱۳۲، ۱۴۴، ۱۵۰، ۲۱۹، ۳۱۱، الحاکم/ المستدرک، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ۱۳۴۱ھ، ۳/ ۱۸۲۔ ۱۸۶، ابنِ عبدالبر/ الاستیعاب، قاہرہ بہامش الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ۴/ ۱۸۱۷ ابنِ اثیر (مجدالدین) جامع الاصول، دمشق، تحقیق عبدالقادر ارناؤط، ۱۹۶۹ء، ۹/ ۱۲۰۔ ۱۲۵، الذہبی/ سیر اعلام النبلاء، بیروت، موسسۃ الرسالہ، ۱۹۸۲ء، ۲/ ۱۰۹۔ ۱۱۷، ابن کثیر/ السیرۃ النبویہ، بیروت، دارالمعرفہ، ۱۹۷۶ء، ۲/ ۱۳۲۔ ۱۳۸، ابنِ حجر عسقلانی / الاصابہ فی تمییز الصحابہ، قاہرہ ۱۳۲۸ھ، ۱۲/ ۲۱۳، علی المتقی الہندی/ کنز العمال، بیروت، مؤسسۃ الرسالہ، ۱۹۷۹ء، ۱۳/ ۶۹۰، زرقانی/ شرح مواہب اللدنیہ، مصر، المطبعہ الازہریہ، ۳/ ۲۲۰، ابن العماد الحنبلی / شذرات الذہب، قاہرہ ۱۳۵۰ھ، ۱/ ۱۴، محمد بن یوسف الصالحی، الشامی/ سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء، ۱۱/ ۱۵۵۔ ۱۶۳ (مفصل حالات کے لیے دیکھئے اس موضوع پر لکھی گئی مستقل کتب) الزہراوی، عبدالحمید/ خدیجۃ ام المومنین، القاہرۃ، مطبعۃ المنار، ۱۳۲۸ھ، سرور، طٰہٰ عبدالباقی/ خدیجۃ زوجۃ الرسولؐ، محمد محمود / زوجات الرسول الطاہراتؓ وحکمۃ تعددھن، بیروت، ۱۹۷۴ء، طنطاوی، جوہری/ ۔ السر العجیب فی حکمۃ تعدد ازواج النبیؐ، قاہرہ، مطبعۃ الجمالیہ۔

حضرت خدیجہؓ کے والد اپنے قبیلے میں نہایت معزز شخص تھے۔ وہ مکے میں آکر رہائش پزیر ہوئے، عبدالدّار ابن قصی کے جوان کے چچازاد بھائی تھے، حلیف بنے اور یہیں فاطمہ بنت زائدہ سے شادی کی، جن سے عام الفیل سے ۱۵سال قبل حضرت خدیجہؓ پیدا ہوئیں۔(۱)

سن شعور کو پہنچیں تو زمانۂ جاہلیت کی آلودگیوں سے پاک ہونے اور اپنے پاکیزہ اخلاق کی بنا پر طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔(۲)

ان کا پہلا نکاح ابو ہالہ بن نباش تمیمی سے ہوا اور ابو ہالہ کے بعد عتیق بن عابد مخزومی کے عقد نکاح میں آئیں۔

رسول اللہ ﷺ کی شہرت ''صادق وامین'' کے لقب سے تمام مکے میں پھیل چکی تھی اور آپؐ کی راست بازی، سچائی و دیانت داری اور اخلاق کریمانہ کی عام شہرت تھی، حضرت خدیجہؓ کو اس کی خبر ملی تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ ''آپ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں، اس کے صلے میں جو نفع اوروں کو دیتی ہوں آپ کو اس کا دوگنا دوں گی''۔ رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمالیا اور مالِ تجارت لے کر میسرہ (حضرت خدیجہؓ کے غلام) کے ہمراہ بصریٰ تشریف لے گئے، اس سال کا نفع گزشتہ سالوں کے نفع سے بہت زیادہ تھا۔(۳)

آپ ﷺ تجارتی سفر سے شام سے واپس آئے تو حضرت خدیجہؓ نے شادی کا پیغام بھیجا،

❀❀

۔۱۳۵۸ھ، وداد سکاکینی/ امھات المومنین، قاہرہ ۱۹۶۹ء، عائشہ عبدالرحمٰن/ نساء النّبی ﷺ، مصر ۱۹۷۳، سنیہ قراعہ/ نساء النّبی ﷺ، قاہرہ ۱۹۵۷، محبّ الطبری/ السمط الثمین فی مناقب امھات المومنین، دمشق ۱۹۴۶ء نیز دیکھیے: انصاری، سعید احمد/ سیر الصحابیات، لاہور، ادارۂ اسلامیات، ۶/ ۲۰۔۳۰، (ازواجِ مطہراتؓ کے سوانحی حالات کے بیان میں دیگر مصادر کے ساتھ ساتھ اکثر مواقع پر اس سے استفادہ کیا گیا ہے) کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ، ۲/ ۳۷۹۔۳۸۷، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، مطبوعہ دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۳ء، ۸/ ۸۵۹۔۸۶۹، شبلی نعمانی / سیرت النبی ﷺ، لاہور، مکتبہ مدنیہ، ۱۴۰۸ھ ۲/ ۸۳۸، منصور پوری، قاضی محمد سلیمان/ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۵۸۔۱۶۱۔

(۱) ابنِ سعد/ الطبقات ۸/ ۱۰۸

(۲) ابنِ حجر عسقلانی/ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۱۲/ ۲۱۳

(۳) ابنِ سعد/ الطبقات ۱/ ۱۳۱، ۱۳۲، ۸/ ۵۲

نفیسہ بنتِ مینہ (یعلیٰ بن امیہ کی ہمشیرہ) اس خدمت پر مقرر ہوئی، آپؐ نے منظور فرمایا، اور شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ مقررہ تاریخ پر حضرت ابوطالب اور خاندان کے دیگر معززین جن میں آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ بھی تھے، حضرت خدیجہؓ کے گھر آئے، حضرت خدیجہؓ نے بھی اپنے خاندان کے چند بزرگوں کو جمع کیا، حضرت ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ عمرو بن اسد کے مشورے سے ۵۰۰ سو طلائی درہم مہر قرار پایا اور حضرت خدیجہؓ زوجہ محترمہ بنکر امّ المومنین کے شرف سے ممتاز ہوئیں، اس وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس برس تھی۔ یہ بعثتِ نبوی سے پندرہ سال قبل کا واقعہ ہے۔ (۱)

پندرہ برس بعد جب آنحضرت ﷺ کو نبوت عطا ہوئی اور آپؐ نے فرائض نبوت کو ادا کرنا چاہا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ کو یہ پیغام سنایا وہ سننے سے پہلے مومن تھیں، آپ کا دل پہلے ہی سے اس سعادت کے حصول میں تمناؤں اور آرزوؤں کی جولان گاہ بنا ہوا تھا۔ ان سے زیادہ آپ ﷺ کے صدقِ دعویٰ کا کوئی شخص فیصلہ نہیں کرسکتا تھا، صحیح بخاری ''باب بدء الوحی'' میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ اس طرح مذکور ہے:

''عن عائشةؓ انها قالت اوّل مابدئ به رسول الله صلى الله عليه و آله وسلّم من الوحى الرّؤيا الصّادقة فى النّوم فكان لايرىٰ رؤياً الاّ جاء ت مثل فلق الصّبح، ثم حبّب اليه الخلاء و كان يخلوا بغار حراء فيتحنّت فيه وهو التّعبد الّليالى ذوات العدد قبل ان ينزع الىٰ اهله ويتزوّد لذٰلك ثم يرجع الىٰ خديجةؓ فيتزوّد لمثلها حتىٰ جآء الحق وهو فى غار حراء فجاء ه الملك فقال اقراء، فقلت ما انا بقارىءٍ قال فاخذنى فغطّنى حتىٰ بلغ منّى الجهد ثم ارسلنى فقال اقراء، فقلت ما انا بقارئ فاخذنى فغطّنى الثانية حتىٰ بلغ منّى الجهد ثم ارسلنى فقال اقراء، فقلت ما انا بقارئ قال فاخذنى فغطّنى الثالثة ثم ارسلنى فقال اِقْرَ ءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَ ءْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ، فرجع بها رسول الله ﷺ يرجف فوأده فدخل علىٰ خديجةؓ بنتِ خويلد فقال زمّلونى زمّلونى، فزمّلوه حتىٰ ذهب عنه الرّوع، فقال

(۱) ابنِ حجر/ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۱۲/ ۲۱۳ زرقانی/ شرح مواہب اللدنیہ ۳/ ۲۲۰۔ ۲۲۱

لخدیجةؓ واخبر ها الخبر، لقد خشیتُ علیٰ نفسی، فقالت خدیجةؓ کلاّ واللّٰه مایخزیک اللّٰه ابداً انّک لتصل الرحم وتحمل الکلّ وتکسب المعدوم وتقری الضّیف و تعین علیٰ نوائب الحقِّ، فانطلقت به خدیجةؓ حتیٰ اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبدالعزّیٰ ابنِ عمّ خدیجة و کان امرأ تنصر فی الجاهلیة و کان یکتب الکتاب العبرانی فیکتب من الا نجیل بالعبرانیة ماشاء اللّٰه ان یکتب و کان شیخاً کبیراً قدعمی فقالت له خدیجةؓ یا ابنِ عمّ اسمع من ابن اخیک فقال له ورقة یا ابنِ اخی ماذاتریٰ فاخبره رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم خبر مارایٔ فقال له ورقة هٰذا النّاموس الّذی نزل اللّٰه علیٰ موسیٰ یالیتنی فیها جذعاً یالیتنی اکون حیّاً اذیخرجک قومک. فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم اومخرجیّ هُم؟ قال نعم لم یأت رجل قد بمثل ماجئت به الاّعودی وان یدرکنی یومک انصرک نصراً موذّرًا ثم لم ینشب ورقة ان توفی وفتر الوحی.(۱)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء رویائے صادقہ سے ہوئی، آپؐ جو کچھ خواب میں دیکھتے وہ سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوجاتا تھا، اس کے بعد آپ ﷺ خلوت گزیں ہوگئے، چنانچہ کھانے پینے کا سامان لے کر غارِ حرا تشریف لے جاتے اور وہاں تحنّث (یعنی عبادت) کرتے تھے، جب سامان ہو چکتا تو پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے اور پھر واپس جا کر مراقبے میں مصروف ہوجاتے، یہاں تک کہ ایک دن فرشتۂ غیب نظر آیا کہ آپؐ سے کہہ رہا ہے کہ ''پڑھ'' آپؐ نے فرمایا میں پڑھا لکھا نہیں، انہوں نے زور سے دبایا پھر مجھے چھوڑ دیا، اور کہا پڑھ تو میں نے پھر کہا کہ میں پڑھا لکھا نہیں ہوں، انہوں نے دوبارہ زور سے دبایا اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھ پھر میں نے کہا میں پڑھا لکھا نہیں، اس طرح تیسری دفعہ دبا کر کہا پڑھ اس خدا کا نام جس نے کائنات کو پیدا کیا، جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ تیرا خدا کریم ہے، رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو جلالِ الٰہی سے لبریز تھے، آپؐ

(۱) بخاری/ الجامع الصحیح، کراچی، نور محمد اصح المطابع، ۱/ باب بدء الوحی، نیز دیکھئے: الذہبی/ سیراعلام النبلاء، ۲/ ۱۱۵،

نے حضرت خدیجہؓ سے کہا مجھ کو کپڑا اڑھاؤ مجھ کو کپڑا اڑھاؤ، لوگوں نے کپڑا اوڑھایا تو ہیبت کم ہوئی، پھر حضرت خدیجہؓ سے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا ''مجھ کو ڈر ہے'' حضرت خدیجہؓ نے کہا آپؐ متردد نہ ہوں، خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا، کیونکہ آپ صلہ رُحمی کرتے ہیں، بے کسوں اور فقیروں کے معاون رہتے ہیں، مہمان نوازی اور مصائب میں حق کی حمایت کرتے ہیں، پھر وہ آپؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو مذہباً نصرانی تھے۔ عبرانی زبان جانتے تھے اور عبرانی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے، اب وہ بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے، حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ اپنے بھتیجے (آنحضرت ﷺ) کی باتیں سنو، بولے برادرزادے تو نے کیا دیکھا؟ آنحضرت ﷺ نے واقعے کی کیفیت بیان کی تو انہوں نے کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر اترا تھا، کاش مجھ میں اس وقت قوت ہوتی اور زندہ رہتا، جب آپؐ کی قوم آپ کو شہر بدر کرے گی، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا ہاں جو کچھ آپؐ پر نازل ہوا، جب کسی پر نازل ہوتا ہے تو دنیا اس کی دشمن ہو جاتی ہے اور اگر اس وقت تک میں زندہ رہا تو تمہاری بھرپور مدد کروں گا، اس کے بعد ورقہ کا بہت جلد انتقال ہو گیا اور وحی کچھ دنوں کے لیے رک گئی۔

امّ المومنین حضرت خدیجہؓ نے صرف نبوت کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ دعوتِ اسلام میں آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی معاون و مددگار ثابت ہوئیں۔

جب مشرکین نے آپؐ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی اور تشفی دی، ''استیعاب'' میں ہے:

فکان لا یسمع من المشرکین شیئاً یکرہ من ردّ علیه وتکذیب له الاّ فرّج الله عنه بما تثبتة وتصدقه وتخفّف عنه رتھون علیه ما یلقی من قومه. (۱)

رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کی تردید یا تکذیب سے جو صدمہ پہنچتا، حضرت خدیجہؓ کے پاس آکر دور ہو جاتا تھا، کیونکہ وہ آپؐ کی باتوں کی تصدیق کرتی تھیں اور مشرکین کے معاملے کو آپؐ کے سامنے ہلکا کر کے پیش کرتی تھیں۔

حضرت خدیجہؓ نکاح کے بعد ۲۵ برس تک زندہ رہیں اور ۱۱/ رمضان ۱۰ نبوی ہجرت سے

(۱) ابن عبدالبر/ الاستیعاب، قاہرہ، بھامش الاصابہ، ۴/ ۱۸۱۷

تین سال قبل آپ کا انتقال ہوا، اس وقت آپ کی عمر ۶۴ سال ۶ ماہ تھی، رسول اللہ ﷺ خود ان کی قبر میں اترے، اور اپنی سب سے بڑی غمگسار کو داعیِ اجل کے سپرد کیا۔

حضرت خدیجہؓ کی قبر جحون میں ہے، اور زیارت گاہِ خلائق ہے۔(۱)

حضرت خدیجہؓ کی وفات سے تاریخ اسلام میں آزمائشی دور کا آغاز ہوا، یہی وہ دور ہے جو اسلام کا سخت ترین زمانہ ہے اور خود آنحضرت ﷺ اس سال کو ''عام الحزن'' (غم کا سال) کہا کرتے تھے، کیونکہ ان کے اٹھ جانے کے بعد قریش نہایت بے رحمی اور بیبا کی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستاتے تھے، اسی زمانے میں آپؐ اہل مکہ سے ناامید ہو کر طائف تشریف لے گئے تھے۔

ازواجِ مطہراتؓ میں حضرت خدیجہؓ کو بعض خصوصیتیں حاصل ہیں، وہ آنحضرت ﷺ کی پہلی بیوی ہیں، وہ جب عقد نکاح میں آئیں تو ان کی عمر چالیس برس تھی، لیکن آنحضرت ﷺ نے ان کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت ابراہیمؑ کے سوا آپ ﷺ کی تمام اولاد انہی سے پیدا ہوئی۔

امّ المومنین حضرت خدیجہؓ کی عظمت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب فرائضِ نبوی ادا کرنا چاہے تو فضائے عالم سے ایک آواز بھی آپ کی تائید میں نہ اٹھی۔

کوہِ حرا، وادیِ عرفات، جبل فاران غرض تمام جزیرۃ العرب آپ کی آواز پر ایک پیکر تصویر بنا ہوا تھا، لیکن اس عالمگیر خاموشی میں صرف ایک آواز تھی جو فضائے مکہ میں تموج پیدا کر رہی تھی۔ یہ آواز حضرت خدیجہؓ کے قلب مبارک سے بلند ہوئی تھی، جو اس ظلمت کدۂ کفر میں انوارالٰہی کا دوسرا تجلی گاہ تھا۔(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نبوت کی صدا بلند کی تو سب سے پہلے ان ہی نے اس پر ''لبّیک'' کہا، آنحضرت ﷺ اور اسلام کو ان کی ذات سے جو تقویت تھی، وہ سیرت نبوی ﷺ کے ایک ایک صفحے سے نمایاں ہے، ''سیرت ابن ہشام'' میں ہے:

---

(۱) ابنِ سعد/ الطبقات الکبریٰ ۸/ ۱۰

(۲) سعید انصاری، مولانا/ سیر الصحابیات، ۶/ ۲۸

"و كانت له وزير صدق على الاسلام". (۱)
وہ اسلام کے متعلق آنحضرت ﷺ کی سچی مشیر کار تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ سے بے انتہا محبت تھی، آپؐ نے ان کی زندگی تک دوسری شادی نہیں کی، ان کی وفات کے بعد آپؐ کا معمول تھا کہ جب گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپؐ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی سہیلیوں کے پاس گوشت بھجواتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ گو میں نے حضرت خدیجہؓ کو نہیں دیکھا۔ لیکن مجھے جس قدر ان پر رشک آتا تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اس پر آپؐ کو رنجیدہ کیا، لیکن آپؐ نے فرمایا کہ "خدا نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے"۔ (۲)

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد ایک موقع پر ان کی بہن ہالہ آنحضرت ﷺ سے ملنے آئیں اور اندر آنے کی اجازت مانگی، ان کی آواز حضرت خدیجہؓ سے ملتی تھی، آپؐ کے کانوں میں ان کی آواز پڑی تو حضرت خدیجہؓ یاد آ گئیں اور آپ جھجک اٹھے، اور فرمایا کہ "ہالہ ہوں گی" حضرت عائشہؓ بھی موجود تھیں، ان کو نہایت رشک ہوا۔

"استیعاب" میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے تصدیق کی، جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں، جب کوئی میرا مددگار نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی" "اور میری اولاد ان ہی سے ہوئی"۔ (۳)

(۱) ابنِ ہشام/ السیرۃ النبویہ ۱۹۵۵ء، ۱/ ۴۲۶، الذہبی/ سیر اعلام النبلاء ۱۹۸۲ء، ۲/ ۱۱۴

(۲) مسلم/ الجامع الصحیح، قاہرہ، تحقیق محمد فوأد عبدالباقی، ۱۹۵۵ء، (رقم الحدیث ۲۴۳۲) باب فضائل خدیجہؓ، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۱۱۰

(۳) احمد ابن حنبل/ المسند، قاہرہ، مطبعۃ المیمنیہ، ۱۳۱۳ھ، ۶/ ۱۱۷، ۱۱۸، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۱۱۷

نتائج واثرات

امّ المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے اپنا عالم شباب گزارا تھا اور ان کے انتقال تک آپ ﷺ نے کسی دوسری خاتون کو شرف زوجیت بخشنے کے بارے میں سوچا تک نہ تھا۔

جب حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ان کی شادی ہوئی، اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی،۔ وہ اس سے قبل دو بار بیوہ ہو چکی تھیں اور صاحبِ اولاد تھیں۔ شادی کے وقت حضور اکرم ﷺ کی عمر پچیس سال تھی، لیکن عمر اور ازدواجی حالت کا یہ فرق اس مقدس جوڑے کے باہمی جذبات، خلوص و محبت میں حائل نہ ہو سکا۔

علّامہ محمد علی صابونی رسول اکرم ﷺ کی امّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ شادی کی حکمت اور اس کے اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"وقد اختارها صلوات اللّٰہ علیه لسداد رأیه ووفرة ذکائها وکان زَوَاجُهٗ بِهَا زَوَاجًا حَکِیْمًا مُوَفَّقًا لِاَنَّهٗ کَانَ زَوَاجَ الْعَقْلِ لِلْعَقْلِ وَلَمْ یَکُنْ فَارِقُ السِّنِّ بَیْنَهُمَا بِالْاَمْرِ الَّذِیْ یَقِفُ عَقَبَةً فِیْ طَرِیْقِ الزَّوَاجِ لِاَنَّهٗ لَمْ یَکُنِ الْغَرْضُ مِنْهُ قَضَاءَ (الْوَطَرِ وَالشَّهْوَةِ) وَ اِنَّمَا کَانَ هَدْفًا اِنْسَانِیًّا سَامِیًا فَمُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ هَیَّاءَهُ اللّٰهُ لِحَمْلِ الرِّسَالَةِ وَتَحَمُّلِ اَعْبَاءِ الدَّعْوَةِ وَقَدْ یَسَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهٗ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ التَّقِیَّةَ النَّقِیَّةَ الْعَاقِلَةَ الذَّکِیَّةَ لِتُعِیْنَهٗ عَلَی الْمُضِیِّ فِیْ تَبْلِیْغِ الدَّعْوَةِ وَنَشْرِ الرِّسَالَةِ وَهِیَ اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ مِنَ النِّسَآءِ." (۱)

حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو ان کی اصابتِ رائے اور ذہانت وفطانت کی وجہ سے منتخب کیا تھا۔ حضور اکرام ﷺ کی ان سے شادی ایک حکیمانہ شادی تھی، عمر کا فرق اس رشتے کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ اس لیے نہ بن سکا کہ اس شادی کا مقصد تکمیلِ شہوت نہ

---

(۱) محمد علی الصابونی / شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسولؐ، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ص ۱۱

تھا بلکہ یہ شادی عظیم انسانی مقاصد کی خاطر عمل میں آئی تھی۔

محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت کا بارگراں اٹھانے اور تبلیغ کی کٹھن ذمّے داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تیار کیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے لیے اس پاک باز، عفت مآب، فطین اور عقلمند خاتون کے ساتھ زندگی گزارنا آسان بنا دیا تاکہ وہ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں آپؐ کی مدد کر سکیں، یہی وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کو عورتوں میں سب سے پہلے قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔

بعثت کے بعد حضور اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ جدوجہد کے ایک ایک مرحلے پر اس شادی کی برکتیں پوری آب وتاب کے ساتھ عیاں نظر آئیں۔

امّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اپنی ذہانت وفطانت اور خلوص وجاں نثاری کے سبب حضور اکرم ﷺ کے دل میں وہ مقام حاصل کیا تھا جو اور کسی کو حاصل نہ ہوا۔

حضرت عائشہ صدّیقہؓ کے قول کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ میں سے سوائے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے کسی کے متعلق ان کے دل میں جذبات رقابت پیدا نہیں ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ کو انہوں نے دیکھا تک نہ تھا لیکن حضور اکرم ﷺ ان کا ذکر اس کثرت سے فرمایا کرتے تھے کہ ایک روز جذبۂ رقابت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کے بارے میں یہ الفاظ کہہ دیئے: ''حضرت خدیجہؓ ایک عمر رسیدہ خاتون ہی تو تھیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کا نعم البدل عطا فرما دیا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا اشارہ اپنی ذات کی طرف تھا، حضور اکرم ﷺ نے یہ الفاظ سنے تو آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں، خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا نعم البدل عطا نہیں فرمایا، وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب دوسرے لوگوں نے کفر کیا۔ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب دوسرے لوگ میری تکذیب کر رہے تھے۔

انہوں نے اس وقت اپنے مال سے میری مدد کی جب دوسرے لوگ میری مدد نہیں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دیگر عورتوں کے برعکس ان کے بطن سے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ (۱)

رسوائے زمانہ آریہ سماج لیڈر راج پال جس نے بدنام زمانہ کتاب ''رنگیلا رسول'' لکھ کر

(۱) الازہری/ضیاء النبی ﷺ، ۷/۴۹۲

رسالت مآب ﷺ کی نجی زندگی کو موضوع بحث بنایا۔اس نے آپ ﷺ کی تعدّدِ ازواج پر نہ صرف تنقید کی بلکہ انتہائی گستاخی کے انداز میں آپ ﷺ پر (نعوذ باللہ) شہوت پرستی کے الزامات عائد کیے۔(۱)

یہی رسوائے زمانہ مصنف باوجود تمام تر گستاخیوں کے سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ رسالتِ مآب ﷺ کی شادی اور آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے متعلق اعترافِ حقیقت کے طور پر لکھتا ہے:''محمد ﷺ کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا، یہاں تو آریہ سماجیوں کو ماننا پڑے گا کہ محمد ﷺ نے شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرد رہ کر گزارا،محمد برہمچاری تھے اوران کا حق تھا کہ وہ شادی کریں۔(۲) وہ یہ بھی مانتا ہے کہ:''محمد برہمچاری تھے،انہوں نے پچیس برس کی عمر تک شادی نہیں کی اور عالم جوانی کے تموّجات کے باوجود بدکاری سے بچے رہے۔(۳)

مخالف کو یہ بھی تسلیم ہے کہ''میعاد خانہ داری کے پچیس برس محمد ﷺ ایک ہی بیوی پر قانع رہے، اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھی، اس بوڑھی خاتون سے محمد ﷺ کی نبھ گئی،یہ بات محمد ﷺ کی پاکیزہ خاطری پر دلالت کرتی ہے۔(۴)

متعصب مغربی سیرت نگار ولیم میور (William Muir) رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ زندگی اور عفت وعصمت کے متعلق رقم طراز ہے:

"A very hostile critic, admits: All authorities agree in ascribing to the youth of Mahomet a modesty of deportment and purity of manners rare among the people of Mecca."(5)

باہمی معاشرت میں حیا اور طور اطوار میں پاکیزگی، جو اہلِ مکہ میں نایاب تھی، محمد ﷺ کی جوانی سے منسوب کرنے میں تمام مستند اہل علم کا اتفاق ہے۔

---

(۱) ثناءاللہ امرتسری،مولانا/مقدس رسول ﷺ،لاہور،مطبوعہ عبداللہ اکیڈمی،ص ۱۰۰

(۲) ثناءاللہ امرتسری/مقدس رسول ﷺ،ص ۳۹

(۳) حوالہ سابقہ ص ۳۹

(۴) ایضاً مقدس رسول صفحہ ۳۹

(5) William Muir/The Life of Mahomet, London. 1861, Vol.2-P:14

زوجۂ رسول ﷺ، امّ المومنین
حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا نام سودہ ہے، قبیلہ عامر بن لُوی سے تعلق رکھتی تھیں، جو قریش کا ایک نامور قبیلہ تھا، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: سودہ بنتِ زمعہ، بن قیس، بن عبد شمس، بن عبدوُد، بن نصر، بن مالک، بن حسل، بن عامر بن لُوی، آپ کی والدہ کا نام شموس تھا، یہ مدینے کے خاندان بنونجار سے تعلق رکھتی تھیں، ان کا پورا نام ونسب یہ ہے، شموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن فراش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجّار۔(۱)

❁❁

(۱) ابنِ ہشام/ السیرۃ النبویہ ۳/ ۴۲۳، ابن سعد/ الطبقات الکبریٰ ۸/ ۵۲۔۵۸، خلیفہ بن خیاط/ طبقات خلیفہ، ریاض، تحقیق اکرم ضیاء العمری، دار طیبہ، ۱۹۸۲ء، ص ۳۲۵، ابن قتیبہ/ المعارف ۱۳۲، ۲۸۴، ۴۴۲، ابن عبدالبر/ الاستیعاب ۴/ ۱۸۶۷، ابن اثیر (مجدالدین) جامع الاصول ۹/ ۱۴۵، ابن اثیر (عزالدین) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۷/ ۱۵۷، الذہبی/ سیراعلام النبلاء ۲/ ۲۶۵۔۲۶۹، ابن کثیر/ السیرۃ النبویہ ۲/ ۱۴۲۔ ۱۴۵، ابن حجر عسقلانی/ تہذیب التہذیب، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۵ھ، ۱۲/ ۴۲۶، ۴۲۷، الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۱۲/ ۳۲۳، ابن سید الناس/ عیون الاثر، بیروت، دارالمعرفہ، ۲/ ۳۰۰۔ ابن العماد الحنبلی/ شذرات الذہب ۱/ ۳۴، ۶۰، الشامی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۱۹۸۔۲۰۰، (مزید مفصل حالات کے لیے دیکھئے اس موضوع پر لکھی گئی مستقل کتب:) عائشہ بنت عبدالرحمٰن/ نساء النبی ﷺ قاہرہ، ۱۹۷۳ء، سنیۃ قراعۃ/ نساء النبی ﷺ، قاہرہ ۱۹۵۷، وداد سکاکینی/ امہات المومنین، قاہرہ ۱۹۶۹ء، محبّ الطبری/ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، حلب ۱۹۴۶ء، الصواف، محمد محمود/ زوجات الرسول الطاہرات، بیروت ۱۹۷۴ء، طنطاوی جوھری/ السرالعجیب فی حکمۃ تعدد ازواج النبی ﷺ، بیروت ۱۹۷۴ء، انصاری سعید احمد/ سیر الصحابیات ۶/ ۳۱۔۳۵، کاندھلوی، محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۳۸۷، ۳۸۸، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۵ء، ۱۱/ ۴۴۱۔۴۴۳۔ شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ ۲/ ۲۳۹، قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۶۲۔

دعوتِ اسلام کے ابتدائی ایام میں مشرف بہ اسلام ہوئیں (۱) ذہبی کے مطابق حضرت خدیجہؓ کے بعد ایمان لانے والی آپ پہلی خاتون ہیں۔ ان کے قبولِ اسلام کے ساتھ ہی ان کے شوہر سکران بن عمرو بھی اسلام لائے۔

اس بناء پر ان کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے، حبشہ کی ہجرتِ اولیٰ کے وقت تک حضرت سودہؓ اور ان کے شوہر مکے ہی میں مقیم رہے، لیکن جب مشرکین کے ظلم وستم کی کوئی انتہا نہ رہی اور مہاجرین کی ایک بڑی جماعت ہجرت کے لیے آمادہ ہوئی تو اس میں حضرت سودہؓ اور ان کے شوہر بھی شامل ہو گئے۔ کئی برس حبشہ میں رہ کر مکے واپس آئیں، اور سکرانؓ نے کچھ دن کے بعد وفات پائی۔

ازواجِ مطہراتؓ میں یہ فضیلت صرف حضرت سودہؓ کو حاصل ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد سب سے پہلے وہی رسول اللہ ﷺ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔

امّ المومنین حضرت سودہؓ کا نکاح رمضان ۱۰ نبوی ﷺ میں ہوا، چونکہ ان کے اور امّ المومنین حضرت عائشہؓ کے نکاح کا زمانہ قریب قریب ہے۔

اس لیے مورخین میں اختلاف ہے کہ کس کو تقدم حاصل ہے، ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سودہؓ کو تقدم ہے اور عبداللہ بن محمد بن عقیل حضرت عائشہؓ کے نکاح کو مقدم سمجھتے ہیں۔ (۲)

۱۳ نبوی ﷺ میں جب آپؐ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت زیدؓ ابن حارثہ کو مکے بھیجا کہ حضرت سودہؓ وغیرہ کو لے کر آئیں۔

چنانچہ وہ اور حضرت فاطمۂ زہراؓ حضرت زید کے ہمراہ مدینہ آئیں۔ ۱۰ ہجری میں جب آنحضرت ﷺ نے حج کیا تو حضرت سودہؓ بھی ساتھ تھیں، ایک موقع پر ازواجِ مطہراتؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں، انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سب سے پہلے کون مرے گا۔

آپؐ نے فرمایا کہ جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہے۔ لوگوں نے ظاہری معنیٰ سمجھے، ہاتھ

---

(۱) الذہبی/ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۶۵

(۲) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۳۶-۳۹، جبکہ سیرت نگاروں کی غالب اکثریت کے مطابق صحیح اور راجح قول یہی ہے کہ حضرت سودہؓ کا نکاح پہلے ہوا۔ زرقانی/ شرح مواہب اللدنیہ ۳/ ۲۶۰

ناپے گئے تو سب سے بڑا ہاتھ حضرت سودہؓ کا تھا، لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی بڑائی سے آپ کا مقصد سخاوت اور فیاضی تھا۔ واقدی نے حضرت سودہؓ کا سال وفات ۵۴ھ بتایا ہے۔(۱) لیکن اکثر کی روایت یہ ہے کہ ان کا انتقال حضرت عمرؓ کے اخیر زمانۂ خلافت میں ہوا۔(۲)

حضرت عمرؓ نے ۲۳ھ میں وفات پائی ہے، اس لیے حضرت سودہؓ کی وفات کا سال ۲۲ھ ہوگا "تاریخ خمیس" میں یہی روایت ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، اسے امام بخاری، ذہبی، جزری ابن عبدالبر اور خزرجی نے اختیار کیا ہے۔(۳)

حضرت سودہؓ سے پانچ حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے بخاری میں ایک ہے، صحابہؓ میں حضرت ابنِ زبیرؓ اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن (بن اسعد بن زرارہ) نے ان سے روایت کی ہے۔(۴)

امّ المومنین حضرت عائشہؓ کا بیان ہے:

"مامن النّاس امرأة احبّ الی ان اکون فی مسلاخها من سودة"(۵)

سودہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی۔

اطاعتِ نبوی ﷺ اور فرمانبرداری میں وہ تمام ازواج مطہراتؓ سے ممتاز تھیں، آپؐ نے "حجۃ الوداع" کے موقع پر ازواج مطہراتؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا۔ چنانچہ حضرت سودہؓ نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لیے نہ نکلیں، فرماتی تھیں کہ میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں اور اب خدا کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں

---

(۱) دیکھئے! ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۳۹، زرقانی/ شرح مواہب اللدنیہ ۳/ ۲۲۹، ابن حجر/ الاصابہ ۲/ ۳۳۹ لیکن ثقات کی روایت یہ ہے کہ ان کا انتقال حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ خلافت میں ہوا۔

(۲) زرقانی/ ۳/ ۲۲۹

(۳) ملاحظہ ہو الذہبی/ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۶۶، ۲۶۷، زرقانی/ ۲۶۳، ابن عبدالبر/ الاستیعاب ۴/ ۱۸۶۷، ابن الاثیر/ اسد الغابہ ۷/ ۱۵۷

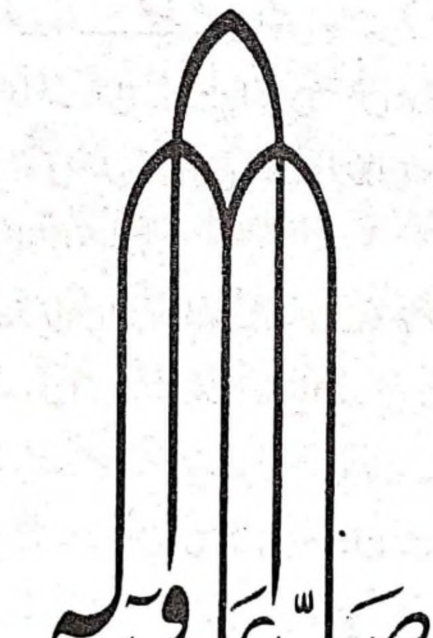
(۴) دیکھئے الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۶۶ و ۲۶۹

(۵) مسلم/ الجامع الصحیح حدیث ۱۴۶۳، باب جواز ھبتھا، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۶۶

گی۔(۱)

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ذی الحجہ ۲۳ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۲)

سخاوت اور فیاضی بھی ان کا ایک نمایاں وصف تھا، اور حضرت عائشہؓ کے سوا وہ اس وصف میں بھی سب سے ممتاز تھیں، ایثار میں بھی وہ ممتاز حیثیت رکھتی تھیں، وہ اور حضرت عائشہؓ آگے پیچھے نکاح میں آئی تھیں لیکن چونکہ ان کا سن بہت زیادہ تھا۔ اس لیے جب بوڑھی ہوگئیں، تو ان کو خیال گزرا کہ شاید آنحضرت ﷺ انہیں طلاق دے دیں، اور وہ شرف سے محروم ہو جائیں، اس بناء پر انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ صدّیقہؓ کو تفویض کر دی تھی۔(۳)



(۱) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۳۸

(۲) زرقانی/ شرح مواھب اللدنیہ ۳/ ۲۲۹

(۳) الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۶۶ ابن حجر عسقلانی/ الاصابہ ۴/ ۳۳۸، الشامی/ سبل الھدیٰ والرّشاد ۱۱/ ۱۹۹

نتائج واثرات

امّ المومنین حضرت سودہؓ کا تعلق قریش کے قبیلے بنوعبد شمس سے تھا، جس کی اسلام دشمنی کو مستشرقین جانتے بھی ہیں اور تسلیم بھی کرتے ہیں۔ یہ خاتون سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر ان کی ترغیب پر ان کے خاوند نے بھی اسلام کا طوق اپنے گلے کی زینت بنالیا۔

دین کی جو دولت انہیں نصیب ہوئی تھی، اس کی حفاظت کے لئے دونوں نے دوبار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت سکران بن عمرو کا انتقال ہوگیا تو حضرت سودہؓ بے یارومددگار رہ گئیں۔ ان حالات میں اگر وہ اپنے قبیلے میں واپس جاتیں تو اہلِ قبیلہ ان کے لیے زندگی کو اجیرن بنادیتے اور دین کی حفاظت ان کے لیے انتہائی مشکل ہوجاتی۔ اس وقت ان کی عمر پچپن سال کے قریب تھی۔ یہ عمر وہ تھی جس میں اس بات کا امکان بہت کم تھا کہ کوئی شخص ان کے ساتھ نکاح کر کے ان کو پناہ گاہ فراہم کرتا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے دین کی اس مجاہدہ کے حالات کا جائزہ لیا۔ ان کے ایثار، استقلال اور ثابت قدمی کو دیکھا اور خدا کی اس نیک بندی کو دنیا اور دین کے فتنوں سے بچانے کے لیے، اسے اپنی زوجیت میں لے لینے کا فیصلہ فرمایا۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ انتقال فرما چکی تھیں اور حضورِ اکرم ﷺ نے ابھی کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی تھی۔ اس طرح حضورِ اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کر کے ان کو پناہ مہیا فرمائی۔

ان کی قربانیوں اور ثبات واستقلال پر ان کو خراج تحسین پیش کیا، دشمنانِ دین سے ان کی جان کی بھی حفاظت فرمائی اور ان کے دین کی بھی اور اپنے اس عمل کے ذریعے انسانیت کی ایک ایسی عظیم مثال قائم کی جس کی تاثیر سے کئی لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

اگر انسان کی نیت میں فتور نہ ہو تو وہ حضور ﷺ کے اس نکاح میں آپ ﷺ کی بے نظیر عظمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے، لیکن مستشرقین کی نیت اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق لکھتے ہوئے صاف نہیں رہتی۔

یہی وجہ ہے کہ انہیں حضورِ اکرم ﷺ کی اس شادی میں بھی جنس پرستی کا جذبہ کارفرما نظر

آتا ہے۔ اگر بات وہی ہوتی جو مستشرقین کہتے ہیں تو حضور ﷺ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے انتقال کے بعد، کسی حسین وجمیل دوشیزہ کو شرفِ زوجیت عطا فرماتے۔ آپ کا پچپن سال کی ایک معمر خاتون کو شرف زوجیت کے لیے منتخب فرمانا اور حضرت عائشہ صدّیقہؓ کی رخصتی تک کا عرصہ اسی ایک معمر خاتون کے ساتھ گزارنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ کی اس شادی کا مقصد جنسی جذبات کی تسکین نہ تھا بلکہ آپؐ کے پیش نظر وہ عظیم انسانی مقاصد تھے جن کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو انسان کو حیوان ناطق سے زیادہ بھی کچھ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں۔(۱)

امّ المومنین حضرت امّ سلمہؓ سے رسالت مآب ﷺ کے نکاح میں ایک حکمت یہ تھی کہ سیّدہ خدیجہؓ کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی دیکھ بھال اور سرپرستی کے جذبے کے تحت یہ نکاح کیا اور نیز چونکہ وہ خود بیوہ اور بے سہارا تھیں، اس طرح گویا ان کی کفالت بھی مقصود تھی۔(۲)

حضرت سودہؓ پختہ عمر کی بیوہ خاتون تھیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں ہجرت سے تین سال قبل آئیں اور چار سال تک آپ ﷺ کی واحد بیوی رہیں، حضور اکرم ﷺ سے ان کے نکاح کے متعلق منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) لکھتا ہے:

"In the case of Saudah, whom he married in Mecca, the chief aim may have been to provide for the widow of a faithful Muslim."(3)

سودہ کے معاملے میں جن سے آپ ﷺ نے مکے میں نکاح کیا، اصل مقصد یہی ہوگا کہ ایک مخلص مسلمان کی بیوہ کی دستگیری کی جائے۔

امّ المومنین حضرت سودہؓ کے نکاح کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے ولیم میور (William Muir) لکھتا ہے:

"From the time of their marriage shortly after the

(۱) الازہری، پیر کرم شاہ/ ضیاء النبی ۷/۴۹۴
(۲) رفیق زکریا/ محمد اور قرآن، لاہور، فکشن ہاؤس، ۱۹۹۴ء، ص ۹۵
(3) W. Montgomery Watt 1956, P:287-

death of Khadija she continued to be for three or four years the only wife of Mahomet."(1)

So the Holy Prophet had only one wife up to the age of fifty four, and there was nothing sensual in contracting marriage with Sauda bint Zam'a.(2)

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے کچھ ہی بعد تین یا چار سال تک محمد ﷺ کی تنہا بیوی وہی رہیں۔اس طرح رسول اللہ ﷺ کی ۵۴ سال کی عمر تک ایک ہی زوجہ محترمہ رہی ہیں، نیز حضرت سودہ بنتِ زمعہؓ سے اس عقد نکاح میں کوئی خواہش نفس کارفرمانہ تھی۔



(1) William Muir/The Life of Mahomet, Vol.3rd, P:15

(2) Zafar Ali Qureshi/The Mothers of the Believers, Islamabad, National Hijra Council, 1986 P:17,

زوجۂ رسول ﷺ، امّ المومنین
حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عائشہ آپ کا نام، صدّیقہ اور حُمیرا لقب، ام عبداللہ کنیت اور امّ المومنین آپ کا خطاب ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاجبزادی ہیں، آپ کی والدہ کا نام زینب تھا، امِّ رومان کنیت تھی اور قبیلہ غنم بن مالک سے تعلق رکھتی تھیں، آپ بعثتِ نبوی ﷺ کے چار برس بعد شوّال کے مہینے میں پیدا ہوئیں، ہجرت سے تین سال قبل رسالت مآب ﷺ سے عقدِ نکاح ہوا، شوال ۱ھ میں رخصتی ہوئی، ربیع الاول ۱۱ھ میں بیوہ ہوئیں اور ۵۸ھ میں وفات پائی۔

تمام ازواجِ مطہراتؓ میں یہ شرف صرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی کنواری بیوی تھیں۔(۱)

ربیع الاول ۱۱ھ میں رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا، آپؐ ۱۳ دن علیل رہے، جن میں آٹھ دن حضرت عائشہؓ کے حجرے میں اقامت فرمائی، خلقِ عمیم کی بناء پر ازواج مطہراتؓ سے صاف طور پر اجازت نہیں طلب کی بلکہ پوچھا کہ کل میں کس کے گھر رہوں گا؟ دوسرا دن (دوشنبہ) حضرت عائشہؓ کے ہاں قیام فرمانے کا تھا، ازواجِ مطہراتؓ نے رسول اللہ ﷺ کی مرضی سمجھ کر عرض کیا کہ آپؐ جہاں چاہیں قیام فرمائیں، رسول اللہ ﷺ کو ضعف اس قدر زیادہ ہو گیا تھا کہ

---

(۱) دیکھئے: احمد ابن حنبل/ المسند ۶/ ۲۹، ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۵۸۔۸۱، ابن ہشام/ السیرۃ النبویہ ۱/ ۲۴۹، ۲۵۰، ابن معین/ التاریخ لابن معین، مکہ مکرمہ، تحقیق احمد محمد نور، ۱۹۷۹ء، ۳/ ۷۳، ۷۳۸۔ خلیفہ بن خیاط/ طبقات خلیفہ ص ۳۳۳، خلیفہ بن خیاط/ تاریخ خلیفہ، دمشق، تحقیق اکرم ضیاء العمری، مطبوعہ ۱۹۷۷ء، ۲۲۵۔ ابن قتیبہ/ المعارف ص ۱۳۴، ۱۷۶، ۲۰۸، ۵۵۰، حاکم/ المستدرک، مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۴۱ھ، ۴/ ۱۴۔ ابن حزم/ الاحکام فی اصول الاحکام، قاہرہ، مطبعۃ السعادہ ۱۳۴۷ھ، ۵/ ۹۲۔ ابونعیم اصبہانی/ حلیۃ الاولیاء، قاہرہ

چلا نہیں جاتا تھا، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ دونوں بازو تھام کر بہ مشکل حضرت عائشہؓ کے حجرے میں لائے۔

حضرت عائشہؓ کے ابواب مناقب کا سب سے زرّیں باب یہ ہے کہ ان کے حجرے کو آنحضرت ﷺ کا مدفن بننا نصیب ہوا، رسالتِ مآب ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عائشہؓ کی زندگی کا مقصدِ وحید قرآن وحدیث کی تعلیم تھا، آنحضرت ﷺ کی وفات کے دو برس بعد ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا اور حضرت عائشہؓ کے لیے یہ سایہ شفقت بھی باقی نہ رہا۔(۱)

❀❀

ابن اثیر (عزالدین) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۷/ ۱۸۸، الذہبی/ تذکرۃ الحفاظ، حیدرآباد دکن، مجلس دائرہ معارف عثمانیہ ۱۳۷۵ھ، ۲۷، الذہبی دول الاسلام، حیدرآباد دکن، دائرہ معارف عثمانیہ، ۱۳۳۷ھ، ۱/ ۲۹۔ الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۱۳۵۔۲۰۱، (انتہائی مفصل ومبسوط تذکرہ) ابن کثیر/ البدایہ والنہایہ ۸/ ۹۱۔۹۴، ابن کثیر/ السیرۃ النبویہ ۲/ ۱۳۹۔۱۴۴، خلیل الصفدی/ الوافی بالوفیات، بیروت، دارالنشر ۱۹۸۶ء، ۱۶/ ۵۹۷۔ جلال الدین السیوطی/ طبقات الحفاظ، بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۹۸۳ء، ص ۱۶، ۱۵۹۷ ابن قیم الجوزی/ اعلام الموقعین، مصر، مطبعۃ السعادہ ۱۳۷۴ھ، ۱/ ۲۰۔ الصالحی الشامی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۱۶۴۔۱۸۳، ابن حجر عسقلانی/ تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۳۳۔۴۳۶، ابن حجر/ الاصابہ ۱۳/ ۳۸، المتقی الھندی/ کنز العمال ۱۳/ ۶۹۳، زرقانی/ شرح مواہب۔ ۳/ ۲۲۹۔ ۲۳۶، ابن العماد الحنبلی / شذرات الذہب ۱/ ۹، ۶۱۔۶۳، عباس محمود عقاد/ الصدیقہ بنت الصدیق ؓ قاہرہ، ۱۹۴۹ء، الذہبی/ اخبار ام المومنین عائشہ، دمشق، ۱۹۴۵، محمد کامل حسن/ عائشہ بنت الصدیق، بیروت، ۱۹۷۷ء، صلاح الدین المنجد/ مجموعۃ خطب ام المومنین عائشہؓ، بیروت ۱۹۸۱ء، عائشہ عبدالرحمٰن/ نساء النبی ﷺ، مصر، ۱۹۷۳ء، سنیہ قراعۃ/ نساء النبی ﷺ قاہرہ ۱۹۵۷ء، محبّ الطبری/ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، حلب، ۱۹۴۶ء، وداد سکاکینی/ امہات المومنین، قاہرہ، ۱۹۶۹ء، الصواف، محمد محمود/ زوجات الرسول الطاہرات، بیروت ۱۹۷۴ء۔ سعید احمد انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۳۶۔ ۴۶، کاندھلوی، مولانا ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۳۸۹۔۴۲۴، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۲/ ۷۰۔ ۷۱۳ سید سلیمان ندوی/ سیرت عائشہ، اعظم گڑھ، انڈیا ۱۳۷۲ھ، شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ ۲/ ۲۴۰، ۲۴۱، قاضی سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۶۴۔۱۷۱۔

(۱) سعید احمد انصاری/ سیر الصحابیات ص ۴۰

آپ اخلاق وکردار کی پاکیزگی، زہد وورع، جود وسخا، راست گفتاری، شیریں کلامی، فصیح وبلیغ طرزِ ادا، ژرف نگاہی، دقیقہ سنجی، زبردست حافظہ، ملکۂ استنباطِ مسائل وحل مشکلات، مجتہدانہ بصیرت وعلمی فیضان میں اپنے معاصرین سے ممتاز تھیں، علم تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف واخلاق، سیر وتاریخ اور شعر وادب ہر گوشہ وشعبۂ علم میں ائمۂ فن آپ کی عبقریت وعظمت اور جلالت وامامت کے معترف نظر آتے ہیں۔

آپ کا بچپن حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آغوش میں گزرا جن کا دولت کدہ دور جاہلی اور ابتدائے عہد اسلامی میں مادی وروحانی غزاء کا مرکز تھا، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے!

''حضرت ابوبکرؓ کے دولت کدے سے قریش دوگونہ صفات علم وطعام کی وجہ سے مانوس تھے، چنانچہ وہ جب اسلام لائے تو ان کے ساتھ جن کا اٹھنا بیٹھنا تھا، وہ سب مسلمان ہوگئے۔(۱)

عنفوان شباب کا زمانہ کاشانۂ نبویؐ میں بسر ہوا، جو اسلام کی دعوت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وہدایت کا معدن وسرچشمہ تھا۔ رسالت مآب ﷺ کے وصال کے بعد بقیہ زندگی یادِ الٰہی اور علم ودین کی خدمت میں گزری، انہی وجوہ کی بناء پر مورخین وتذکرہ نگاروں نے آپ کا تذکرہ نہایت شاندار الفاظ میں کیا ہے۔

چنانچہ مورخ اسلام علاّمہ شمس الدین ذہبی (المتوفیٰ ۷۴۸ھ) حسب ذیل الفاظ سے آپ کے تذکرے کا آغاز کرتے ہیں:

''امّ المومنین، عائشہؓ دختر امام صدّیقِ اکبر، خلیفۂ رسول اللہ ﷺ ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان ام المومنین زوجۂ نبی ﷺ خواتین اُمت میں مطلقاً سب سے بڑھ کر فقیہہ تھیں، علی الاطلاق۔ (مصدر سابق ۲/ ۱۴۰) علامہ ذہبی نے اپنی دوسری تصنیف ''دُول الاسلام (۱/ ۱۲۹)'' میں ''وہ خواتین میں سب سے بڑھ کر عالمہ تھیں''، کے الفاظ لکھے ہیں۔(۲)

علاّمہ شمس الدین ذہبی طبقۂ اولیٰ کے حفاظ حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا شمار

---

(۱) الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۱۴۰

(۲) الذہبی/ دول الاسلام، قاہرہ، تحقیق فہیم محمد شلتوت، ۱۹۷۴ء، ۱/ ۱۲۹

کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

''اُم عبداللہ، محبوبۂ رسول اللہ ﷺ بنت خلیفۂ رسول اللہ ﷺ، بلند ترین فقہائے صحابہؓ میں تھیں۔(۱)

ابواسحاق الشیر ازی المتوفی ۴۷۴ھ نے ''طبقات الفقہاء'' میں جلیل القدر مجتہدین صحابہؓ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔(۲)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا شمار ان بلند پایہ راویان صحابہؓ میں کیا گیا ہے جن کے سینوں میں احادیث رسول اللہ ﷺ کا ذخیرہ سب سے زیادہ محفوظ تھا، بکثرت فتوے ان سے منقول ہیں، نیز وہ پیش آمدہ مسائل کے حل میں بہت ممتاز تھے۔ چنانچہ علامہ علی ابنِ حزم اندلسی المتوفی ۴۵۶ھ ''الاحکام فی اصول الاحکام'' میں رقم طراز ہیں:

''صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین میں جن سے بکثرت فتوے منقول ہیں، ان میں اُمّ المومنین، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے فرزند عبداللہؓ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عبداللہ بن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ ہیں۔ یہ وہ صحابہؓ ہیں کہ اگر ان میں سے ہر ایک صحابی کے فتوے جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم ''کتاب الفتاویٰ'' تیار ہو سکتی ہے۔(۳)

اسی مجتہدانہ صفت کی بناء پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرجع خلائق بنی ہوئی تھیں۔ چنانچہ صحابۂ کرامؓ دینی اُمور میں ان سے مشورہ کرتے اور مشکل مسائل ان سے پوچھتے، ان کی رائے و فتوے پر عمل کرتے تھے، چنانچہ صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے:

''ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ آیا ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کے متعلق پوچھا، ان کے پاس علمی حل پایا۔(۴)

(۱) الذہبی/ تذکرۃ الحفاظ، حیدر آباد دکن، تحقیق عبدالرحمٰن الیمانی، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۳۷۷ھ۔ ۳/ ترجمہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۲) الشیر ازی/ طبقات الفقہاء، بیروت، تحقیق احسان عباس، ۱۹۸۱ء، ص ۱۷

(۳) ابن حزم/ الأحکام، قاہرہ، مطبعۃ السعادہ، ۱۹۴۷ھ، ۹۲/۵

(۴) ابن سعد/ الطبقات ۶۵/۸

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نامور تلمیذ مسروق بن اجدع کا بیان ہے:

''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرائض کے مسائل پوچھتے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا ہے۔(۱)

خلیل الصفدی کی کتاب ''الوافی بالوفیات'' میں امام زہریؒ کا بیان ہے:

''تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بلکہ جملہ خواتین کا علم اگر جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم سب سے افضل ہوگا۔(۲)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شخصیت علمی حیثیت سے بہت بلند اور جامع تھی، عہد رسالت میں ایسی جامع حیثیت شخصیت کوئی نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف واخلاق، سیر وتاریخ اور شعر وادب ہر شعبۂ علم میں ائمۂ فن آپ کی گراں قدر معلومات اور افکار ونظریات سے بحث کرتے ہیں۔ جو ان کی عبقریت اور اسلامی علوم وفنون کی تاسیس میں ان کی مساعی جمیلہ کی شاہد عدل ہے۔

علوم نبویؐ کی ترویج واشاعت اور حضرت عائشہؓ کا کردار

قرآن وسنّت کی ترویج واشاعت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا کردار ومرتبہ بہت بلند ہے بکثرت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روایت کرنے والوں میں حضرت ابوہریرہؓ کے بعد حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام آتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے کل تین ہزار تین سوستّر (۳،۳۷۰) احادیث روایت کی گئی ہیں اور ان کے تلامذہ کی تعداد بھی حضرت عائشہؓ کے تلامذہ سے زیادہ ہے، فرق یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا ممتاز مجتہدین صحابہؓ میں شمار نہیں۔

حضرت عائشہؓ سے ''صحاح ستّہ'' میں روایت کرنے والے تلامذہ کی تعداد ۲۲۴ ہے، ان میں سب سے زیادہ روایت کرنے والے مندرجہ ذیل تلامذہ ہیں:

(۱) عروہ بن زبیر المتوفی ۹۳ھ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے راست ایک ہزار پچاس

(۱) احمد ابن حنبل/ المسند ۶/ ۶۷

(۲) الصفدی/ الوافی بالوفیات، ۱۶/ ۵۹۷

احادیث روایت کی ہیں۔

(۲) اسود بن یزید بن قیس نخعی کوفی المتوفیٰ ۷۵ھ نے ایک سوسترہ احادیث روایت کی ہیں۔

(۳) ابراہیم بن یزید بن قیس نخعی کوفی المتوفی ۹۶ھ نے سات سوستائیس حدیثیں روایت کی ہیں۔

(۴) قاسم بن محمد بن ابی بکر المتوفی ۱۰۶ھ نے ایک سوسینتیس حدیثیں روایت کی ہیں۔

(۵) عمرہ بنتِ عبدالرحمٰن انصاریہ نے بہتّر احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت عائشہؓ کے ذخیرۂ احادیث میں ایک سوچہتّر حدیثیں متفق علیہ ہیں۔امام بخاری اورامام مسلم دونوں نے انہیں اپنی کتاب کی زینت بنایا اور چوّن روایتیں ایسی ہیں جنہیں امام بخاری نے صحیح بخاری میں نقل کیا اورانہتّر روایتیں ایسی ہیں جنہیں امام مسلم نے صحیح مسلم میں نقل کیا ہےاور بقیہ روایات سنن اربعہ میں منقول ہیں۔(۱)

مکثرین صحابہؓ (بکثرت روایت کرنے والے صحابہؓ) واکابر تابعین کم وبیش حضرت عائشہؓ کے شاگرد تھے۔اس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن وسنّت کی اشاعت اور فقہائے کرامؒ کی تعلیم وتربیت میں حضرت عائشہؓ کی خدمات حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی خدمات کے ہم پایہ ہیں۔اس امر کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خواتین میں حضرت عائشہؓ کی تین خاتون شاگرداؤں سے بڑھ کر کوئی عالمہ وعلاّمہ نہ تھیں،چنانچہ مورخ کبیر حافظ ابن کثیر ''البدایہ والنّہایہ''میں رقمطراز ہیں:

عورتوں میں حضرت عائشہؓ کی شاگرداؤں میں عمرہ بنتِ عبدالرحمٰن، حفصہ بنت سیرین، اور عائشہ بنتِ طلحہ سے زیادہ علم رکھنے والی کوئی اور خاتون نہ تھی۔

حضرت عائشہؓ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے معاصرین پر علمی گرفتیں کیں، ان کی تصحیح کی،ان پراستدراک کیا؛چنانچہ ابنِ کثیر نے لکھا ہے:

''اُم المومنین حضرت عائشہؓ بعض مسائل میں صحابہ کرامؓ سے منفرد ہیں، جوان کے سوا کسی اور کے پاس نہیں مل سکتے۔ان کے بعض مختار مسائل ہیں جن میں وہ منفرد ہیں۔(۲)

(۱) الذہبی/سیر أعلام النبلاء ۲/ ۱۳۹

(۲) ابن کثیر/ البدایہ والنہایہ،مصر،مطبعۃ السعادہ،۱۳۵۸ھ،۸/ ۹۲

مرویاتِ عائشہؓ کی تدوین......پہلی صدی ہجری میں

حضرت عائشہؓ کی روایات پہلی صدی ہجری میں قیدِ تحریر میں آ گئی تھیں، چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جن کا دورِ خلافت ۹۹ تا ۱۰۱ ہے، قاضی مدینہ ابوبکر بن محمد بن حزم المتوفیٰ ۱۱۷ھ کو فرمان شاہی بھیجا تھا کہ جو ذخیرۂ حدیث بہ روایات عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ المتوفاۃ ۹۸ھ عن عائشہؓ آپ کے پاس محفوظ ہے، قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں، اسی طرح کا فرمان قاسم بن محمد ۱۰۷ھ کو بھیجا تھا۔

حضرت عائشہؓ کے تلامذہ کی کثرت پھر تلامذہ کی جلالتِ قدر و شان تفقہہ واجتہاد اور حضرت عائشہؓ کی روایات کی کتابی صورت میں تدوین کا راز یہ تھا کہ انہوں نے رسالت مآب ﷺ کے پاکیزہ علم سے اپنے قلب ونظر کو ایسا منور کیا تھا کہ اس سے روشنی حاصل کرنے کا ہر محدث وفقیہہ محتاج تھا۔ حضرت عائشہؓ کی عظمت وجلالت علمی ان کی شہرت وقبولیت کی ایک بڑی وجہ یہی علم تھا، چانچہ علاّمہ ذہبی نے لکھا ہے:

"حضرت عائشہؓ نے رسالت مآب ﷺ سے بہت زیادہ پاکیزہ وبابرکت علم نقل کیا ہے۔"

انہی وجوہ سے حضرت عائشہؓ کی فضیلت وبرتری سب پر عیاں ہے، صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے:

مردوں میں بہت کامل ہوئے ہیں، لیکن عورتوں میں مریم بنتِ عمران، اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا کوئی کامل نہیں ہوئی۔ عورتوں پر حضرت عائشہؓ کی فضیلت ایسی ہے، جیسے ثرید کی فضیلت بقیہ کھانوں پر۔

امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا شمار مجتہدین صحابہؓ میں ہوتا ہے، اور اس حیثیت سے وہ اس قدر بلند مرتبے کی حامل ہیں کہ بلا تکلف ان کا نام حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ وہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتوے دیتی تھیں، اور اکابر صحابہؓ پر انہوں نے جو دقیق اعتراضات کیے ہیں، ان کو علاّمہ سیوطی نے ایک رسالے میں جمع کر دیا ہے، اس رسالے کا نام "عین

الاصابه فی ماستدرکته عائشہؓ علی الصحابه" ہے۔

حضرت عائشہؓ مکثرین صحابہ میں داخل ہیں، ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں، جن میں ۱۷۴ حدیثوں پر شیخین نے اتفاق کیا ہے، امام بخاریؒ نے منفرداً ان سے ۵۴ حدیثیں روایت کی ہیں، ۶۸ حدیثوں میں امام مسلمؒ منفرد ہیں، بعض علماء کا قول ہے کہ احکام شرعیہ میں سے ایک چوتھائی علم ان سے منقول ہے۔

علم کلام کے متعدد مسائل ان کی زبان سے ادا ہوئے ہیں، چنانچہ رؤیتِ باری، علم غیب، عصمتِ انبیاء، معراج، ترتیب خلافت اور سماعِ موتیٰ وغیرہ کے متعلق انہوں نے جو خیالات ظاہر کیے ہیں، انصاف یہ ہے کہ ان میں ان کی دقت نظر کا پلّہ بھاری نظر آتا ہے۔ علم اسرارالدین کے متعلق بھی ان سے بہت سے مسائل مروی ہیں، چنانچہ قرآن مجید کی ترتیب نزول، مدینہ میں کامیابی اسلام کے اسباب، غسلِ جمعہ، نمازِ قصر کی علت، صوم عاشورہ کا سبب، حج کی حقیقت اور ہجرت کے معنیٰ کی انہوں نے خاص تشریح بیان کی ہیں۔

تاریخ عرب میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں، عرب جاہلیت کے حالات ان کے رسم ورواج، ان کے انساب اور ان کی طرز معاشرت کے متعلق انہوں نے بعض ایسی باتیں بیان کی ہیں جو دوسری جگہ نہیں مل سکتیں، اسلامی تاریخ کے متعلق بھی بعض اہم واقعات ان سے منقول ہیں، مثلاً آغاز وحی کی کیفیت، ہجرت کے واقعات، واقعہ افک، نزولِ قرآن اور اس کی ترتیب، نماز کی سورتیں، رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت کے حالات، غزوۂ بدر، احد، خندق، قریظہ کے واقعات، غزوۂ ذات الرقاع میں نمازِ خوف کی کیفیت، فتح مکہ میں عورتوں کی بیعت، حجۃ الوداع کے ضروری حالات، آنحضرت ﷺ کے اخلاق وعادات، خلافت صدیقی، حضرت فاطمہؓ اور ازواجِ مطہراتؓ کا دعویٰ میراث، حضرت علیؓ، کا ملالِ خاطر اور پھر بیعت کے تمام مفصل حالات ان ہی کے ذریعے سے معلوم ہوئے ہیں۔(۱)

---

(۱) سعید احمد انصاری/ سیر الصحابیات ۶/۴۴

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یکتا و یگانہ خصوصیات و امتیازات

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مندرجہ ذیل ایسی خصوصیات حاصل تھیں جن میں امّت کا کوئی فرد ان کا سہیم و شریک نہیں، چنانچہ وہ فرماتی تھیں:

(1) فرشتہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں میری تصویر لے کر حاضر ہوا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا جب میں سات برس کی تھی۔

(۳) میں نو برس کی عمر میں آپ ﷺ کے حرم میں داخل ہوئی۔

(۴) باکرہ (کنواری) خواتین میں مجھ سے شادی ہوئی اور کسی سے نہیں۔

(۵) رسالت مآب ﷺ جب میرے ساتھ استراحت فرماتے، میرے لحاف میں وحی آتی تھی۔

(۶) میں خواتین وازواج مطہراتؓ میں آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھی۔

(۷) میری وجہ سے اُمت کو تیمّم کی رخصت ملی۔

(۸) جبریل امینؑ کو میں نے دیکھا۔

(۹) میری پاکدامنی و برأت میں دس قرآنی آیات نازل ہوئیں۔(۱)

اس کے علاوہ چند اور بھی فضیلتیں اور امتیازات آپ کو حاصل تھے۔

(۱۰) انہیں اپنی باری میں دو دن ملے تھے، اس لیے کہ اُمّ المومنین حضرت سودہؓ نے اپنی باری کا دن بھی انہیں دے دیا تھا۔

(۱۱) رسالت مآب ﷺ نے انتقال کے وقت مسواک کرنا چاہی تو آپؓ نے اسے چبا کر نرم کر کے سرکارِ دوعالمؐ کے دہن مبارک میں رکھا، اس طرح دم واپسیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لعاب دہن کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا لعاب دہن یکجا ہوا۔(۲)

(۱) الحاکم/المستدرک ۴/۱۰

(۲) ابن کثیر/البدایہ والنہایہ ۸/۹۲

(۱۲) رسالت مآب ﷺ کی وفات بھی انہی کی باری کے دن ہوئی۔

(۱۳) انہی کے حجرہ میں آپ ﷺ کی تدفین ہوئی۔

(۱۴) آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی آغوش (بین سحری ونحری) میں انتقال فرمایا۔

(۱۵) وہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئیں، ماں باپ دونوں اسلام کی دولت سے سرشار تھے۔ازواج مطہراتؓ میں یہ امتیاز بھی آپ ہی کو حاصل تھا۔

(۱۶) رسالت مآب ﷺ کے وصال کے دن ان کا گھر فرشتوں سے معمور تھا۔(۱)



❀❀

(۱) ابن کثیر/البدایہ والنہایہ ۹۲/۸

نتائج واثرات

امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ منفرد زوجہ مطہرہؓ ہیں جو نکاح کے وقت کنواری تھیں۔ باقی تمام ازواجِ مطہراتؓ میں اکثر بیوہ تھیں۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کا شرف عطا ہونے کے بنیادی سبب دو تھے۔

(۱) ایک آپ کی ذہانت، فطانت اور پاکیزگی۔

(۲) دوسرا سبب آپ کے والد ماجد سیّدنا صدّیقِ اکبرؓ کا اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ایثار و جاں نثاری۔ رسول اللہ ﷺ نے جن مختلف اسباب اور مقاصد کے تحت ایک سے زائد شادیاں کی تھیں، امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ نکاح سے وہ تمام مقاصد حاصل ہوئے۔ اس نکاح کے ذریعے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رفیقِ سفر و حضر اور مخلص ترین صحابی، افضل البشر بعد الانبیاء سیّدنا صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی رفاقت اور جاں نثاری کا سب سے بڑا صلہ، جو اس دنیا میں ممکن تھا، عطا فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کی دیگر حکمتوں میں سے یہ وہ ناقابل تردید حقیقت ہے جس کا اعتراف ولیم میور (William Muir) کو بھی ہے، چنانچہ موصوف رقم طراز ہے:

"About the same time he contracted a second marriage with Ayesha, the young daughter of Abu Bakr-a cconnection mainly designed to cement the attachment with his bosom-friend. The yet undeveloped charms of Ayesha could hardly have swayed the heart of Mahomet"(1)

قریب قریب اسی زمانے میں آپؐ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کم سن بیٹی عائشہ رضی

(1) William Muir/The Life of Mahomet, Vol. II. P:208, Zafar Ali Qureshi/The Mothers of The BeLievers, P:18

اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا، اس نکاح کا اصل مقصد درحقیقت اپنے قلبی دوست سے تعلق کو مستحکم کرنا تھا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شادی کے وقت اتنی کم سن تھیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان سے شادی کرنے میں کسی خواہش نفس کا عمل دخل ممکن ہی نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہونے کی وجہ سے کئی احکام کے نزول کا سبب بنی تھیں، جو امّت کے لے رحمت تھے۔ چنانچہ آپؓ نے دین اسلام کی تعلیم واشاعت کے لیے جو خدمات انجام دیں، وہ آپ ہی کا حصہ ہیں۔(۱)

کون ذی شعور شخص یہ تسلیم کرسکتا ہے کہ پچاس سال سے اوپر کا ایک صاحبِ اولاد آدمی اتنی کم عمر لڑکی کے ساتھ محض اپنی خواہشات کی تسکین کی خاطر نکاح کرے؟ حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخلص ترین صحابی کو شرفِ مصاہرت عطا کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گو کہ انتہائی کم عمر تھیں، لیکن نگاہِ نبویؐ نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اس بچی میں وہ تمام صفات موجود ہیں، جو دینِ اسلام کی ایک قابل فخر معلّمہ اور مبلغہ کے لیے ضروری ہیں، نگاہِ نبویؐ نے ان کی پاکیزگی فطرت اور ان کی عفت مآبی کا بھی اندازہ لگالیا تھا۔ تاریخ نے ثابت کردیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رشتے سے جو توقعات وابستہ کی تھیں، وہ کماحقہ پوری ہوئیں۔(۲)

چنانچہ امام زہری جو خود بھی اسلامی تاریخ کے عظیم المرتبت عالم اور محدث ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علمی بصیرت اور مقام کے متعلق لکھتے ہیں:

"لوجُمع علم عائشة الیٰ علم جمیع النّساء، لکان علم عائشةؓ افضل" (۳)

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم تمام عورتوں کے علم کے مقابلے میں جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ اور افضل ہوگا۔

آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔(۴)

---

(۱) زکریا ہاشم زکریا/ الاسلام والمستشر قون، بیروت، المجلس الاعلیٰ للشؤون الاسلامیہ، ۱۹۶۵ء، ص ۳۳۲

(۲) الازہری، پیر محمد کرم شاہ/ ضیاء النبی، ۷/ ۴۹۶

(۳) الہیثمی/ مجمع الزوائد ۹/ ۲۴۳، ذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۱۸۵

(۴) ذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۱۳۹

یہ تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کے سب سے بڑے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد پوری اسلامی تاریخ میں دوسرے نمبر پر ہے۔

جب کہ اسلام کی پوری تاریخ میں بشمول جملہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ اور صحابیات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے خاتم النبیین ، سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کی ترویج واشاعت میں مرکزی کردار ادا کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرنے والے صحابہؓ وصحابیاتؓ کی ایک طویل فہرست جسے علامہ شمس الدین ذہبی نے ''سیر أعلام النّبلاء'' میں ذکر کیا ہے، سے ان کی محدثانہ بصیرت اور علمی شان کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔(۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اسی علمی بصیرت اور محدثانہ شان کو دیکھتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا تھا:

"خذوا نصف دینکم عن هٰذه الحمیراء"(۲)

اپنے دین کا نصف علم اس حمیرا، (حضرت عائشہ صدیقہؓ کا لقب) سے سیکھو۔

انہی فضائل وکمالات کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت رکھتے تھے، اگر محض باکرہ ہونے کی وجہ سے محبت ہوتی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھول جاتے مگر آپ کا حال یہ تھا کہ ہمیشہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کیا کرتے تھے اور جب کبھی کوئی جانور ذبح کرتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہم نشینوں کو تلاش کرواکر ان کے پاس ہدیۃً گوشت بھیجتے، جب تک وہ زندہ رہیں، کسی اور عورت سے آپؐ نے نکاح نہیں کیا اور حضرت عائشہؓ کے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ نکاح فرمائے اور سب بیواؤں سے معاذ اللہ، اگر کوئی نفسانی خواہش ہوتی تو ایک بیوہ سے بھی نکاح نہ فرماتے، نیز امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسن وجمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہیں بڑھ کر تھیں۔

---

(۱) دیکھئے: ذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۱۳۶ تا ص ۱۳۹، ان تمام صفحات میں حضرت عائشہؓ سے روایت کرنے والے صحابہؓ وصحابیاتؓ کی ایک طویل فہرست ہے۔

(۲) محمد محمود الصواف/ زوجات النبی الطاہرات وحکمۃ تعددھن، ص ۳۵

متعدد نکاح بالخصوص سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کی شادی کا مقصد صرف دین کی تعلیم تھا کہ جو مسائل اور احکام عورتوں سے متعلق ہیں۔

وہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے توسط سے امّت کی عورتوں تک پہنچ جائیں، ازواج مطہراتؓ گویا تھیں، حقیقت میں مدرسۃ النّسواں کی طالبات تھیں۔

مسجدِ نبویؐ میں مردوں کو تعلیم دی جاتی تھی اور گھر میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ کو کیونکہ یہی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ (بالخصوص سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آئندہ چل کر امّت کی عورتوں کی معلّمات بننے والی تھیں، ہر زوجۂ محترمہ نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق علم حاصل کیا مگر امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علم وفضل اور علوم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ترویج واشاعت میں ان تمام سے آگے بڑھ گئیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے یہ تمام محاسن اور کمالات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فطرت میں ودیعت رکھے اور پھر اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ انہیں اپنی زوجیت میں لیں، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اور تربیت سے وہ فطری کمالات ظہور میں آئیں اور ان کے علم وفضل سے دنیا استفادہ کرے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اکابر صحابہؓ اور صحابیاتؓ آپ سے مستفید ہوئے۔

کیا ان تاریخی اور ابدی حقائق کے بعد بھی کسی ناقد اور معترض کے لیے یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ معاذ اللہ، یہ نکاح کسی نفسانی خواہش سے کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ نکاح خواہشِ نفسانی سے نہیں بلکہ حکمِ ربّانی اور وحی آسمانی سے کیا گیا۔ (۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح کی حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے نکاح سے عرب کے بعض بے ہودہ خیالات اور توہمات کی جو کہ درحقیقت غیر شرعی تھے، اصلاح ہوئی، گویا یہ تشریعی سبب تھا۔ چنانچہ عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہیں کرتے تھے اور اسے معیوب سمجھا جاتا تھا۔

چنانچہ جب خولہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے حیرت سے کہا کہ کیا یہ جائز ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ

(۱) کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا/ سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۳۹۳

تعالیٰ عنہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھتیجی ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا"انت اخ فی الاسلام" تم تو صرف مذہبی بھائی ہو۔

نیز اہلِ عرب شوّال میں شادی نہیں کرتے تھے، زمانۂ قدیم میں اس مہینے میں طاعون آیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں۔(۱)

گویا اس طرح اس نکاح سے غیر اسلامی رسوم وتوہمات کا خاتمہ ہوا۔

---

(۱) سعید احمد انصاری/سیر الصحابیات ۶/ ۳۸

زوجۂ رسول ﷺ، امّ المومنین
حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حفصہؓ آپ کا نام ہے، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: حفصہ بنت عمرؓ ابن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباع بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن لُوی بن فہر بن مالک۔ آپ کی والدہ کا نام زینبؓ بنتِ مظعون تھا، جو مشہور صحابی حضرت عثمانؓ بن مظعونؓ کی ہمشیرہ اور خود بھی صحابیہ تھیں، حضرت حفصہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ حقیقی بھائی بہن ہیں، آپ بعثتِ نبویؑ سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔(۱)

آپ کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے ہوا۔ جو خاندان بنو سہم سے تھے، ماں باپ اور شوہر

---

(۱) احمد ابن حنبل/ المسند ۶/ ۲۸۳، ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۸۱۔۸۶، خلیفہ بن خیاط/ طبقات خلیفہ، ص ۳۳۴، تاریخ خلیفہ، ص ۶۶، ابن قتیبہ/ المعارف ۱۳۵، ۱۵۸، ۱۸۴، ۵۵۰، الحاکم/ المستدرک ۴/ ۱۴، ۱۵، ابن حزم/ جمہرۃ انساب العرب، قاہرہ، تحقیق عبدالسلام ہارون، ۱۹۶۲ء، ص ۱۵۲۔ ابن عبدالبر/ الاستیعاب ۴/ ۱۸۱۱، ابن اثیر/ اسد الغابہ ۷/ ۶۵، ابن سید الناس/ عیون الاثر ۲/ ۳۰۳ الذہبی/ العبر فی خبر من غبر، کویت، تحقیق صلاح الدین المنجد، ۱۹۶۰ء، ۵/ ۔ الذہبی/ تاریخ الاسلام ۲/ ۲۲۷۔۲۳۱، ابن حجر عسقلانی/ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۱۲/ ۱۱۹ ابن حجر/ تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۱۱، ۴۱۲، الصالحی الشامی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۱۸۴۔ ۱۸۷، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۳۶، المتقی الھندی/ کنز العمال ۱۳/ ۶۹۷، ابن العماد/ شذرات الذہب ۱/ ۱۰، ۱۶ محب الطبری/ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، حلب ۱۹۴۶ء، وداد سکاکینی/ امہات المومنین، قاہرہ، ۱۹۶۹ء، عائشہ عبدالرحمٰن/ نساء النبی ﷺ، مصر، ۱۹۷۳ء، سدیۃ قراعۃ/ نساء النبی ﷺ، قاہرہ ۱۹۵۷، الصواف، محمد محمود/ زوجات الرسول وحکمۃ تعددھن، بیروت، ۱۹۷۴ء، طنطاوی جوہری/ السر العجیب فی حکمۃ تعدد ازواج النبی ﷺ، مطبعۃ الجمالیۃ مصر، ۱۳۳۳ھ سعید احمد انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۴۹۔۵۴، کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۳۹۵، ۳۹۶، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۸/ ۴۳۰۔۴۳۲، شبلی نعمانی/ سیرت النبیؐ ۲/ ۲۴۲، قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمینؐ ۲/ ۱۸۰۔۱۸۱

کے ساتھ مسلمان ہوئیں، اپنے شوہر خنیس بن حذافہ سہمی کے ساتھ مدینہ طیبہ ہجرت کی، غزوۂ بدر میں خنیسؓ زخمی ہوئے اور ان ہی زخموں کے وجہ سے شہادت پائی، عدت کے بعد حضرت عمرؓ کو حضرت حفصہؓ کے نکاح کی فکر ہوئی، اسی زمانے میں حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو چکا تھا، اس بناء پر حضرت عمرؓ سب سے پہلے حضرت عثمانؓ سے ملے اور ان سے حضرت حفصہؓ کے نکاح کی خواہش کی، انہوں نے کہا میں اس پر غور کروں گا، چند دنوں کے بعد ملاقات ہوئی، تو صاف انکار کیا، حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر حضرت ابوبکرؓ سے ذکر کیا، انہوں نے خاموشی اختیار کی، حضرت عمرؓ کو ان کی بے التفاتی سے رنج ہوا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ ﷺ سے نکاح ہو گیا۔(۱)

حضرت حفصہؓ کا شعبان ۴۵ھ میں مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا، یہ امیر معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ مروان نے (جو اس وقت مدینے کا گورنر تھا) نمازِ جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازہ کو کاندھا دیا، اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ جنازے کو قبر تک لے گئے، ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان کے لڑکوں عاصم، سالم، عبداللہ، حمزہ نے قبر میں اتارا۔ (۲)

حضرت حفصہؓ کے سالِ وفات میں اختلاف ہے، ایک روایت ہے کہ جمادی الاول ۴۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا، اس وقت ان کی عمر ۵۹ سال تھی، تاہم اگر سن وفات ۴۵ھ قرار دیا جائے، تو ان کی عمر ۶۳ سال ہوگی۔ (۳)

حضرت حفصہؓ سے ۶۰ حدیثیں منقول ہیں، جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے سنی تھیں۔ (۴)

ان کے اخلاق کے متعلق روایت ہے: "انّها صوّامة قوّامة" (۵)

وہ (یعنی حفصہؓ) صائم النّہار اور قائم الّلیل ہیں۔

---

(۱) ابن سعد/ الطبقات ۸/۸۲، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۲۸، ابن حجر/ الاصابہ ۴/ ۲۵۳، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۳۷

(۲) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۸۶، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۲۹

(۳) ذہبی نے ان دونوں اقوال کا تذکرہ کیا ہے، دیکھئے الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۲۹

(۴) الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۳۰، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۷۱

(۵) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۸۲، ذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۲۸

نتائج واثرات

امّ المومنین حضرت حفصہؓ کے شوہر کفر و اسلام کی پہلی فیصلہ کن جنگ ''غزوۂ بدر'' میں جرأت وشجاعت کی تاریخ رقم کر کے شہادت کے عظیم منصب پر فائز ہو گئے تھے۔

حضرت حفصہؓ کے بیوہ ہونے کے بعد ان کے والد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ خاص، خلیفۂ دوم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی۔ سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتے کے لئے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات کی اور انہیں پیش کش کی، بعد ازاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس امر کو پیش کیا۔ لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ کاتب تقدیر نے حضرت حفصہؓ کو امّہات المومنین کی عظیم صف میں لا کھڑا کیا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے جس طرح اس امر کو پیش کیا اور آپ کو اس معاملے کی جس قدر فکر تھی، اس کا اندازہ بخاری شریف کی اس تفصیلی روایت سے لگایا جا سکتا ہے جس میں اس واقعے کی پوری تفصیل ذکر کی گئی ہے۔(۱)

رسالت مآب ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کے ذریعے ایک تو بیوہ عورتوں سے نکاح کی عملی تعلیم دی۔ جبکہ دوسری طرف ان کی کفالت کا سامان کر کے حضرت عمرؓ کو اپنے ساتھ رشتۂ مصاہرت میں حضرت صدیق اکبرؓ کے برابر کر دیا۔ اسلام کی ایک مخلص مجاہدہ جن کے خاوند کفر واسلام کے پہلے فیصلہ کن معرکے میں اسلام کے غلبے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے جذبے کے تحت شہید ہو گئے تھے اور حضرت حفصہؓ نے ایک عظیم مقصد اور جذبے کے تحت اپنا سہاگ قربان کیا تھا، اس نکاح کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے اس مجاہدہ کے زخموں پر مرہم رکھا تھا، حضور اکرم ﷺ نے اس نکاح کے ذریعے انہیں اس پریشانی سے نکالا اور اس بات کی شہادت حضرت جبریل امینؑ نے دی کہ حضرت حفصہؓ واقعی اس قابل تھیں کہ وہ کاشانۂ نبوی ﷺ کی زینت بنیں۔

حضور اکرم ﷺ کی عمر جب پچپن سال سے زیادہ تھی، اس وقت آپ ﷺ نے ان بیوہ خاتون سے نکاح کیا اور اس نکاح کے ذریعے بے شمار سماجی مقاصد پورے ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ کے

---

(۱) محمد علی صابونی/شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسول ﷺ، ص ۱۱

اس طرز عمل پر آپ کی عظمتوں کو سلامِ عقیدت پیش نہ کرنا اور اسے آپ کی عظمتوں کو گھٹانیکے لیے استعمال کرنا بد نیتی کی انتہا ہے۔ حضرت حفصہؓ سے نکاح حضور اکرم ﷺ کو ایک عظیم مدبّر اور شفیق انسان ثابت کرتا ہے نہ کہ ایک جنس پرست انسان (۱)

رسول اللہ ﷺ کے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ سے نکاح میں دیگر سماجی، معاشرتی، دینی اور سیاسی مقاصد کے علاوہ ایک اہم مقصد اپنے ان دونوں دیرینہ جاں نثاروں سے ربط و تعلق کو مزید استوار کرنا تھا، یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے، چنانچہ غیر مسلم سیرت نگار جان بیگٹ (John Bagot) لکھتا ہے:

"He (i.e. the Prophet) had already married A'isha, the daughter of Abu Bekr, and his marriage to the daughter of Omar may perhaps be ascribed to his desire to bind his two principal assistants more closely to himself."(2)

آپ ﷺ پہلے ہی ابوبکرؓ کی صاحب زادی حضرت عائشہؓ سے نکاح کر چکے تھے اور اب حضرت عمرؓ کی صاحب زادی سے آپؐ کے نکاح کو غالبًا آپ کی اس خواہش سے منسوب کیا جاسکتا ہے کہ اپنے دو اہم ترین رفقاء کا ربط و تعلق اپنے سے مزید مضبوط کرلیا جائے۔

مغربی سیرت نگار سر ولیم میور جو رسول اللہ ﷺ سے دشمنی اور تعصب کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، اسے بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے، وہ لکھتا ہے:

with this marriage the Prophet bound closer his friendship with her father"(3)

اس نکاح کی بدولت پیغمبرِ اسلامؐ کے روابط اور دوستی انکے والد عمر بنؓ خطاب سے مزید گہرے ہوگئے۔

❀❀

(۱) قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۲/۱۴۳۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ/ ضیاء النبی ﷺ ۷/ ۵۰۵

(2) John Bagot/The Life and Times of Muhammad, New York 1971, P:235. Zafar Ali Qureshi/The Mothers of The Believers, P:21

(3) William Muir/the Life of Mahomet, Vol:III P:151

زوجۂ رسول ﷺ، امّ المومنین
حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

زینب آپ کا نام اور سلسلۂ نسب یہ ہے: زینب بنتِ خزیمہ بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔ آپ فقراء ومساکین کو نہایت فیاضی اور دریا دلی کے ساتھ کھانا کھلانے اور ان کی حاجت روائی کے باعث امّ المساکین کی کنیت سے مشہور ہوئیں، رسول اللہ ﷺ سے پہلے عبداللہ ابنِ جحشؓ کے نکاح میں تھیں، عبداللہ جحشؓ نے غزوۂ احد میں شہادت پائی اور رسول اللہ ﷺ نے اسی سال ان سے نکاح کرلیا۔ نکاح کے بعد آپ ﷺ کے پاس صرف دو تین مہینے رہنے پائی تھیں کہ ان کا انتقال ہوگیا، رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حضرت خدیجہؓ کے بعد صرف یہی ایک زوجۂ محترمہ تھیں، جنہوں نے وفات پائی، آپ ﷺ نے خود ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور ''جنۃ البقیع''میں دفن کی گئیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال تھی۔(۱)

(۱) دیکھئے: ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۱۵، ۱۱۶، ابن قتیبہ/ المعارف ۸۷، ۱۳۵، ۱۵۸، الحاکم/ المستدرک ۴/ ۳۳، ۳۴، ابن عبدالبر/ الاستیعاب ۴/ ۱۸۵۳، ابن الاثیر/ اسد الغابہ ۷/ ۱۲۹، ابن سید الناس/ عیون الاثر ۲/ ۳۰۳، الذہبی/ العبر ۱/ ۵، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۱۸، ابن حجر عسقلانی/ الاصابہ ۱۲/ ۲۸۰، الشامی/ سبل الهدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۰۵، ۲۰۶، محبّ الطبری/ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، حلب ۱۹۴۶ء، وداد سکاکینی/ امہات المومنین، قاہرہ ۱۹۶۹ء، عائشہ عبدالرحمٰن/ نساء النبی ﷺ، مصر ۱۹۷۳ء، سنیہ قراعۃ/ نساء النبی ﷺ، قاہرہ ۱۹۵۷ء، الصواف، محمد محمود/ زوجات الرسول الطاہرات، بیروت ۱۹۷۴ء، طنطاوی جوہری/ السر العجیب فی حکمۃ تعدد ازواج النبی ﷺ، مطبعۃ الجمالیہ مصر، ۱۳۳۲ھ۔ زرقانی/ شرح مواہب اللدنیہ ۳/ ۲۴۹، ابن العماد الحنبلی/ شذرات الذہب ۱/ ۱۰۔ سعید احمد انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۵۵، کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۳۹۶، شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ، ۲/ ۲۴۳۔ قاضی سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۸۲، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۱/ ۵۶۸۔

نتائج واثرات

امّ المساکین کی کنیت سے مشہور حضرت زینب بنتِ خُزیمہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آنے سے قبل تین مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔

ان کا پہلا نکاح طفیل بن حارث سے ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت عبیدہ بن حارثؓ کے نکاح میں آئیں، غزوۂ بدر میں ان کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے نکاح ہوا، غزوۂ احد میں وہ بھی شہید ہو گئے تو صبر واستقامت کی پیکر اس عظیم المرتبت بیوہ خاتون کو اسلام کے لیے ان کی بے مثال قربانیوں اور خالصتاً ان کی کفالت اور ہم دردی کے جذبے کے تحت رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمایا۔(۱)

اس نکاح میں خواہش نفس کا شائبہ تک نہیں ہے۔ باوجود ان تمام ناقابلِ تردید حقائق کے مستشرقین نے رسول اللہ ﷺ کی اس شادی پر بھی رنگ آمیزی سے گریز نہ کیا جو ان کی بدباطنی اور بدنیتی کی کھلی دلیل ہے۔

درحقیقت رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے لیے قربانی دینے والی اس عظیم خاتون سے نکاح کر کے امّت کے لیے بیوہ اور بے سہارا خواتین سے نکاح کا بے مثال سبق دے کر دوسری طرف انسانی ہمدردی، مظلوموں کی حمایت اور ان کی کفالت کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔

---

(۱) دیکھئے: ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۱۵، ۱۱۶، ذہبی/ العبر ۱/ ۵، سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۱۸ محمد محمود الصواف/ زوجات النبی الطاہرات وحکمۃ تعددھن، ص ۲۸

زوجۂ رسول ﷺ، امّ المومنین
حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ہند آپ کا نام، امِ سلمہ کنیت ہے، قریش کے مشہور خاندان مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں، سلسلۂ نسب یہ ہے: ہند بنت ابی اُمیہ سہیل بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، آپ کی والدہ قبیلہ بنوفراس سے تعلق رکھتی تھیں، ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے: عاتکہ بنتِ عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ بن جذل الطّعان ابنِ فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ، حضرت امِ سلمہؓ کے والد مکے کے مشہور صاحبِ ثروت اور فیاض تھے، سفر میں جاتے تو تمام قافلے والوں کی کفالت خود کرتے تھے، اسی لیے ''زادالرّاکب'' کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت امِ سلمہؓ نے ان ہی کی آغوش تربیت میں نہایت ناز ونعمت سے پرورش پائی۔ (۱)

(۱) دیکھئے: احمد ابن حنبل/ المسند ۶/ ۲۸۸، ابن معین/ التاریخ لابن معین ص ۲۴۷، ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۸۶۔ ۹۶، خلیفہ بن خیاط/ طبقات خلیفہ ص ۳۲۴، /ابن قتیبہ/ المعارف ۱۲۸، ۱۳۶، الحاکم/ المستدرک ۴/ ۱۶۔ ۱۹، ابن عبدالبر/ الاستیعاب ۴/ ۱۹۲۰، ابن اثیر اسد الغابہ ۷/ ۳۴۰، ابن سید الناس/ عیون الاثر ۲/ ۳۰۳، الذہبی/ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۰۱۔ ۲۱۰/ ۲۰۱، الذہبی/ العبر ۱/ ۶۵، ابن حجر/ الاصابہ ۱۳/ ۲۲۱، ابن حجر / تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۵۵، الشامی/ سبل الہدیٰ والرشاد ۱۱/ ۱۸۷۔ ۱۹۲، المتقی الھندی/ کنز العمال ۱۳/ ۶۹۹، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۳۸، ابن العماد الحنبلی / شذرات الذھب ۱/ ۶۹، محبّ الطبری/ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، حلب، ۱۹۴۶، عائشہ عبدالرحمٰن/ نساء النبی ﷺ، مصر، ۱۹۷۳ء، سدیۃ قراعۃ/ نساء النبی ﷺ، مطبوعہ قاہرہ، ۱۹۵۷ء، وداد سکاکینی/ ۔ امہات المومنین، قاہرہ، ۱۹۶۹ء، الصواف، محمد محمود/ زوجات الرسول الطاہرات، بیروت ۱۹۷۴ء، طنطاوی جوھری/ السر العجیب فی حکمۃ تعدد ازواج النبی ﷺ، مطبعۃ الجمالیۃ مصر، ۔ ۱۳۳۳ھ۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۳۹۷۔ ۳۹۹، شبلی نعمانی ۲/ ۲۴۴، قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۸۳۔ ۱۸۵، سعید احمد انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۵۶۔ ۷۰۔

ابتدائے اسلام میں اپنے شوہر عبداللہ بن عبدالاسد، ابوسلمہ کے ساتھ ایمان لائیں، کچھ عرصے حبشہ میں قیام کر کے مکے واپس آئیں اور یہاں سے مدینے ہجرت کی۔ سیرت نگاروں کے نزدیک وہ پہلی خاتون ہیں جو ہجرت کر کے مدینے آئیں۔
آپ کے شوہر حضرت ابوسلمہؓ بڑے دلیر اور شہ سوار تھے، غزوۂ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے، غزوۂ احد میں چند زخم آئے اور جانبر نہ ہو سکے، انہوں نے جمادی الثانی ۴ھ میں اسی کے اثر سے وفات پائی۔(۱)
حضرت امّ سلمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچیں اور وفات کی خبر سنائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''صبر کرو، ان کی مغفرت کی دعا مانگو، اور یہ کہو کہ خداوندا، ان سے بہتر ان کا جانشین عطا کر۔''
ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد جب حضرت امّ سلمہؓ کی عدت گزر گئی تو حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ کا پیغام لے کر پہنچے، حضرت امّ سلمہؓ نے کہا مجھے چند عذر ہیں۔
(۱) میں سخت غیور عورت ہوں (۲) صاحبِ عیال ہوں (۳) میری عمر زیادہ ہے۔(۲)
رسول اللہ ﷺ نے ان تمام زحمتوں کو گوارا فرمایا، حضرت امِ سلمہؓ کو اب عذر کیا ہو سکتا تھا؟
شوّال ۴ھ کی اخیر تاریخوں میں یہ تقریب انجام پائی، حضرت امِ سلمہؓ کو ابوسلمہؓ کی موت سے جو شدید صدمہ پہنچا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو ابدی مسرّت سے تبدیل کر دیا، سننِ ابن ماجہ میں ہے:
"فلما توفّی ابو سلمة ذكرت الّذی كان حدّثنی فقلت فلمّا اردت ان اقول اللّٰهمّ عضنی خیراً منه، قلت فی نفسی اعاض خیراً من ابی سلمة ثم قلتها فعاضنی اللّٰه محمد صلی اللّٰه علیه وسلم"(۳)
جب ابوسلمہؓ نے وفات پائی تو میں نے وہ حدیث یاد کی جس کو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے تھے اور میں نے دعا شروع کی تو جب میں یہ کہنا چاہتی کہ خداوندا، مجھے ابوسلمہؓ سے بہتر جانشین

---

(۱) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۸۷، ذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۰۳، ابن سید الناس/ عیون الاثر ۲/ ۳۰۳، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۴۹
(۲) زرقانی ۳/ ۲۴۱، نیز دیکھئے: الذہبی/ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۰۵،
(۳) زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۳۹

دے تو دل کہتا کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون مل سکتا ہے؟ لیکن میں نے دعا کو پڑھنا شروع کیا تو ابوسلمہؓ کے جانشین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوئے۔

علمی حیثیت میں اگرچہ تمام ازواجِ مطہراتؓ بلند مرتبہ پر تھیں، تاہم حضرت عائشہؓ اور حضرت امِ سلمہؓ کا ان میں کوئی جواب نہ تھا۔

محمود بن لبید کہتے ہیں: کان ازواج النّبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلّم یحفظن من حدیث النّبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم کثیراً و لا مثلاً لعائشۃؓ و امّ سلمۃؓ. (۱)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ احادیث کا مخزن تھیں، تاہم حضرت عائشہؓ اورامّ سلمہؓ کا ان میں کوئی حریف ومقابل نہ تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ اورابنِ عباسؓ دریائے علم ہونے کے باوجود ان کے دریائے فیض سے مستغنی نہ تھے، تابعین کرام کا ایک بڑا گروہ ان کے آستانہ فضل پر سربر تھا۔ قرآن اچھا پڑھتیں اور آنحضرت ﷺ کے طرز پر پڑھ سکتی تھیں، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کیونکر قرأت کرتے تھے؟ بولیں ایک ایک آیت الگ الگ کرکے پڑھتے تھے، اس کے بعد خود پڑھ کر بتلایا۔ حدیث میں حضرت عائشہؓ کے سوا ان کا کوئی حریف نہ تھا، ان سے ۳۷۸ روایتیں مروی ہیں۔ اس بناء پر وہ محدثین صحابہؓ کے تیسرے طبقے میں شامل ہیں۔ (۲)

مجتہد تھیں، صاحبِ ''اصابہ'' نے ان کے تذکرے میں لکھا ہے: صاحب العقل البالغ و الرّائی الصائب (۳) یعنی وہ کامل العقل اور صائب الرائے تھیں۔ علاّمہ ابنِ قیم نے لکھا ہے کہ ان کے فتاویٰ اگر جمع کیے جائیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہوسکتا ہے۔ ان کے فتاویٰ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ عموماً متفق علیہ ہیں اور یہ ان کی دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی کا کرشمہ ہے۔ (۴)

حضرت امّ سلمہؓ سے جن لوگوں نے علمِ حدیث حاصل کیا ان کی ایک بڑی جماعت ہے، ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں: عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، اسامہ بن زیدؓ، ہند بنت الحارث

---

(۱) ابن حنبل/ المسند ۶/ ۳۱۷
(۲) سعید انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۶۶
(۳) ابن حجر/ الاصابہ ۱۳/ ۲۲۱
(۴) سعید انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۶۷

الفراسیہؓ، صفیہ بنتِ شیبہؓ، عمرؓ، زینبؓ (اولا د حضرت امّ سلمہؓ) مصعبؓ بن عبداللہ (برادرزادہ) نبہان (غلام مکاتب) عبداللہ بنؓ رافع، نافعؒ، شعبہ، پسر شعبہؓ، ابوبکیرؓ، خیرہ والدہ حسن بصری، سلیمانؓ بن یسار، ابوعثمانؓ النہدی، حمیدؓ، ابوسلمہؓ سعید بن مسیّبؒ، ابووائلؒ، صفیہ بنتِ محسنؓ، شعبیؒ، عبدالرحمٰن ابن حارث بن ہشامؒ، عکرمہؒ، ابوبکر بن عبدالرحمانؒ، عثمان بن عبداللہ ابن موہبؒ، عروہ بن زبیرؒ، کریب مولیٰ ابن عباسؒ، قبیصہ بن ذہیبؒ، نافع مولیٰ ابن عمر یعلیٰ بن مملک (۱)

امّ المومنین حضرت امِ سلمہؓ زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں، ہر مہینے میں تین دن (دوشنبہ، جمعرات اور جمعہ) روزہ رکھتی تھیں، ثواب کی متلاشی رہتیں۔ ان کے پہلے شوہر کی اولاد ان کے ساتھ تھی، اور وہ نہایت عمدگی سے ان کی پرورش کرتی تھیں، اس بناء پر آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ مجھ کو اس کا کچھ ثواب بھی ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا ''ہاں'' ۔ اچھے کاموں میں شریک ہوتی تھیں۔ ''آیتِ تطہیر'' انہی کے گھر میں نازل ہوئی، آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ اور حسنینؓ کو بلا کر کمبل اوڑھایا اور کہا ''خدایا'' یہ میرے اہلِ بیت ہیں، ان سے ناپاکی کو دور کر اور ان کو پاک کر ''حضرت امِ سلمہؓ نے یہ دعا سنی تو بولیں یارسول اللہ ﷺ میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوں، ارشاد ہوا تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو، آپ خود فیاض تھیں اور دوسروں کو بھی فیاضی کی طرف مائل کرتی تھیں، ایک دفعہ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے آکر کہا اماں! میرے پاس اس قدر مال جمع ہو گیا ہے کہ اب بربادی کا خوف ہے، فرمایا بیٹا! اس کو خرچ کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہت سے صحابہ ایسے ہیں، جو مجھ کو میری موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھیں گے۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ سے ان کو جو محبت تھی اس کا یہ اثر تھا کہ آپؐ کے موئے مبارک تبرکاً رکھ چھوڑے تھے۔ جن کی وہ لوگوں کو زیارت کراتی تھیں، خود رسول اللہ ﷺ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ایک مرتبہ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ اس کا کیا سبب ہے کہ ہمارا قرآن میں ذکر نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور یہ آیت پڑھی۔

''اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ'' (۳)

(۱) ایضاً حوالہ سابقہ ۶/۶۹

(۲) ایضاً ص ۶/۷۰

(۳) احمد بن حنبل/المسند ۶/۳۰۱

نتائج واثرات

امّ المومنین امِ سلمہؓ اور ان کے شوہر ابو سلمہؓ عبداللہ الاسد اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے قربانیاں دینے اور جاں نثاری میں پیش از پیش رہنے والے صحابہؓ وصحابیاتؓ میں قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے قبول اسلام کی پاداش میں کفارِ مکہ کے مظالم کا پوری استقامت کے ساتھ سامنا کیا۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور اسلام کی راہ میں ہر سختی کو صبر وعزیمت کے ساتھ برداشت کیا۔ بعدازاں مکے سے مدینے ہجرت کی۔

حضرت امِ سلمہؓ کے شوہر ابوسلمہؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے، غزوۂ احد میں بازو پر ایک زخم آیا، ایک ماہ تک اس کا علاج کراتے رہے، زخم بھر گیا، محرم ۴ھ میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ایک سریہ کا امیر بنا کر روانہ فرمایا، ۲۹ روز بعد واپس لوٹے تو زخم پھر جاری ہو گیا، اسی زخم سے ۸ جمادی الثانی ۴ھ میں انتقال ہوا۔ (۱)

حضرت امّ سلمہؓ عمر رسیدہ خاتون اور چار یتیم بچوں کی ماں تھیں۔ یتیم اور بے سہارا بچوں کی کفالت اور خود عمر رسیدہ حضرت امِ سلمہؓ کی دادرسی اور سرپرستی کے جذبے کے تحت رسول اکرم ﷺ نے عدت گزرنے کے بعد انہیں پیغامِ نکاح بھجوایا تو امِ سلمہؓ نے مندرجہ ذیل عذر پیش کیے:

(۱) میری عمر زیادہ ہے۔
(۲) میں صاحبِ اولاد ہوں، یتیم بچے میرے ساتھ ہیں۔
(۳) میں بہت زیادہ غیور ہوں۔ (۲)

شوّال ۴ھ میں حضرت امِ سلمہؓ کا رسول اللہ ﷺ سے نکاح ہوا۔ اس نکاح کے پس منظر پر غور کرنے والا حقائق سے بخوبی آگاہی حاصل کرسکتا ہے۔ اس طرح گویا رسول اللہ ﷺ نے عمر رسیدہ حضرت امّ سلمہؓ سے نکاح کرکے ان کے معاشرتی اور دیگر مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ،

(۱) ابن سیدالناس/عیون الاثر ۲/۳۰۳، زرقانی/شرح مواہب ۳/ ۲۳۸
(۲) ابن سیدالناس/عیون الاثر ۲/۳۰۴

بے سہارا یتیم بچوں کی کفالت اور انہیں باوقار زندگی کا موقع عنایت فرمایا۔

حضرت امّ سلمہؓ کے نکاح سے یہ حقیقت اور حکمت بھی سامنے آتی ہے کہ رسالت مآب ﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں، آپؐ کی زندگی نبوت سے عبارت اور دین متین کی تشریح وتعبیر اور تکمیل ہے، لہٰذا اس مقدس مشن میں معاونت کے لیے آپ ﷺ کو جس طرح کی ذہین وفطین ازواجِ مطہراتؓ کی ضرورت تھی، حضرت امِ سلمہؓ اس معیار پر بدرجۂ اتم پوری اترتی تھیں۔

ان کی ذہانت وفطانت اور اصابت رائے نے رسولِ اکرم ﷺ کی زندگی کے اہم مرحلے اور اسلام کے اہم موڑ پر صحابۂ کرامؓ کو بڑی آزمائش سے بچا کر ایک اہم مسئلے کو حل کیا۔

چنانچہ صلح حدیبیہ کے اہم اور تاریخ ساز واقعے کو دیکھئے کہ اس کی تمام شرائط صحابۂ کرامؓ کو ناگوار گزر رہی تھیں اور وہ اسے اپنی توہین سمجھ رہے تھے لیکن اس اہم موڑ پر رسول ﷺ نے حضرت امّ سلمہؓ سے مشورہ کیا اور انہوں نے ایسا صائب مشورہ دیا کہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو گیا اور صلح حدیبیہ کے دوررس اثرات نے جو کہ درحقیقت فتح مکہ کا پیش خیمہ قرار پائی، آپ کی ذہانت وفطانت اور اصابتِ رائے پر مہرِ تصدیق ثبت کردی۔

چنانچہ ''صلح حدیبیہ'' کا تاریخ ساز معاہدہ جس کے آغاز سے ہی بظاہر مسلمان مغلوب اور کفار غالب نظر آ رہے تھے، اس معاہدے کی بیش تر شرائط بھی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف نظر آ رہی تھیں۔ لیکن رسالت مآب ﷺ نے معاہدہ صلح کرلیا، جس کے مطابق مسلمانوں کو اس سال عمرہ کیے بغیر واپس لوٹنا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حلق کرا کر احرام کھولنے کا حکم دیا، تو صحابۂ کرامؓ نے اس حکم کی تعمیل میں توقف کیا۔

یہ انتہائی نازک مرحلہ تھا۔ اس نازک ترین موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ انتخاب حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر پڑی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فہم وفراست، عقل ودانائی مسلّم تھی، چنانچہ حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی ذبح کرنے اور حلق کا حکم دیا اور تین مرتبہ دیا تو صحابہؓ کے تامل کو دیکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مشورہ کیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس صلح سے بہت افسردہ ہیں، آپؐ کسی سے کچھ نہ فرمائیں، آپؐ اپنی ہدی ذبح کرلیں اور حلق کرالیں (کہ جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایسا کرتے دیکھیں گے تو وہ سمجھ جائیں گے کہ یہ حکم

رب سے ہے، اس میں تامل، تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں، تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے ہدی ذبح کرنے اور حلق کرانے میں قطعی تامل اور پس وپیش سے کام نہ لیں گے۔)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہدی ذبح کرنا تھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فوراً اپنے اپنے جانوروں کو ذبح کر لیا اور حلق بھی کرالیا۔

یہ مسئلہ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اصابتِ رائے اور مشورے سے حل ہوا۔

زوجۂ رسول ﷺ، امّ المومنین
حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

زینب آپ کا نام، امّ حکیم کنیت، قبیلۂ قریش کے خاندان خزیمہ سے تعلق رکھتی تھیں، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

زینب بنتِ جحش بن رباب بن یعمر بن صبرۃ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن ودان بن سعد بن خزیمہ، والدہ کا نام امیمہ تھا جو حضرت عبدالمطلب، رسول اللہ ﷺ کے دادا کی بیٹی تھیں، اس بناء پر حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی حقیقی پھوپھی زاد تھیں۔(۱)

(۱) احمد ابن حنبل/ المسند ۶/ ۳۲۴، ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۰۱، ۱۱۵، خلیفہ بن خیاط/ طبقات خلیفہ ص ۳۳۲، تاریخ خلیفہ ص ۱۴۹، ابن قتیبہ/ المعارف ص ۲۱۵، ۴۵۷، ۵۵۵/ الحاکم/ المستدرک ۴/ ۲۳-۲۵، ابن عبدالبر/ الاستیعاب ۴/ ۱۸۴۹، ابن اثیر/ اسد الغابہ ۷/ ۱۲۵، الذہبی/ العبر/ ۵، ۲۴، تاریخ الاسلام ۲/ ۳۴، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۱۱-۲۱۸، ابن سید الناس/ عیون الاثر ۲/ ۳۰۴، ابن حجر عسقلانی/ الاصابہ ۱۲/ ۲۷۵، تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۲۰، ۴۲۱، الشامی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۰۱-۲۰۴، المتقی الھندی/ کنز العمال ۱۳/ ۷۰۰، زرقانی ۳/ ۲۴۵، ابن العماد الحنبلی/ شذرات الذھب ۱/ ۱۰، ۳۱، سعد بن محمد ایاس/ کشف الغیب فی زواج النبی ﷺ بالسیدۃ زینبؓ، قاہرہ، ۱۳۷۱ھ، الالمعی، زاھر عواض/ مع المفسرین والمستشرقین فی زواج النبی ﷺ زینب بنت جحشؓ، بیروت، ۱۹۷۸ء، محبّ الطبری/ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، مطبوعہ حلب، ۱۹۴۶، وداد سکاکینی/ امہات المومنین، قاہرہ ۱۹۶۹ء، عائشہ عبدالرحمٰن/ نساء النبی ﷺ، مطبوعہ مصر، ۱۹۷۳ء، سنیۃ قراعۃ/ نساء النبی ﷺ، مطبوعہ قاہرہ، ۱۹۵۷ء۔ الصواف، محمد محمود/ زوجات الرسول الطاہرات، بیروت ۱۹۷۴ء، طنطاوی جوھری/ السر العجیب فی حکمۃ تعدد ازواج النبی ﷺ، مطبعۃ الجمالیہ مصر، ۱۳۳۳ھ۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۰/ ۵۶۵-۵۶۸، قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمینؐ ۲/ ۱۸۶، ۱۹۱، شبلی نعمانی/ سیرت النبیؐ ۲/ ۲۴۵، سعید انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۱۷-۷۷ کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۳۹۹، ۴۲۰

دعوتِ اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام لائیں، رسول اللہ ﷺ نے زید بنؓ حارثہ کے ساتھ جو آپؐ کے آزاد کردہ غلام اور متبنّیٰ تھے، ان کا نکاح کر دیا، اسلام نے دنیا میں مساوات کی جو تعلیم رائج کی ہے اور پست و بلند کو جس طرح ایک جگہ پر لاکر کھڑا کر دیا ہے، اگرچہ تاریخ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں، لیکن یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان سب پر فوقیت رکھتا ہے کیونکہ اسی سے عملی تعلیم کی بنیاد قائم ہوتی ہے، قریش اور خصوصًا خاندانِ بنو ہاشم کو تولّیتِ کعبہ کی وجہ سے عرب میں جو مقام حاصل تھا، اس کے لحاظ سے شاہانِ یمن بھی ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے، لیکن اسلام نے محض ''تقویٰ'' کو بزرگی کا معیار قرار دیا اور فخر و غرور اور بڑائی کے دعووں کو جاہلیت کا شعار ٹھہرایا، اس بناء پر اگرچہ حضرت زید بظاہر غلام تھے، تاہم چونکہ (وہ مسلمان اور مرد صالح تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کو ان کے ساتھ حضرت زینبؓ کا عقد کر دینے میں کوئی تکلف نہیں ہوا، تعلیم مساوات کے علاوہ اس نکاح کا ایک مقصد اور بھی تھا جو ''اسد الغابہ'' میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے: ''تزوّ جھا لیعلّمھا کتاب اللّٰہ و سنّۃ رسولہ''(۱)

یعنی آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زیدؓ سے اس لیے کیا تھا کہ ان کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیں۔ تقریباً ایک سال تک دونوں کا ساتھ رہا، لیکن پھر تعلقات قائم نہ رہ سکے اور شکر رنجی بڑھتی گئی، حضرت زیدؓ نے بارگاہِ نبویؐ میں شکایت کی اور طلاق دے دینا چاہا۔(۲)

تاہم آنحضرت ﷺ بار باران کو سمجھاتے تھے کہ طلاق نہ دیں، قرآن مجید میں ہے:

''وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ(۳)

اور جب تم اس شخص سے جس پر خدا نے اور تم نے احسان کیا تھا، یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں لیے رہو اور خدا سے خوف کرو۔

لیکن کسی طرح ان دونوں میں نباہ نہ ہو سکا اور آخر حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دے دی۔ حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور آپؐ کے فرمانے سے انہوں نے

(۱) ابن اثیر/اسد الغابہ ۷/۱۲۵،
(۲) سعید انصاری/سیر الصحابیات ۶/۷۱،۷۲
(۳) الاحزاب ۵۔

یہ رشتہ منظور کرلیا تھا۔ جوان کے نزدیک ان کے خلافِ شان تھا (چونکہ زیدؓ غلام رہ چکے تھے، اس لیے حضرت زینبؓ کو یہ نسبت گوارا نہ تھی) بہر حال وہ مطلقہ ہوگئیں تو آپؐ نے ان کی دل جوئی کے لیے خود ان سے نکاح کر لینا چاہا، لیکن عرب میں اس وقت تک متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا، اس لیے عام لوگوں کے خیال سے آپؐ تامل فرماتے تھے، لیکن چونکہ یہ محض جاہلیت کی رسم تھی اور اس کا مٹانا مقصود تھا، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

"وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ."

اورتم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو جس کو خدا ظاہر کردینے والا ہے، اورتم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنا خدا سے چاہئے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی چند خصوصیتیں ہیں جو کہیں اور نہیں پائی جاتیں، ان کے نکاح سے جاہلیت کی ایک رسم کہ متبنیٰ اصلی بیٹے کا حکم رکھتا ہے، مٹ گئی، مساواتِ اسلامی کا وہ عظیم الشان منظر نظر آیا کہ آزاد اور غلام کی تمیز اٹھ گئی، پردے کا حکم ہوا۔ نکاح کے لیے وحی الٰہی آئی، ولیمے میں تکلف ہوا، اسی بناء پر حضرت زینب دیگر ازواجِ مطہراتؓ کے مقابلے میں فخر کیا کرتی تھیں۔ (۱)

ازواجِ مطہراتؓ میں جو بیبیاں حضرت عائشہؓ کی ہمسری کا دعویٰ رکھتی تھیں، ان میں حضرت زینبؓ خصوصیت کے ساتھ ممتاز تھیں، خود حضرت عائشہؓ کہتی ہیں:

"هی الّتی کانت تسامینی منهنّ فی المنزلة عند رسول اللّه ﷺ". (۲)

ازواجِ مطہراتؓ میں سے وہی رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں عزّت ومرتبے میں میرا مقابلہ کرتی تھیں۔

حضرت زینبؓ کا ۲۰ھ میں انتقال ہوا، ۵۳ برس عمر پائی، (۳) واقدی نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جس وقت نکاح ہوا۔ اس وقت وہ ۳۵ سال کی تھیں (۴) لیکن یہ عام روایت

---

(۱) ایضاً ۶/ص ۹۷

(۲) احمد ابن حنبل/ المسند ۶/ ۱۵۱، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۱۴، مسلم نے اسے فضائل صحابہؓ میں ذکر کیا ہے، دیکھیے (حدیث ۲۴۴۲)

(۳) الشامی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۰۱

(۴) الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۱۲

کے خلاف ہے، عام روایت کے مطابق اس وقت ان کی عمر ۳۸ سال تھی۔

حضرت زینبؓ نے ترکے میں صرف ایک مکان یادگار چھوڑا تھا جسے مشہور اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانۂ حکومت میں پچاس ہزار درہم میں خرید کر مسجدِ نبوی ﷺ میں شامل کردیا۔(۱) صحاحِ ستّہ اور دیگر کتب حدیث میں ان سے گیارہ روایتیں منقول ہیں، راویوں میں حضرت امِّ حبیبہؓ، زینب بنتِ ابی سلمہؓ، محمد بن عبداللہ بن جحش برادرزادہ، کلثوم بنت طلق اور مذکور (غلام) داخل ہیں۔ (۲)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے:

لم ارامرأة قطّ خیراً فی الدّین من زینبؓ واتقیٰ اللّٰه واصدق حدیثاً واوصل للرّحم واعظم صدقةً واشدّ ابتذالاً لنفسها فی العمل الّذی تصدّق به وتقرّب به الی اللّٰه(۳)

میں نے کوئی عورت زینبؓ سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیز گار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، مخیّر اور خدا کی رضا جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔

وہ عبادت میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ مصروف رہتی تھیں، نہایت قانع اور فیاض طبع تھیں۔

حضرت عمرؓ نے ان کا سالانہ نفقہ بھیجا، انہوں نے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا اور برزہ بنتِ رافع کو حکم دیا کہ میرے خاندانی رشتے داروں اور یتیموں کو تقسیم کردو، برزہ نے کہا آخر ہمارا بھی کچھ حق ہے؟ انہوں نے کہا کپڑے کے نیچے جو کچھ ہو وہ تمہارا ہے، دیکھا تو پچاسی درہم نکلے جب تمام مال تقسیم ہوچکا تو دعا کی کہ خدایا اس سال کے بعد میں عمرؓ کے عطیے سے فائدہ نہ اٹھاؤں، دعا قبول ہوئی اور اسی سال انتقال ہوگیا۔ (۴)

---

(۱) ذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۱۸، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۸۳

(۲) الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۱۲

(۳) احمد/ المسند ۶/ ۱۵۱، ذہبی/ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۱۳، ۲۱۴، الشامی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۰۲، ۲۰۳

(۴) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۰۹، الذہبی/ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۱۲، الصالحی، الشامی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۰۴

نتائج واثرات

مستشرقین نے رسول اکرم ﷺ کی ایک سے زائد شادیوں (تعدّد ازواج) کے سلسلے میں سب سے زیادہ ہرزہ سرائیاں اور رنگ آمیزی حضرت زینب بنتِ جحشؓ کے ساتھ آپ ﷺ کے نکاح کے متعلق کی ہیں۔ انہوں نے اس تاریخی واقعے کو افسانوی رنگ دے کر لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اس کے ذریعے اہلِ اسلام کے دلوں سے رسولِ اکرم ﷺ کی عظمت کے نقوش کو مٹانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی اس شادی پر عہدِ نبوی ﷺ کے یہودیوں، منافقوں اور دیگر دشمنان اسلام نے بھی بہت اعتراضات کیے تھے۔ اس نکاح کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ اس کے اہم پہلوؤں پر قرآن حکیم نے روشنی ڈالی ہے۔

اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کی مطلقہ حضرت زینب بنتِ جحشؓ (جو کہ درحقیقت خودرسالت مآب ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں) سے نکاح سے عرب کے جاہلی معاشرے میں عرصے سے جاری رسم تبنّیت (منہ بولا بیٹا) کا خاتمہ ہوا۔ جو کہ درحقیقت ایک غیر اسلامی رسم تھی، اس کے متعلق خود قرآن کریم نے واضح ارشاد فرمادیا کہ:

"وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ" (۱)

تمہارے منہ بولے بیٹوں کو اللہ نے تمہارے (حقیقی) بیٹے نہیں بنایا۔

آگے جا کر مزید ارشاد ہوا:

"اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ" (۲)

بلایا کرو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے، یہ زیادہ قرین انصاف ہے اللہ کے نزدیک، اگر تمہیں علم نہ ہو ان کے باپوں کا تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں۔

اس ارشادِ ربّانی کے نزول کے بعد حضرت زیدؓ کو زید بن محمد کے بجائے زید بن حارثہؓ

(۱) الاحزاب/۴
(۲) الاحزاب/۵

کے نام سے پکارا جانے لگا۔

جاہلیت کی یہ رسم تبنّیت کیا تھی اور عرب جاہلی معاشرے پر اس کے کیا اثرات تھے، اس کی حقیقت واضح کرتے ہوئے معروف سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں:

''عام طور پر دنیا کے مختلف خطوں اور بالخصوص عرب کے معاشرے میں یہ رواج چلا آتا تھا کہ جب کسی شخص کے اولاد نہ ہوتی تو وہ کسی دوسرے کے بیٹے کو لے کر اپنا بیٹا بنالیا کرتا، جسے ''متبنّیٰ'' کہا جاتا ہے، اس کے بعد یہ شخص متبنّیٰ اپنے باپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کیا کرتا اور فرزندی میں لینے والا شخص اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارا کرتا۔ مگر یہ رسم درحقیقت قدرتِ خداوندی کا گستاخانہ جواب تھی۔ ''متبنّیٰ'' بنانے والا شخص گویا اللہ سے یہ کہا کرتا تھا کہ اگر تو نے مجھے فرزند نہیں دیا تو کیا ہوا، یہ دیکھ، میں نے بیٹا حاصل کر ہی لیا، اس کے علاوہ:

(الف) اس رسم کا خاندان کے دیگر ورثا کے حقوق پر منفی اثر پڑتا تھا، کیوں کہ ورثا تو حقیقی طور پر وارث ہوتے تھے۔ اور یہ محروم کنندہ مصنوعی طریقے سے وارث بنایا جاتا تھا۔ خصوصاً جب املاک وجائیداد جدی پیدا کردہ ہوتی تھیں، تب رسم تبنّیت سے پورے خاندان میں خصومتوں اور عداوتوں کی بنیاد قائم ہوجاتی تھی۔ اور کبھی نہ ختم ہونے والے جھگڑے برپا ہوجاتے تھے۔ (ب) منہ بولا بیٹا (متبنّیٰ) جو شجرۂ خاندان سے شاخ بریدہ کی مانند ہوتا تھا، اس کے دل اور روح میں یہ حقیقت ہمیشہ خار کی طرح کھٹکتی رہتی تھی کہ اس نئے خاندان سے درحقیقت اس کا خون کا کوئی رشتہ نہیں، بلکہ اس دکھاوے کی ساری بنیاد ظاہری اور اوپری رسوم پر ہے۔ وہ اگر اپنے حقیقی بھائیوں کو اچھی حالت میں دیکھتا تو ان پر حسد رکھتا تھا اور اس کے حقیقی بھائی اسے اچھی حالت میں دیکھتے تو اس سے حسد کیا کرتے تھے۔

ج: (متبنّیٰ) منہ بولا بیٹا گود لینے والا اگرچہ بچپن اور لڑکپن میں اسے بڑے لاڈ پیار اور محبت سے رکھتا، اس کی بڑی چاؤ اور چاہت سے پرورش کرتا، لیکن اس کے بالغ ہونے کے بعد جب دیکھتا کہ اس شخص کے خاندانی اوصاف سے وہ منہ بولا بیٹا (متبنّیٰ) خالی ہے، اس کے اندر وہ اوصاف نہیں ہیں، یہ دیکھ کر اس کا دل بجھ جاتا۔

(د) دوسری طرف اس کا حقیقی باپ جس نے اپنے جگر گوشے سے خود محرومی گوارا کی تھی اور جس کے قلبی تعلق کو ظاہری رسوم ختم نہیں کرسکتیں، وہ جب دوسرے گھر میں اپنے حقیقی بیٹے کو کسی مصیبت میں دیکھتا تو جھٹ اس مصیبت کو اپنے ہی کیے کا نتیجہ قرار دیتا اور اپنے اس عمل پر

خود کو ملامت کرتا اور دل میں کڑھتا، ان تمام مذکورہ وجوہات کی بناء پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبنّیت کا مصنوعی اثر ہر جگہ کڑوا پھل ہی ثابت ہوتا تھا۔ اس بناوٹی حالت کو خضاب کے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ جس کی بابت شاعر کہہ گیا ہے: آخر تو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی۔(۱)

چنانچہ اس رسم کے خاتمے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور ذات کو عملی نمونے کے طور پر پیش فرمایا کہ درحقیقت آپؐ عالمین کے لیے رحمت اور مصلحِ اعظم ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود پاک سے ایک زبردست برہان اس کے باطل ہونے پر پیش فرمائی گئی۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ .(۲)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

نیز قرآن پاک میں اس سے بہت پہلے اللہ تعالیٰ یہ بھی نازل فرما چکا تھا:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ ط ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ط وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ o اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآءِ هِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ. (۳)

اللہ نے تمہارے منہ بولے شخصوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا، یہ تمہاری باتیں اپنے ہی منہ کی ہیں، اور اللہ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔ بلایا کرو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے یہ زیادہ قرینِ انصاف ہے اللہ کے نزدیک۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں: ''مندرجہ بالا آیات میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس جھوٹی رسم کو باطل قرار دیا گیا۔ یہ پوری دنیا میں رائج تھی، یہ رسم اتنی قدیم اور مستحکم تھی کہ اس کے خاتمے کے لیے ایک زبردست نمونے کی ضرورت تھی، یہ بھی حقیقت ہے کہ پوری دنیا کے لیے زندگی کا بہترین نمونہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، لہٰذا اس جہالت کا پہاڑ اکھاڑ پھینکنے اور بطلان کا سمندر پاٹ دینے کے لیے نبی اکرم ﷺ ہی کو نمونہ بنایا گیا۔(۴)

❀❀

(۱) قاضی سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۸۷

(۲) الاحزاب/ ۴۰

(۳) الاحزاب/ ۴، ۵۔

(۴) قاضی سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۸۹

مستشرقین کی یاوہ گوئی کی حقیقت

گو کہ مستشرقین نے رسولِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی کے حوالے سے تمام ہی ازواجِ مطہراتؓ سے شادیوں کو شہوت پرستی اور جنسی میلان کا نام دے کر رنگ آمیزی اور آپ ﷺ کی باعفت و عصمت زندگی پر اتہامات کی بھر مار کی ہے، تاہم حضرت زینب بنتِ جحشؓ سے رسول اللہ ﷺ کی شادی پر سب سے زیادہ واویلا مچایا گیا۔ اس نکاح پر مستشرقین نے خوب رنگ آمیزی، اعتراضات و اتہامات کی بھر مار کر دی۔ ان کے اعتراضات کے دو رخ ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کی حضرت زید بن حارثہؓ کی مطلقہ سے شادی جو کہ در حقیقت آپ ﷺ کے متبنّیٰ (منہ بولے) تھے، اس اشو کو اٹھایا گیا کہ آپ ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کی۔

(۲) دوسرا اعتراض انتہائی توہین آمیز، خرافات کا مجموعہ اور خالصتاً ان کی ذہنی اختراع ہے جس میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت زینبؓ بنت جحش کے نکاح کو معاشقے کا نام دے کر خوب رنگ آمیزی کی گئی ہے، جس کا نقل کرنا بھی گستاخی کے مترادف ہوگا۔

مستشرق ولیم میور (William Muir) مندرجہ بالا دونوں اعتراضات کو افسانوی رنگ میں بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"Even in Arabia, to marry the divorced wife of an adopted son was a thing unheard of, and he foresaw the scandal it would create. But the flame would not be stifled. And so, Casting his scruples to the winds, he resolved at last to have her". (1)

منہ بولے بیٹے (متبنّیٰ) کی طلاق شدہ بیوہ سے شادی ایسی بات تھی جو عرب جیسے ملک میں بھی نئی تھی، محمد ﷺ کی اس شادی سے ان کی بڑی بدنامی ہوگی، لیکن محبت کا شعلہ سرد ہونے والا

(1) William Muir/Muhammad and Islam, London P:126,

نہ تھا، انہوں نے ضمیر کی ہر خلش کو جھٹک دیا اور ہر قیمت پر زینب کو حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ (نعوذُ باللہ)

مستشرقین کے اعتراضات کی نوعیت

مستشرقین کی جانب سے اٹھائے گئے دونوں خودساختہ اعتراضات پر بحث ضروری ہے۔
پہلے اعتراض کی طرف آیئے۔ دیکھنا یہ ہے کہ عیسائی دنیا رسولِ اکرم ﷺ کی اپنے منہ بولے بیٹے (متبنّیٰ) کی مطلقہ سے شادی پر کیوں معترض ہیں؟ اس کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

''ہمارے لیے قابلِ غور امر یہ ہے کہ عیسائیوں کے اس واقعے سے رنجیدہ وملول ہونے کی خاص وجہ کیا ہے؟ کیا تورات نے تبنّیت کو حق ٹھہرایا ہے؟ کیا مسیحؑ نے تبنّیت کو جائز تسلیم کیا ہے؟ اور ایک حرف بھی اس کے جواز میں کہا ہے۔ اگر نہیں تو عیسائیوں کو کیوں رنج ہے؟
ہاں، رنج کی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے اس مبارک نکاح سے نہ صرف کافروں کی رسم تبنّیت کا بطلان ہوا بلکہ تثلیث کا بطلان بھی ساتھ ساتھ ہوگیا، کیوں کہ جب اسلام نے ثابت کردیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان خون کا رشتہ نہ ہو، بالکل جھوٹ، باطل اور افترا و بہتان ہے، تب ہی یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ایک انسان کو خدا کا بیٹا کہنا قطعاً باطل ہے، افترا ہے۔ جسم اور روح سے مرکب انسان جو سینکڑوں انسانی حاجات کا محتاج ہے، جو ایک دن پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے نہ تھا، جو ایک دن مرجائے گا، فنا ہوجائے گا، وہ کیوں کر اس حی القیوم زندہ خدا کا فرزند ہوسکتا ہے جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اوّل اور ابد سے بھی آخر ہے۔ یہی وہ حقیقی راز ہے جس کی وجہ سے مستشرقین اور دنیائے عیسائیت اس واقعے پر معترض نظر آتی ہے۔ (۱)

ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد (سیرتِ طیبہ پر اپنی کتاب) ''عرب کا چاند'' میں حضرت زینبؓ سے رسول اللہ ﷺ کے نکاح پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہے: ''ایک مصلحِ اعظم سے اس بات کی توقع کیوں رکھی جاتی ہے کہ وہ دنیا کی ہر رسم ورواج کی پابندی کرے۔ اصلاح

(۱) قاضی سلیمان منصور پوری / رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۹۰

کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ جس شعبے میں کوئی خرابی نظر آئے۔ اس کو بدل ڈالا جائے، خواہ ابتدائے کائنات سے اس کی پابندی کیوں نہ ہوتی رہی ہو۔ ایک حقیقی مصلح قوم کی تمام وکمال زندگی اپنی قوم کے رسم ورواج، عادات واطوار کے خلاف ایک زبردست صدائے احتجاج ہوتی ہے اور اس نئی زندگی کی جسے وہ قوم کے مردہ تن میں پھونکنا چاہتا ہے، ایک کامل واکمل تفسیر وہ خود ہوتا ہے، وہ قوم کو جس شاہ راہِ ترقی پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے، پہلے خود اس پر سب سے آگے چلتا ہے، لہٰذا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنے منہ بولے بیٹے کی طلاق شدہ بیوی سے شادی کرنا کسی صورت میں خلافِ اخلاق قرار نہیں دیا جا سکتا، مصلحتِ وقت اور اصلاح کا تقاضا یہی تھا کہ آپ ﷺ وہی کچھ کرتے جو آپ ﷺ نے کیا، اس لیے کسی شخص کو جو دیوانہ نہ ہو، آپ ﷺ کے اس عین جائز عمل پر حرف گیری کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔(۱)

مسلم سیرت نگاروں کا تسامح

مستشرقین نے حضرت زینبؓ سے رسول اللہ ﷺ کے نکاح کو افسانوی رنگ دینے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں کئی ایسی باتیں لکھی ہیں جو صرف اور صرف ان کے اپنے ذہن کی اختراع ہیں، حقیقت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ نکاح سے قبل حضرت زینبؓ سے رسالت مآب ﷺ کے معاشقے کا قصہ بھی خالصتاً خود ساختہ اور ذہنی اختراع ہے، رسالت مآب ﷺ کی عفت مآب حیاتِ طیبہ اس کی عملی تکذیب کرتی نظر آتی ہے۔ آثار وقرائن اس کو باطل اور لغو قرار دیتے ہیں۔ حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ہاں اس معاملے میں کسی حد تک غلطی ہمارے بعض سیرت نگاروں اور مفسرین کی بھی ہے، جنہوں نے اس قصے کی اختراع میں مستشرقین کو مواد فراہم کیا جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔

علامہ ابنِ کثیر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

”ذکر ابن ابی حاتم و ابن جریر ھٰھنا عن بعض السّلف آثاراً جبناً ان نضرب عنها صفحاً لعدم صحتها فلا نوردھا.“

(۱) سوامی لکشمن پرشاد/عرب کا چاند، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ص ۳۶۱

بعض علمائے سلف نے یہاں کئی (موضوع) روایات نقل کی ہیں، لیکن وہ صحیح نہیں۔ لہٰذا ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔

علاّمہ ابن حیان اندلسی نے لکھا ہے کہ:

"لبعض المفسرين كلام فى الأية يقتضى النقص من منصب النبوة ضربنا عنه صفحاً"

یعنی بعض مفسرین نے یہاں ایسی باتیں لکھی ہیں جو شان رسالتؐ کے منافی ہیں، اس لیے ہم نے ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔

علاّمہ قرطبی لکھتے ہیں:

"اَمَّا مَا رُوِىَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوٰى زَيْنَبَ اِمْرَأَةَ زَيْدٍ وَرُبَمَا اَطْلَقَ بَعْضُ الْمَجَانِّ لَفْظَ عِشْقٍ فَهٰذَا اِنَّمَا يَصْدُرُ عَنْ جَاهِلٍ لِعِصْمَةِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِثْلِ هٰذَا اَوْ مُسْتَخِفٌّ بِحُرْمَتِهٖ"

"کہ یہاں جو افسانہ گھڑا گیا ہے، یہ ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عصمت کا علم نہیں یا انہوں نے دانستہ شانِ نبوت کو گھٹانے کی کوشش کی۔ علاّمہ آلوسی کی بھی یہی رائے ہے۔"(۱)

علاّمہ ابوبکر ابنِ عربی اس اعتراض کی حقیقت اور اس قصے کے من گھڑت ہونے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اِنَّهٗ بَاطِلٌ لَا يَصِحُّ النَّظْرُ اِلَيْهِ فَاِنَّهٗ كَانَ مَعَهَا فِىْ كُلِّ وَقْتٍ وَّمَوْضَعٍ وَلَمْ يَكُنْ هُنَاكَ حِجَابٌ يَمْنَعُهَا مِنْهُ فَكَيْفَ تَنْشَاءُ مَعَهٗ وَيَنْشَاءُ مَعَهَا وَيَنْظُرُهَا فِىْ كُلِّ سَاعَةٍ وَلَا تَقَعُ فِىْ قَلْبِهٖ اِلَّا اِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ وَقَدْ وَهَبَتْهُ نَفْسَهَا و كَرِهَتْ غَيْرَهٗ فَلَمْ يَخْطُرْ ذَالِكَ بِبَالِهٖ فَكَيْفَ يَتَجَدَّدُ الْهَوٰى بَعْدَ الْعَدْمِ حَاشَا لِذَالِكَ الْقَلْبِ الْمُطَهَّرِ مِنْ هٰذِهِ الْعَلَاقَةِ الْفَاسِدَةِ"(۲)

یہ (من گھڑت) قصہ باطل ہے، اسے دیکھنا بھی درست نہیں ہے، حضرت زینب ہمہ

---

(۱) الازہری، پیر کرم شاہ،/ ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز ،۱۴۰۲ھ/۴/۶۴۔ ضیاء النبی ۷/ ۵۲۹

(۲) محمد محمود الصواف/ زوجات النبی الطاہرات وحکمۃ تعددھن، ص ۶۴

وقت اور ہر جگہ آپ ﷺ کے سامنے ہوتی تھیں، ان کے درمیان پردہ نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو دیکھ نہ سکتے۔ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ دونوں نے ایک ساتھ پرورش پائی ہو، رسول اللہ ﷺ انہیں دیکھتے رہے ہوں (وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رہی ہوں) لیکن ان کی محبت آپ ﷺ کے دل میں پیدا نہ ہوئی ہو، اور جب ان کی شادی ہو چکی ہو تو اچانک آپ ﷺ کے دل میں ان کی محبت پیدا ہوگئی ہو۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے جان آپ ﷺ کو نذر کی تھی، اور کسی دوسرے کو پسند نہ کیا تھا، تاہم ان تمام باتوں کی آپ نے پروا نہیں کی تھی، تو جو محبت اتنے عرصے آپ ﷺ کے دل میں پیدا نہ ہوئی، وہ بہ یک وقت اچانک کیسے پیدا ہوگئی؟ یقیناً رسول اللہ ﷺ کا قلبِ اطہر اس قسم کی خرافات سے قطعاً پاک ہے۔

جب حضرت زینب بنتِ جحشؓ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہوا اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال تھی، اسلام میں حجاب کا حکم بھی اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ ان دونوں فقروں کو یاد رکھنے کے بعد کوئی بھی شخص مستشرقین کی اس لغو داستان کو باور نہ کر سکے گا کہ حضرت محمد ﷺ حضرت زینبؓ کے حسن کو یکا یک دیکھ کر ان پر فریفتہ ہو گئے تھے، حضرت زینب تو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے پلی بڑھیں، ان کی شکل وصورت کیوں کر آنحضرت ﷺ سے پوشیدہ رہ سکتی تھی، خصوصاً جب کہ ابھی پردے کا حکم بھی نازل نہ ہوا تھا۔ ۳۶ سالہ عورت کا حسن اور وہ بھی عرب جیسے گرم خطے کی خاتون جہاں عورتوں کا شباب جلد ڈھل جاتا ہے، ایسا کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ زید بن حارثہؓ (ایک آزاد کردہ غلام) تو ان سے بے زار ہو جائے اور سیّد الانبیاء، امام الاتقیاء ﷺ ان پر شیفتگی کا اظہار کریں۔ عقل اور عادات و تجربہ اور مشاہدہ ایسی واہی باتوں کی تکذیب کے لیے کافی ہیں۔(۱)

حضور ﷺ کو عظمتیں عطا فرمانے والا خود رب کریم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مستشرقین آپ ﷺ کے مقام کو گھٹانے کی جتنی کوششیں کرتے ہیں ان پر ان کو سوائے حسرت کے کچھ نہیں ملتا۔ مستشرقین نے حضورِ اکرم ﷺ کی کردار کشی کے لیے حضرت زینبؓ کی محبت میں گرفتار ہونے کا جو افسانہ تراشا تھا، اس سے بھی وہ مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں کر سکے بلکہ خود ان کی صفوں میں سے

(۱) قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۱۹۱/۲

متعدد لوگ سامنے آئے جنہوں نے اس افسانے کی تردید کردی۔ وہ مغربی اہلِ علم جنہوں نے مستشرقین کے اس افسانے کو تاریخی حقائق کی روشنی میں پرکھا ہے، انہوں نے اس کو بے بنیاد اور ناقابلِ تسلیم قرار دیا ہے۔ منٹگمری واٹ ان لوگوں میں سے ہے جو حضورِ اکرم ﷺ پر اعتراض کرنے کے مواقع تلاش کرتے ہیں۔ لیکن یہ افسانہ اس کو بھی ناقابلِ تسلیم نظر آیا ہے اور اس نے اس افسانے کے متعلق ایسے تاثرات کا اظہار کیا ہے جو حضور ﷺ کو اس قبیح الزام سے بری ثابت کرتے ہیں۔ منٹگمری واٹ لکھتا ہے:

"Despite the stories, then, it is unlikely that he was swept off his feet by the physical attractiveness of Zaynab. The other wives are said to have feared her beauty; but her age when she married Muhammad was thirty-five, or perhaps rather thirty-eight, which is farily advanced for an Arab woman."(1)

''ہر قسم کی کہانیوں کے باوجود یہ بات ناممکن ہے کہ زینب کی جسمانی کشش کی وجہ سے محمد (ﷺ) کے قدم ڈگمگا گئے ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ محمد (ﷺ) کی دوسری بیویاں زینب کے حسن سے خائف تھیں لیکن محمد (ﷺ) کے ساتھ شادی کے وقت ان کی عمر پینتیس بلکہ اڑتیس سال تھی۔ ایک عرب عورت کے لیے یہ عمر بڑی عمر شمار ہوتی ہے۔

منٹگمری واٹ ایک اور مقام پر اس افسانے کے متعلق یہ تبصرہ کرتا ہے:

"It is most unlikely that at the age of fifty-six such a man as he should have been carried away by a passion for a woman of thirty-five or more".

''یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ محمد (ﷺ) جیسا ایک چھپن سالہ شخص ایک ایسی عورت کے متعلق جذبات کی رو میں بہہ گیا ہو جس کی عمر پینتیس سال یا اس سے بھی زیادہ تھی۔''

یہی مستشرق حضرت زینب کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کی حکمت

(1) Montgomery Watt/Muhammad At Medina, P:133

بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"The criticism of Muhammad, then was based on a pre-Islamic idea that was rejected by Islam, and one aim of Muhammad in contracting the marriage was to break the hold of the old idea over men's conduct. How important was this aim compared with others which he might have had?"(1)

''زینب بنت جحش سے محمد (ﷺ) کی شادی کے وقت، ان پر جو تنقید ہوئی تھی، اس کی وجہ زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم تھی جس کو اسلام نے ختم کر دیا تھا۔ اس شادی سے محمد (ﷺ) کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کے رویے پر اس پرانی رسم کا جو غلبہ تھا، اس کو ختم کیا جائے۔ اس شادی کا یہ مقصد اس کے دیگر ممکنہ مقاصد کے مقابلے میں کتنا اہم تھا؟''

سطور بالا میں جو حقائق پیش کئے گئے ہیں، ان کے پیش نظر یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ جس طرح حضور ﷺ کی دیگر تمام شادیاں خواہشات کی تسکین کے لیے نہیں ہوئی تھیں بلکہ عظیم سیاسی، سماجی اور علمی مقاصد کی خاطر تھیں، اسی طرح حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ ؐ کا نکاح بھی انہی عظیم مقاصد کی خاطر ہوا تھا۔ اور آپ ؐ اس قسم کے انسان نہ تھے جس قسم کا انسان آپ ﷺ کو مستشرقین قرار دیتے ہیں۔

یہاں مستشرقین اور دیگر معترضین سے جو رسول اللہ ﷺ کے اس نکاح پر رنگ آمیزی کر کے آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو داغ دار کرنے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں اور منفی کوششوں کو صرف کرتے نظر آتے ہیں، یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ وہ یہ بتائیں کہ حضرت زینب ؓ سے نکاح کے حوالے سے جو افسانہ تراشا گیا ہے کیا اس قسم کے خودساختہ افسانے کے مرکزی کردار سے زندگی میں کسی عظیم کارنامے کی توقع کی جا سکتی ہے؟

(1) Montgomery Watt/Muhammad At Medina, P:330,

نیز دیکھئے: الازہری/ ضیاء النبی ۷/ ۵۳۷، ۵۳۸

(مستشرقین کی ذہنی اختراع کے مطابق) جو شخص ساٹھ سال کی عمر میں بھی اپنے جذبات قابو میں نہیں رکھ سکتا، (نعوذ باللہ) صنف نازک کی کشش سے وہ رشتوں کے تقدس کو بھی بھول جاتا ہے، اپنی شہرت اور وقار کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے ایسے کام کرتا ہے جو خود اس کے اصولوں کے بھی خلاف ہوں اور اس کے وقار کے لیے بھی تباہ کن ہوں، کیا یہ ممکن ہے کہ ایسا شخص جب عنفوانِ شباب میں تھا تو اس وقت اس کے جذبات کنٹرول میں ہوں گے اور وہ جذبات سے آزاد ہو کر انسانیت کی خدمت میں مگن ہوگا؟

اس بات کو نہ عقل تسلیم کرتی ہے اور نہ انسانی تجربہ، ساٹھ برس کی عمر جذبات کی طغیانی کی عمر نہیں، اس عمر میں انسان کی عقل اس کے جذبات پر غالب ہوتی ہے۔ جس شخص کی حالت ساٹھ سال کی عمر میں یہ ہو، لامحالہ وہ اپنے دورِ شباب میں اپنی خواہشات کے ہاتھوں ایک کھلونا بنا ہوگا اور ایسے شخص سے کسی عظیم کام کی توقع نہیں کی جا سکتی، لیکن مستشرقین جس مقدس ہستی کو افسانے کا مرکزی کردار بتاتے ہیں، اس کے کارہائے نمایاں کا انکار کرنے کی جرأت کوئی دشمن بھی نہیں کر سکتا۔

راج پال لعین جس نے اپنی کتاب کا مرکزی محور و کردار ہی رسالت مآب ﷺ کی ازدواجی زندگی کو بنایا، اپنی ناپاک کتاب کو اسی عنوان سے معنون کرنے کی ناپاک جسارت کی، وہ بھی آپ ﷺ کی باعفت و عصمت زندگی بالخصوص جوانی کے دور کے بارے میں حقیقت کے اعتراف سے باز نہ رہ سکا، وہ بھی اعترافِ حقیقت پر مجبور رہا، اس نے لکھا:

"محمد کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا۔ یہاں تو آریہ سماجیوں کو ماننا پڑے گا کہ محمد نے شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرد رہ کر گزارا، محمد برہمچاری تھے۔

"اور وہ ان کا حق تھا کہ وہ شادی کریں" (۱)

وہ یہ بھی مانتا ہے کہ

"محمد برہمچاری تھے، انہوں نے پچیس برس کی عمر تک شادی نہیں کی اور عالم جوانی کے تموّجات کے باوجود بدکاری سے بچے رہے۔ (۲)

(۱) مطبوعہ ۱۹۲۳ء، ص ۷

(۲) ایضاً، ص ۸

مخالف کو یہ بھی تسلیم ہے: ''میعادِ خانہ داری کے پچیس برس محمد ایک ہی بیوی پر قانع رہے اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھی، اس بوڑھی خاتون سے محمد کی نبھ گئی۔ یہ بات محمد کی پاکیزہ خاطری پر دلالت کرتی ہے۔(۱)

جان ڈیون پورٹ (John Davenport) اسی تاریخی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی تصنیف (An Apology for Muhammad and Kuran) میں لکھتا ہے:

It should be remembered that he lived from the age of five-and-twenty to that of fifty years satisfied with one wife; that until she died at the age of sixty-three he took no other, and that left him without male issue; and it may then be asked, is it likely that a very sensual man, should be contented for five and twenty years with one wife, she being fifteen years older than himself;(2)

یہ یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچیس سے پچاس کی عمر تک ایک ہی بیوی پر قانع رہے اور ان کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے، اور ان کی ۶۳ سال کی عمر میں وفات تک آپؐ نے کوئی اور شادی نہیں کی، اور اس وقت آپؐ کی کوئی نرینہ اولاد بھی نہیں تھی، تب یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ کیا یہ بات حقیقت ہے کہ ایک نفسانی خواہش کا تابع شخص مکمل پچیس سال تک ایک ہی اور وہ بھی اپنے سے پندرہ سال بڑی بیوی پر قانع رہے؟۔

(۱) ایضاً، ص ۱۸، نیز دیکھئے! ثناء اللہ امرتسری، مقدس رسول ﷺ، ص ۳۹

(2) John Davenport/an Apology for Muhammad and Kuran, P:25,26

محترم ظفر علی قریشی نے اپنی کتاب "The Mothers of the Believers" میں اس قسم کی بہت سی آراء ذکر کی ہیں۔

زوجۂ رسول ﷺ، امّ المومنین
حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جویریہ آپ کا نام ہے، قبیلہ خزاعہ کے مشہور خاندان بنو مصطلق سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: جویریہؓ بنتِ حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جزیمہ (مصطلق) بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو مزیقیاء۔ (۱)

حضرت جویریہؓ کے والد حارث بن ابی ضرار خاندانِ بنو مصطلق کے سردار تھے، آپ کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلے کے مسافع بن صفوان (ذی شفر) سے ہوا تھا، آپ کے والد اور شوہر دونوں اسلام کے دشمن تھے، چنانچہ حارث نے قریش کے اشارے سے یا از خود مدینے پر حملے کی تیاریاں شروع کی تھیں، رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے مزید تحقیقات کے لیے

---

(۱) دیکھئے: احمد ابن حنبل/ المسند ۶/ ۳۲۴ و ۴۴۹، ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۱۶۔۱۲۰، خلیفہ بن خیاط/ طبقات خلیفہ، ص ۳۴۲، تاریخ خلیفہ ص ۲۲۴، ابن قتیبہ/ المعارف ص ۱۳۸، ص ۱۳۹، الحاکم/ المستدرک ۴/ ۲۵۔۲۸، ابن عبدالبر/ الاستیعاب ۴/ ۱۸۰۴، ابن اثیر/ اسد الغابہ ۷/ ۵۶، الذہبی/ تاریخ الاسلام ۲/ ۲۷۵، الذہبی/ العبر ۱/ ۷، ۶۱، الذہبی/ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۶۱۔۲۶۵، ابن حجر عسقلانی/ تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۰۷، ابن حجر/ الاصابہ ۱۲، ۱۱۸۲، المتقی الھندی/ کنز العمال ۱۳/ ۷۰۶، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۵۲، الصالحی، الشامی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۱۰، ۱۲۱۱، ابن العماد/ شذرات الذہب ۱/ ۶۱، محبّ الطبری/ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، حلب، ۱۹۴۶، عائشہ بنت عبدالرحمٰن/ نساء النبی ﷺ، مصر، ۱۹۷۳، سعیۃ قراعۃ/ نساء النبی ﷺ، قاہرہ، ۱۹۵۷ء، وداد سکاکینی/ امہات المومنین، مطبوعہ قاہرہ، ۱۹۶۹ء، الصواف، محمد محمود/ زوجات الرسول الطاہرات، بیروت ۱۹۷۴، طنطاوی جوہری/ السر العجیب فی حکمۃ تعدد ازواج النبی ﷺ، مطبعۃ الجمالیہ، مصر، ۱۳۳۳ھ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، سعید احمد انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۷۸۔۸۰، شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ ۲/ ۲۴۶، قاضی سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۲/ ص ۱۹۵،۔ ص ۱۹۶، کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرت المصطفیٰ ﷺ ۲/ ۴۴۴، ۴۲۵۔

حضرت بریدہؓ بن حصیب اسلمی کو روانہ کیا، انہوں نے واپس آکر خبر کی تصدیق کی، آپؐ نے صحابہؓ کو تیاری کا حکم دیا، ۲/ شعبان ۵ ھ کو فوجیں مدینے سے روانہ ہوئیں اور مریسیع میں جو مدینہ منورہ سے ۹ منزل پر ہے، پہنچ کر قیام کیا، لیکن حارث کو یہ خبریں پہلے سے پہنچ چکی تھیں، اس لیے اس کی جمعیت منتشر ہوگئی اور وہ خود بھی کسی طرف نکل گیا، لیکن مریسیع میں جو لوگ آباد تھے، انہوں نے صف آرائی کی اور دیر تک جم کر تیر برساتے رہے مسلمانوں نے دفعتاً ایک ساتھ حملہ کیا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے، ۱۱ افراد مارے گئے اور باقی گرفتار ہوئے، جن کی تعداد تقریباً ۶۰۰ سو تھی۔(۱)

حضرت جویریہؓ کے والد (حارث) اپنے قبیلے کے سردار تھے، وہ جب گرفتار ہوئیں، تو حارث خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ "میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی، میری شان اس سے بالاتر ہے، میں اپنے قبیلے کا سردار اور رئیسِ عرب ہوں، آپ اس کو آزاد کردیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ خود جویریہؓ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے، حارث نے جاکر جویریہؓ سے کہا کہ محمد ﷺ نے تیری مرضی پر رکھا ہے، دیکھنا مجھ کو رسوا نہ کرنا، انہوں نے کہا "میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں"۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے شادی کرلی۔(۲)

جبکہ ابنِ سعد نے "طبقات" میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد نے ان کا زرفدیہ ادا کیا اور جب وہ آزاد ہوگئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔(۳)

حضرت جویریہؓ سے جب آپؐ نے نکاح کیا تو تمام اسیرانِ جنگ جو اہلِ فوج کے حصے میں آگئے تھے، دفعتاً رہا کردیئے گئے، فوج نے کہا کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شادی کرلی وہ غلام نہیں ہوسکتی۔(۴)

---

(۱) سعید انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۷۸

(۲) الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۶۱، الصالحی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۱۰

(۳) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۱۷

(۴) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۱۸، الھیثمی / مجمع الزوائد، قاہرہ، ۱۳۵۲ھ، ۹/ ۲۵۰۔ الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۶۳،۲۶۲

امّ المومنین حضرت عائشہؓ کا بیان ہے: میں نے کسی عورت کو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا، ان کے سبب سے بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد کردیے گئے۔(۱)

ربیع الاوّل ۵۰ھ میں آپؓ وفات پائی، اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ خلیفہ مروان نے نماز جنازہ پڑھی اور جنّت البقیع میں دفن کی گئیں۔ (۲)

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے چند حدیثیں روایت کیں، آپ سے مندرجہ ذیل بزرگوں نے حدیث روایت کی ہے، ابنِ عباسؓ، جابرؓ، ابنِ عمرؓ، عبید بن السباق، طفیل، ابوایوب مراغی، کلثوم، ابن مصطلق، عبداللہ بن شداد بن الہاد، کریب۔ (۳)

(۱) ابن اثیر/ اسد الغابہ ۷/ ۵۶، الذہبی/ سیرأعلام النبلاء ۲/ ۲۶۲، و ۲۶۵، الصالحی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۰،

(۲) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۲۰، الذہبی/ سیرأعلام النبلاء ۲/ ۲۶۳ الصالحی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۱۱،

(۳) الذہبی/ سیرأعلام النبلاء ۲/ ۲۶۱،

نتائج واثرات

امّ المومنین حضرت جویریہؓ قبیلہ بنومصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں، ربیع الاوّل ۵ھ میں غزوۂ مریسیع (بنومصطلق) کے دیگر قیدیوں کے ساتھ اسیر ہوکر آئیں، اس غزوے میں بنومصطلق کے دوسو گھرانے قید ہوکر آئے۔ انہی قیدیوں میں سردار بنومصطلق کی بیٹی حضرت جویریہؓ بھی تھیں، غنیمت کی تقسیم میں آپ ثابت بن قیسؓ کے حصے میں آئیں، ثابت بن قیسؓ نے انہیں مکاتبہ (طے شدہ رقم کی ادائیگی پر رہائی کو مشروط کردیا) بنادیا۔

حضرت جویریہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے علم میں ہے کہ میں جویریہ سردار بنومصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں، اسیری کا حال آپ پر مخفی نہیں، تقسیم میں ثابت بن قیس کے حصے میں آئی ہوں، انہوں نے مجھے مکاتبہ بنادیا ہے، بدل کتابت میں آپ سے اعانت اور امداد کی طالب ہوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم کو اس سے بہتر چیز بتلاتا ہوں، اگر تم پسند کرو کہ تمہاری طرف سے کتابت کی واجب الادا رقم میں ادا کردوں اور آزاد کرکے تم کو اپنی زوجیت میں لے لوں، حضرت جویریہؓ نے اسے قبول کرتے ہوئے اس پر پسندیدگی کا اظہار کیا۔ (۱)

حضرت جویریہؓ کی خواہش تو پہلے ہی سے تھی کہ وہ آزاد ہوجائیں، اتفاق سے ان کے والد حارث بن ضرار آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں قبیلہ بنومصطلق کا سردار ہوں، میری بیٹی کنیز بن کر نہیں رہ سکتی، آپ اسے آزاد کردیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اس مسئلے کو جویریہؓ ہی کی مرضی اور اختیار پر چھوڑ دوں، حضرت جویریہؓ کے والد حارث نے جاکر حضرت جویریہؓ سے کہا کہ اس معاملے کو رسول اللہ ﷺ نے تمہاری مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔

حضرت جویریہؓ نے یہ سن کر کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں۔ (۲)

(۱) ابوداؤد/سنن، (باب فی بیع المکاتب) بیروت، دارالفکر، ۴/۲۲

(۲) ابن حجر/الاصابہ، ۴/۲۶۵، کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/سیرت المصطفیٰ ۱/۱۵۷

اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ یہ شادی اور قبول اسلام حضرت جویریہؓ کی رضامندی سے ہوا تھا، اس میں جبر واکراہ کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔

دوسری اہم بات یہ کہ غلامی اس دور کے نظام حرب اور اس عہد کے بین الاقوامی قانون کا باقاعدہ حصہ تھی، اسے یہودیت، عیسائیت یا کسی اور غیر الہامی مذہب حتیٰ کہ خود عرب معاشرے میں معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے غلامی کے بتدریج خاتمے کی تعلیم دی، اس کا عملی نمونہ حضرت جویریہؓ کے اس نکاح میں نظر آتا ہے، حضرت جویریہؓ کے امّ المومنین کے منصب پر فائز ہوتے ہی ان کے قبیلے کے تمام افراد جو دوسو گھرانوں پر مشتمل تھے، آزاد کردیئے گئے، اس حسنِ سلوک کے نتیجے میں نہ صرف قبیلہ بنو مصطلق کے یہ دوسو گھرانے بلکہ سردار قبیلہ حارث بن ضرار اور پورا قبیلہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت جویریہؓ اور حارث بن ضرارؓ کی رشتے داری اور قبول اسلام کے دوررس اثرات مرتب ہوئے۔

چنانچہ قبیلہ بنو مصطلق میں جو عرب معاشرے میں بڑی عزت وشہرت اور رتبے کا حامل تھا، سیاسی اثرات اور جنگی نقطۂ نظر سے بھی اس قبیلے کی اہمیت مسلّم تھی، حضرت جویریہؓ کے نکاح کے بعد اسلام کی عالمگیر اشاعت میں بھرپور مدد ملی، اسلام کی اشاعت کے دروازے کھل گئے، اور وہ تلواریں جو اسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ کے خلاف اٹھتی تھیں۔ اب اسلام کے لیے اٹھنے لگیں۔

اشاعتِ اسلام کی راہیں ہموار ہوئیں۔ مسلمان بنو مصطلق کے کسی بھی جنگی اقدام اور غارت گری سے محفوظ ہوگئے۔

قبیلہ بنو مصلطق سے رشتے داری اور حضرت جویریہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی شادی کے بے شمار دیگر فوائد واثرات کے علاوہ کئی سیاسی فوائد بھی حاصل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس نکاح کے اہمیت اور وسیع تر دیگر اثرات میں ایک یہ بھی ہے کہ اس عقد کے ساتھ ہی اسلامی مملکت کی سرحد مکے کی سمت کوئی سو میل آگے بڑھ گئی۔ (۱)

چنانچہ سو میل کے وسیع تر علاقے پر اسلام کی حکومت اور اشاعت اس نکاح کے سبب حاصل ہوئی جس کی اہمیت اور اثرات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

❀❀

(۱) محمد حمید اللہ/ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، کراچی، دارالاشاعت، ص ۳۱۷

امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے:

"ماعلم امرأةً كانت اعظم بركةً علىٰ قومها منها.(۱)

میں نے کسی عورت کونہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لیے اس سے (حضرت جویریہؓ) زیادہ برکت کی باعث بنی ہو، جتنی برکت کی باعث وہ (جویریہؓ) اپنی قوم کے لیے بنیں۔

❀❀

(۱) ابن ہشام/ السیرۃ النبویہ ۲/ ۲۹۴، ذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۶۵

زوجۂ رسول ﷺ، امّ المومنین
حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

رملہ آپ کا نام، امِّ حبیبہؓ کنیت اور سلسلۂ نسب یہ ہے: رملہ بنت ابی سفیان، صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس، والدہ کا نام صفیہ بنت ابوالعاص تھا، جو حضرت عثمانؓ کی حقیقی پھوپھی تھیں، آپ کی ولادت رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ۱۷ سال قبل ہوئی۔(۱)

عبیداللہ بن جحش سے جو کہ حرب بن امیہ کے حلیف تھے، آپ کا نکاح ہوا۔

قبولِ اسلام کے بعد حبشہ ہجرت کی، وہاں جا کر ان کا شوہر مرتد ہو گیا اور اس نے عیسائی مذہب اختیار کیا، حضرت امّ حبیبہؓ اسلام پر قائم رہیں، عبیداللہ بن جحش نے عیسائی ہو کر بالکل

❀❀

(۱) دیکھئے: احمد ابن حنبل/ المسند ۶/ ۳۲۵ و ۴۲۵، ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۹۶-۱۰۰، خلیفہ بن خیاط/ طبقات خلیفہ، ص ۳۳۲، خلیفہ بن خیاط/ تاریخ خلیفہ، ص ۹۷، ص ۸۶، ابن قتیبہ/ المعارف، ص ۱۳۶، ص ۳۴۴، الحاکم / المستدرک ۴/ ۲۰-۲۳، ابن عبدالبر/ الاستیعاب ۴/ ۱۸۴۳، ابن عساکر/ تاریخ مدینۃ دمشق ۱۹/ ۲۰۵، مطبوعہ دمشق، ۱۹۸۲ء، ابن اثیر/ اسد الغابہ ۷/ ۱۱۵/، الذہبی/ تاریخ الاسلام ۲/ ۲۵۳، الذہبی/ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۱۸-۲۲۳، الہیثمی/ مجمع الزوائد ۹/ ۲۴۹، ابن حجر عسقلانی/ تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۱۹، ابن حجر عسقلانی/ الاصابہ ۱۲/ ۲۶۰، الصالحی، الشامی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۱۹۳-۱۹۷، زرقانی/ شرح مواہب اللدنیہ ۳/ ۲۴۲، ابن العماد الحنبلی/ شذرات الذہب ۱/ ۵۴، محبّ الطبری/ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، حلب، ۱۹۴۶ء، عائشہ عبدالرحمٰن/ نساء النبی ﷺ، مصر ۱۹۷۳، سدیۃ قراعۃ/ نساء النبی ﷺ، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۷ء، وداد سکاکینی/ امہات المومنین، قاہرہ، ۱۹۶۹ء، الصواف، محمد محمود/ زوجات الرسول الطاہرات، بیروت، ۱۹۷۴ء، طنطاوی جوھری/ السر العجیب فی حکمۃ تعدد ازواج النبی ﷺ، مطبعۃ الجمالیہ، مصر ۱۳۵۸ھ۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، سعید انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۸۲-۸۶، کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۴۲۵-۴۲۹، شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ ۲/ ۲۴۶-۲۴۷، قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۹۷-۱۹۹

آزادانہ زندگی بسر کرنا شروع کی، اسے مے نوشی کی عادت ہوگئی، آخر اس کا انتقال ہوگیا۔(۱)

عدت کے ایام ختم ہوئے، تو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی خدمت میں نکاح کی غرض سے بھیجا، جب وہ نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے امّ حبیبہؓ کو اپنی کنیز کے ذریعے پیغام دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو تمہارے نکاح کے لیے لکھا ہے، انہوں نے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کیا جب شام ہوئی تو نجاشی نے جعفرؓ ابن ابی طالب اور وہاں کے مسلمانوں کو جمع کر کے خود نکاح پڑھایا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ نکاح کے بعد حضرت امّ حبیبہؓ مدینے روانہ ہوئیں۔(۲)

امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں ۴۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ اور مدینے میں دفن ہوئیں۔

اس وقت آپ کی عمر ۷۳ برس تھی، آپ کی قبر کے متعلق اتنا معلوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کے مکان میں تھی (حضرت علیؓ بن حسین) سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو ایک کتبہ برآمد ہوا کہ ''یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے'' چنانچہ اس کو میں نے اسی جگہ رکھ دیا۔(۳)

حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۶۵ روایتیں منقول ہیں، آپ سے ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے، بعض کے نام یہ ہیں، حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (دختر) معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پسران ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عتبہ، ابو سفیان بن سعید ثقفی، سالم بن سوار (مولیٰ) ابوالجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوصالح السمان، شہر ابن حوشب۔(۴)

(۱) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۹۷، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۲۰، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۴۲، الصالحی، الشامی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۱۹۳

(۲) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۹۸، ۹۹، الحاکم/ المستدرک ۴/ ۲۲، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۲۰، الصالحی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۱۹۳، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۴۳

(۳) ابن عبدالبر/ الاستیعاب ۴/ ۱۸۴۳

(۴) الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۱۹

آپ کی دینی حمیت اور استقامت مندرجہ ذیل واقعے سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔
فتح مکہ سے قبل جب ان کے والد ابوسفیان کفر کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس مدینے آئے اور ان کے گھر گئے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھنا چاہتے تھے، حضرت امِّ حبیبہ رَضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ دیکھ کر بستر الٹ دیا، ابوسفیان سخت برہم ہوئے کہ یہ تمہیں اس قدر عزیز ہے، وہ بولیں یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرش ہے اور آپ مشرک ہیں اور اس بناء پر ناپاک ہیں۔(۱)
آپ حدیث پر بہت شدت سے عمل کرتی تھیں، اور دوسروں کو بھی تاکید کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک مرتبہ سنا تھا کہ جو شخص بارہ رکعت روزانہ نفل پڑھے گا، اس کے لیے جنّت میں گھر بنایا جائے گا، فرماتی ہیں **"فما برحت اصلّیھنّ بعد"** میں ان کو ہمیشہ پڑھتی ہوں، اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے شاگرد اور بھائی عتبہ اور عتبہ کے شاگرد عمرو ابن اویس اور عمرو کے شاگرد نعمان بن سالم سب اپنے اپنے زمانے میں برابر یہ نمازیں پڑھتے تھے۔(۲)

(۱) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۹۹، ۱۰۰ الذہبی/ سیر اَعلام النبلاء ۲/ ۲۲۲، ۲۲۳، ابن حجر/ الاصابہ ۱۲/ ۲۶۰، الصالحی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۱۹۵، ۱۹۶
(۲) احمد/ المسند ۶/ ۴۲۵

نتائج واثرات

امّ المومنین امِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قریشِ مکہ کے مشہور سردار ابوسفیان بن حرب اموی کی بیٹی تھیں، امّ حبیبہ ابتدائی دور ہی میں مسلمان ہوئیں، ان کے شوہر بھی اسلام لے آئے اور دونوں نے مشرکینِ مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کی، چند روز بعد ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی بن گئے۔ مگر امِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا برابر اسلام پر قائم رہیں۔

یہ وقت حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے بڑا تکلیف دہ اور آزمائش کا تھا، انہوں نے دینِ اسلام کے لیے اپنے والدین، عزیز واقارب، وطن اور خاوند ہر ایک چھوڑ کر بڑی قربانی دی تھی۔ اب وہ دیارِ غیر میں بے یار و مددگار رہ گئی تھیں۔ ان کے والد اسلام کے نہ صرف دشمن بلکہ کفّار مکہ کے سردار تھے، رسول اللہ ﷺ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو آپؐ نے ان کی دادرسی اور کفالت کے جذبے کے تحت نجاشی شاہِ حبشہ کی معرفت حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس پیش کش کو سعادت اور اعزاز سمجھتے ہوئے قبول کرلیا۔ نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کے وکیل کی حیثیت سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر مسلمانوں کو جمع کر کے خطبۂ نکاح پڑھا اور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں مدینۂ طیبہ روانہ کردیا۔ (۱)

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نکاح کے دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ اس کا سب سے بڑا سیاسی فائدہ یہ ہوا کہ ان کے والد ابو سفیان جو حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہونے سے قبل مشرکینِ مکہ کے سردار کی حیثیت سے اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف اظہار عداوت کی ہر تحریک، جنگ اور محاذ آرائی کے ہر موقع پر سالارِ قافلہ کی حیثیت سے

(۱) محمد محمود الصواف/ زوجات النبی ﷺ الطاہرات، ص ۶۹

ہر موقع پر صف آرا اور آگے آگے نظر آتے تھے، اس کے بعد نہ صرف ان کے جذباتِ عداوت سرد پڑ گئے بلکہ وہ کسی بھی موقع پر جنگ کے لیے سامنے نہیں آئے۔ اسلام کو امن، داخلی استحکام اور تبلیغ دین کے وسیع تر مواقع میسر آئے، اسلام کی عالمگیر اشاعت کا آغاز ہوا، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرماں روایانِ عالم کو دعوتِ اسلام کے فرامین جاری فرمائے۔ ریاستِ مدینہ کی سرحدیں محفوظ ہو گئیں، فتوحات کا آغاز ہوا، مدینے کی سلطنت وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی۔ داخلی اور بیرونی محاذ آرائیوں سے نمٹنے کے بہترین مواقع فراہم ہوئے۔ حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس نکاح ہی کا اثر تھا کہ مشرکینِ مکہ کے سردار ابوسفیان جو امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد تھے، ان کے جذبات عداوت سرد پڑ گئے، اس کا عملی مشاہدہ اس وقت دیکھنے میں آیا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایک لشکر جرار کے ہمراہ فتح مکہ کے موقع پر مکے میں داخل ہوئے تو اہلِ مکہ اور خود ابوسفیان باوجود اپنی بیوی ہندہ کے غیرت دلانے اور ملامت کرنے کے کسی بھی قسم کی محاذ آرائی اور مزاحمت سے باز رہا اور بالآخر مکہ بہ آسانی فتح ہو گیا۔ جبکہ مکے پر مسلمانوں کی یلغار اور فاتحانہ داخلے کو تاریخ کے تناظر میں دیکھا جائے تو وہ اہلِ مکہ جو جنگ وجدل میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے، جو مدینے کی اسلامی ریاست پر کئی بار حملہ آور ہوئے، اسلام کی آمد سے قبل ۴۰، ۴۰ سال تک طویل ترین جنگوں کی تاریخ مرتب کرنے والے اپنے سردار ابوسفیان کی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس رشتے داری کے بعد اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سرنگوں ہو کر بالآخر مفتوح اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر اسلام کی عالمگیر اشاعت کا ہراول دستہ ثابت ہوئے۔

زوجۂ رسول ﷺ، امّ المومنین
حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

میمونہ آپ کا نام ہے اور قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتی ہیں، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: میمونہ بنت حارث بن حُزن ابن بجیر بن ہزم بن رویبۃ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصیفہ بن قیس بن غیلان بن مضر، والدہ قبیلۂ حمیر سے تعلق رکھتی تھیں۔ (۱)

آپ کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا بعد ازاں کسی وجہ سے علیٰحدگی اختیار کرنی پڑی، پھر ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں، ابورہم کی وفات کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ (۲)

---

(۱) احمد ابن حنبل/ المسند ۶/ ۳۲۹، ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۳۲۔۱۴۰، خلیفہ بن خیاط/ طبقات خلیفہ، ص ۳۳۸، تاریخ خلیفہ، ص ۸۶، ص ۲۱۸، ابن قتیبہ/ المعارف، ص ۱۳۷، ص ۳۴۴، الحاکم/ المستدرک ۴/ ۳۰۔۳۳، ابن عبدالبر/ الاستیعاب ۴/ ۱۹۱۴، ابن اثیر/ اسد الغابہ ۷/ ۲۷۲، الذہبی/ تاریخ الاسلام ۲/ ۳۲۴، الذہبی/ العبر ۱/ ۸، ۴۵، ۵۷، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۳۸۔۲۴۵، الہیثمی/ مجمع الزوائد ۹/ ۲۴۹، ابن حجر عسقلانی/ تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۵۳، ابن حجر/ الاصابہ ۱۳/ ۱۳۸، المتقی الھندی/ کنز العمال ۱۳/ ۷۰۸، الصالحی، سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۰۷۔۲۰۹، ابن العماد الحنبلی/ شذرات الذہب ۱/ ۱۲، محبّ الطبری/ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، حلب، ۱۹۴۶، عائشہ عبدالرحمٰن/ نساء النبی ﷺ، مصر، ۱۹۷۳ و داد سکاکینی/ امہات المومنین، قاہرہ، ۱۹۶۹ء، سنیہ قراعۃ/ قاہرہ ۱۹۵۷ء، الصواف، محمد محمود/ زوجات الرسول الطاہرات، بیروت، ۱۹۷۴ء، طنطاوی جوھری/ السر العجیب فی حکمۃ تعدد ازواج النبیؐ ۲/ ۲۴۶، ۲۴۷، سعید انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۸۷۔۸۹، کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۳۳۲، شبلی نعمانی/ سیرت النبیؐ ۲/ ۲۴۷، قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمینؐ ۲/ ۲۰۱، ۲۰۲۔

(۲) احمد ابن حنبل/ المسند ۶/ ۳۲۹، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۳۹، الصالحی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۰۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ذوالقعدہ ۷ھ میں عمرے کی نیت سے مکے روانہ ہوئے اور اسی احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آخری نکاح تھا، اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی سب سے آخری زوجۂ محترمہ تھیں۔ (۱)

یہ عجیب اتفاق ہے کہ مقامِ سرف میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوا اور اسی مقام پر آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں اتارا۔ (۲)

جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت ابنِ عباسؓ نے کہا "یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہیں، جنازے کو زیادہ حرکت نہ دو، باادب اور آہستہ چلو"۔ (۳)

۵۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ سے ۴۶ حدیثیں مروی ہیں، جن میں بعض سے آپ کی فقہی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جن بزرگوں نے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن شداد بن الہادؒ، عبدالرحمٰن بن السائب، یزید بن اصم (یہ سب ان کے بھانجے تھے) عبیداللہ الخولانی، مذبہ (کنیز تھیں) عطاء بن یسار، سلیمان بن یسار، ابراہیم بن عبداللہ بن معبد بن عباس، کریب (ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام) عبیدہ بن سباق، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عالیہ بنت سبیع۔ (۴)

آپ کی سیرت و کردار کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے:

"انّها كانت اتقانا الله و اوصلنا للرّحم"

وہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدا سے بہت ڈرتی اور صلۂ رحمی کرتی تھیں۔

---

(۱) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۴۰، الصالحی/ سبل الهدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۰۹

(۲) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۳۹، ۱۴۰، الحاکم/ المستدرک ۴/ ۳۱، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۴۵، الصالحی/ سبل الهدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۴۵

(۳) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۴۰، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۴۵، زرقانی/ شرح مواهب ۳/ ۲۵۰

(۴) الذہبی/ العبر ۱/ ۸، ۴۵، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۳۹

نتائج واثرات

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے سے قبل مسعود بن عمرو ثقفی اور ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔ بڑھاپے کی عمر میں بیوہ ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس نکاح کا ایک بڑا سبب معمر اور بے سہارا حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دل جوئی، کفالت اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاندانی اثر ورسوخ کے ذریعے مختلف قبائل اور گھرانوں میں اسلام کی تبلیغ تھا۔ چنانچہ اس نکاح نے کئی خاندانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رشتۂ مصاہرت میں پرودیا، جس کی اس دور کے عرب معاشرے میں بڑی اہمیت تھی، چنانچہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آٹھ بہنیں انتہائی ذی مرتبہ قبائل اور خاندانوں میں بیاہی گئی تھیں۔ اس نکاح کے ذریعے ان تمام خاندانوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتے داری قائم ہوگئی، جو بعدازاں اسلام کی وسیع تر اشاعت کا بڑا سبب بنی۔

معروف محقق اور سیرت نگار ڈاکٹر محمد حمید اللہ "کتاب المحبر" کے مولف محمد بن حبیب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"لایعلم امرأة فی العرب کانت اشرف دامن هندبن عوف امّ میمونه واخواتها". (۱)

پورے عرب میں کوئی اور عورت ایسی نہیں معلوم ہوتی جس کے داماد اس سے زیادہ شریف (ذی رتبہ، بارسوخ) ہوں جتنے ہند بنتِ عوف کے تھے، جو میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی بہنوں کی ماں تھیں۔

چنانچہ اشاعتِ اسلام پر اس رشتے کے دوررس اثرات مرتب ہوئے اور ان تعلقات نے اسلام کی اشاعت میں غیر معمولی کردار ادا کیا جس کی اہمیت کو کسی بھی طرح فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس نکاح کے ذریعے رشتے داری سے وابستہ تعلقات اور خاندانی اثرات کس حد

(۱). محمد حمید اللہ (ڈاکٹر) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۳۱۷

تک مرتب ہوئے۔ مختصراً اس کے جاننے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس نکاح کی بدولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک طرف اپنے تبلیغی اور دعوتی مشن میں مزید معاون ومددگار ملے دوسری طرف عہدِ نبوی کی عسکری مہموں اور فتوحات کے لیے اسلامی تاریخ کے عظیم ترمدبر وفاتحین سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے سرخیل میسر آئے، اس نکاح کے بلاشبہ بے پناہ معاشرتی اور سیاسی اثرات مرتب ہوئے۔

اس حقیقت کا اعتراف غیر مسلم مغربی مصنف واشنگٹن ارونگ (Washington Irving) کو بھی ہے، وہ لکھتا ہے:

"This was doubtless another marriage of policy, for Maimuna was fifty-one years of age and a widow, but the connection gained him two powerful proselytes. One was Khalid Ibn al-Walid, a nephew of the widow, an intrepid general ... The other proselyte was Khaled's friend, 'Amr bin al' Aas" (1)

یہ نکاح بھی بلاشبہ، مختلف مصلحتوں پر مبنی تھا، کیوں کہ میمونہ اکیاون برس کی تھیں، مگر اس تعلق داری سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو طاقت ور رفقا مل گئے، ایک ان بیوہ کے بھانجے اور بہادر سپاہ سالار خالد بن ولید تھے اور دوسرے رفیق خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(1) Washington Irving/Life of Mahomet, Vol. IV, P:92. Zafar Ali Qureshi/The Mothers of The Believers, P:31

زوجۂ رسول ﷺ، امّ المومنین
حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا اصل نام زینب تھا، عرب میں غنیمت کے ایسے حصے کو جو حاکم یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہوتا تھا ''صفیہ'' کہتے تھے، زرقانی کی روایت کے مطابق چونکہ آپ غزوہ خیبر کے موقع پر رسالت مآب ﷺ کے حصے میں آئی تھیں، لہٰذا صفیہ کے نام سے مشہور ہوگئیں۔(۱)

آپ کے والد کا نام حیی بن اخطب تھا جو قبیلہ بنونضیر کا سردار اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں شمار ہوتا تھا۔ ماں کا نام ضرد تھا، وہ سموال قریظہ کے سردار کی بیٹی تھیں۔ اور یہ دونوں خاندان (قریظہ اور نضیر) بنی اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے،

(۱) احمد ابن حنبل/ المسند ۶/ ۳۳۶، ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۲۰۔ ۱۲۹، خلیفہ بن خیاط/ تاریخ خلیفہ، ص ۸۲، ص ۸۳، ص ۱۸۶، بن قتیبہ/ المعارف، ص ۱۳۸، ص ۲۱۵، الحاکم/ المستدرک ۴/ ۲۸۔ ۲۹، ابن عبدالبر/ الاستیعاب ۴/ ۱۸۷۱، ابن اثیر/ اسد الغابہ ۷/ ۱۶۹/، الذہبی/ تاریخ الاسلام ۲/ ۲۲۸، الذہبی/ العبر ۱/ ۸، ۵۶، الہیثمی/ مجمع الزوائد ۹/ ۲۵۰، ابن سید الناس/ عیون الاثر ۲/ ۳۰۷، ابن حجر/ تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۲۹، ابن حجر/ الاصابہ ۱۳/ ۱۴، الصالحی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۱۲۔ ۲۱۸، المتقی الھندی/ کنز العمال ۱۳/ ۶۳۷، ۷۰۴، ابن العماد الحنبلی/ شذرات الذہب ۱/ ۱۲، ۵۶، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۵۵، محب الطبری/ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، مطبوعہ حلب، ۱۹۴۶، عائشہ عبدالرحمٰن/ نساء النبی ﷺ، مطبوعہ، مصر ۱۹۷۳ سنیہ قراعۃ/ نساء النبی ﷺ، قاہرہ، ۱۹۵۷ء، وداد سکاکینی/ امہات المومنین، قاہرہ ۱۹۶۹ء، الصواف، محمد محمود/ زوجات الرسول الطاہرات، بیروت ۱۹۷۴ء، طنطاوی جوھری/ السر العجیب فی حکمۃ تعدد ازواج النبی ﷺ، مطبعۃ الجمالیہ، مصر ۱۳۳۳ھ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، سعید انصاری/ سیر الصحابیات ۔ ۹۰۔ ۹۴، شبلی نعمانی/ سیرت النبی ﷺ ۲/ ۲۴۸، کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرت المصطفیٰ ۲/ ۴۲۹۔ ۴۳۱۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین ۲/ ۲۰۰۔

جنہوں نے زمانہ دراز سے عرب کے شمالی حصوں میں سکونت اختیار کرلی تھی۔(۱)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی، طلاق کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں۔ کنانہ جنگ خیبر میں قتل ہوا، آپ کے باپ اور بھائی بھی اس جنگ میں قتل ہوئے۔(۲)

خیبر سے واپسی پر مقامِ صہبا میں حضرت صفیہؓ سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا۔ واپسی پر آپؐ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اونٹ پر سوار کرلیا اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا، یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ وہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہنّہ میں داخل ہوگئیں۔(۳)

رمضان ۵۰ھ میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال تھی۔(۴)

آپ سے چند حدیثیں مروی ہیں، جن کو حضرت زین العابدینؒ اسحاق بن عبداللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنانہ اور یزید بن معتب وغیرہ نے روایت کیا ہے۔(۵)

دیگر ازواجِ مطہراتؓ کی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے زمانے میں علم کا مرکز تھیں "اسدالغابہ" میں ہے: "كانت عاقلة من عقلاء النّساء"(۶)

وہ عقل وفہم کی حامل خواتین میں سب سے زیادہ عقل وخرد کی مالک تھیں۔

زرقانی میں ہے: "كانت صفية عاقلةً حليمةً فاضلةً"

---

(۱) سعید انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۹۰

(۲) احمد ابن حنبل/ المسند ۳/ ۱۲۳، ذہبی/ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۳۱، ۲۳۲

(۳) ابن سعد/ الطبقات الکبریٰ ۸/ ۱۲۴، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۳۶، ابن حجر/ الاصابہ ۱۳/ ۱۴، الصالحی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۱۳ زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۵۷

(۴) ابن حجر/ فتح الباری، لاہور، مطبعۃ السّلفیہ ۱۳۹۰ھ، ۴/ ۲۴۰، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۵۷، صالحی/ سبل الھدیٰ ۱۱/ ۲۱۷

(۵) الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۳۲،

(۶) ابن اثیر/ اسدالغابہ ۷/ ۱۶۹

یعنی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عاقل، فاضل اور حلیم تھیں۔(۱)

حلم وتحمل ان کے باب فضائل کا نہایت جلی عنوان ہے، غزوۂ خیبر میں جب وہ اپنی بہن کے ساتھ گرفتار ہو کر آ رہی تھیں تو ان کی بہن یہودیوں کی لاشوں کو دیکھ دیکھ کر چیخ اٹھتی تھیں، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر کی لاش سے قریب ہو کر گزریں، لیکن اب بھی اسی طرح پیکرِ متانت تھیں اور ان کی جبین تحمل پر کسی قسم کی شکن نہیں آئی۔(۲)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب آپؑ علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولیں "کاش! آپ کی بیماری مجھ کو ہو جاتی"۔ ازواجِ مطہراتؓ نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ سچ کہہ رہی ہیں۔(۳)

(یعنی اس میں تصنع کا شائبہ نہیں ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان کے ساتھ نہایت محبت تھی اور ہر موقع پر ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، آپؑ نے دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں، آپ نے رونے کی وجہ پوچھی، انہوں نے کہا کہ "عائشہؓ اور حفصہؓ کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں، ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچازاد بہن بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہارونؑ میرے باپ، موسیٰؑ میرے چچا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شوہر ہیں، اس لیے تم لوگ کیونکر مجھ سے افضل ہو سکتی ہو۔(۴)

(۱) زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۵۷

(۲) سعید انصاری/ سیر الصحابیات ۶/ ۹۲

(۳) ابن سعد/ الطبقات ۸/ ۱۲۸، الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۳۵، ابن حجر/ الاصابہ ۱۳/ ۱۴، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۲۵۹

(۴) احمد ابن حنبل/ المسند ۳/ ۱۳۵، الحاکم/ المستدرک ۴/ ۲۹ الذہبی/ سیر أعلام النبلاء ۲/ ۲۳۲، ابن حجر/ الاصابہ ۱۳/ ۱۴، زرقانی ۳/ ۲۵۹، الصالحی/ سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۲۱۵

نتائج واثرات

امّ المومنین حضرت صفیہؓ یہودیوں کے مشہور قبیلے بنونضیر کے سردار حیٔ بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ حیٔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی، حضرت ہارون بن عمران کی اولاد میں سے تھا۔(۱)

یہود مدینہ میں بنونضیر کو مرکزی اہمیت حاصل تھی۔ محرم ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد اسیر ہوئیں۔ ان کے نسبی مقام اور خاندانی وجاہت کا تقاضا تھا کہ ام المومنین کے منصب عظیم پر فائز کی جائیں۔ ان کے خاندانی وقار، نسبی وجاہت اور مقام کو دیکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔

نکاح سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اختیار دیا کہ اگر تم اپنے آبائی دین (یہودیت) پر قائم رہنا چاہو تو میں تمھیں آزاد کرتا ہوں اور تمہیں تمہارے قبیلے میں واپس بھیج دیتا ہوں۔ اور اگر تم اسلام قبول کرلو تو میں تمہیں آزاد کر کے تمہارے ساتھ نکاح کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دین اسلام کو اپنے آبائی دین، یہودیت پر ترجیح دی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیا۔(۲)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس نکاح کے کم وبیش وہی اثرات مرتب ہوئے جو حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح سے مرتب ہوئے۔ چنانچہ مدینہ میں بنونضیر کی سیاسی اہمیت اور وجاہت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس طرح یہود مدینہ اور بالخصوص بنونضیر میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کے وسیع تر مواقع میسر آئے، اسلام کی وسیع تر ترویج واشاعت کی راہیں ہموار ہوئیں۔

(۱) ابن سید الناس/ عیون الاثر ۲/ ۳۰۷
(۲) محمد محمود صواف/ زوجات النبی صفحہ ۷۷

رسولِ اکرم ﷺ کی شادیاں
حقائق۔اسباب۔ثمرات

ختمِ نبوّت، تکمیلِ دین ...... بعثتِ نبویؐ کے دواہم مقاصد

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیغمبرانہ خصوصیات میں سب سے اہم اور نمایاں خصوصیت آپؐ کا امام الانبیاء، سیّدالمرسلین اور خاتم النبیین ہونا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیغام اور دین اسلام کائناتی اور آفاقی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنی نوع آدم اور پورے عالم انس وجن کے لیے دائمی نمونۂ عمل اور خاتم الانبیاء بنا کر مبعوث فرمائے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دینِ مبین کی تکمیل کردی گئی۔پوری انسانیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امّت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پوری انسانیت کے لیے بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمائے گے۔اس ابدی حقیقت کی وضاحت قرآنِ کریم کی اس آیت میں بہ تمام وکمال کردی گئی، ارشادِ ربّانی ہے:

"وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا"(۱)

"اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت ورسالت کی آفاقیت اور عالمگیریت کی وضاحت کے حوالے سے ارشادِ ربّانی ہے:

"قُلۡ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا"(۲)

(۱) سبا/۲۸

(۲) الاعراف/۱۵۸

''کہہ دیجیے، اے لوگو! میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں۔ پوری کائنات اور عالمِ انسانیت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ابدی اور مثالی پیغام کا مخاطب اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت و تبلیغ کے زیرِ اثر بھیجے جانے کے حوالے سے ارشاد ہوا:

''تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرقَانَ عَلیٰ عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْراً''(۱)

''برکت والا ہے وہ خدا، جس نے حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر نازل کی تاکہ وہ دنیا جہاں کے لیے ہوشیار وآگاہ کرنے والا ہو۔''

ہادیِ آخر و اعظم، سیّدِ عرب و عجم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پوری انسانیت کے ہادی بنا کر مبعوث فرمائے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت سی احادیث میں اس ابدی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''بعثتُ الی الأحمر والأ سود''(۲)

''میں کالے اور گورے (مشرق و مغرب) تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔''

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی پیغمبرانہ خصوصیت کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

''امّا انا فارسلتُ الی النّاس کلّھم، خاصّة و کان من قبلی انّما یرسل الیٰ قومه.''(۳)

''میں (عمومیت کے ساتھ) تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، حالانکہ مجھ سے پہلے جو نبی بھی مبعوث ہوئے، وہ خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے:

''عن جابر بن عبداللہؓ قال: کان النّبیؐ یبعث الیٰ قومه خاصّة وبعثتُ الیٰ النّاس عامّة.''(۴)

---

(۱) الفرقان/۱،۲

(۲) احمد بن حنبل/المسند، قاہرہ، دارالمعارف، ۱۹۳۶ء، ۴/۴۱۶

(۳) ایضاً ۱۲/۲۵

(۴) بخاری/الجامع الصحیح، بیروت، دارالفکر، ۱۹۸۱ء، کتاب الوضوء، ۱/۸۶

پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیے جاتے تھے اور میں تمام انسانوں کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

اس ابدی حقیقت کو جان لینے کے بعد مسئلے کے دوسرے پہلو کی طرف آیئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوں کہ ہادی عالم، سیّد عرب وعجم اور خاتم الانبیاء ہیں، آپؐ پر دینِ مبین کی تکمیل کر دی گئی۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ہر ہر گوشہ دینِ مبین کی قولی یا عملی تعلیم، تشریح وتعبیر یا تبلیغِ دین کا حصہ تھا، جس کا بہ تمام وکمال محفوظ رہنا ضروری تھا۔ اس اہم اور نا قابلِ تردید نکتے کے جان لینے کے بعد آیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کی طرف۔

بیرونی زندگی...... حیاتِ طیّبہ کا ایک پہلو

انسانی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں، ایک بیرونی اور دوسرا خانگی یا اندرونی، کسی بھی شخصیت کی عملی حالت، اس کے اخلاق وکردار، اس کی سیرت وحیات کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ زندگی کے دونوں اہم پہلوؤں، بیرونی اور اندرونی زندگی کے تمام حالات بے نقاب کیے جائیں۔ اس حوالے سے کوئی گوشہ مخفی نہ ہو، بہ الفاظِ دیگر بہ تمام وکمال حالات کا علم ہو۔

چنانچہ بیرونی زندگی اس کیفیت اور حالت کا نام ہے جو انسان عام لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے۔ اس حصے کے متعلق انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے یا اس کے جاننے کے لیے کثرت سے شواہد دستیاب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اس حوالے سے خاتم النّبیین، سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو دیکھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے اس پہلو پر نظر کی جائے تو یہ بات انتہائی فخر کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وکردار، اخلاق وتعلیمات اور دیگر گوشوں کو اس کمال کے ساتھ محفوظ کیا کہ پوری انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر نظر آتی ہے اور یہ ضروری بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اطہر پر دینِ اسلام کی تکمیل کر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی۔ آپ کا ہر ہر عمل، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فرمان دین کا ترجمان اور فی الحقیقت دین ہے، جب کہ خود قرآن اس حقیقت کی گواہی دے چکا ہے:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى." (۱)

وہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، وہ تو سراسر وحی ہے، جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے دونوں اہم پہلو۔ بیرونی زندگی اور خانگی یا اندرونی زندگی دونوں کی پوری پوری حفاظت ضروری تھی، اور تاریخ اس کی شاہد ہے کہ اس کی پوری پوری حفاظت کی گئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیرونی اور خانگی زندگی کا کوئی گوشہ مخفی نہیں رہا۔

صحابہؓ وصحابیاتؓ اور امّت کی امّہات ومعلّمات ازواجِ مطہراتؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وسنّت کی جس طرح حفاظت کی اور جس صداقت ودیانت اور احتیاط کے ساتھ امّت کی طرف منتقل کی، وہ اسلامی تاریخ کا شان دار اور مثالی کارنامہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا کوئی گوشہ مخفی نہ رہا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام ذاتی حالات میں کہیں چند، کہیں بہ کثرت روایات ہیں، ان میں سے ہر پہلو صاف اور روشن ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا کوئی لمحہ پردے میں نہ تھا، اندرونی اور خانگی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواجِ مطہراتؓ کے مجمع میں ہوتے تھے۔ باہر معتقدوں اور صحابۂ کرامؓ کی محفل میں۔ بڑے سے بڑا آدمی بھی اپنے گھر میں معمولی آدمی ہوتا ہے، اسی لیے والٹیر **(Voltair)** کے مشہور فقرے کے مطابق کوئی شخص اپنے گھر میں ہیرو نہیں ہوسکتا، باسورتھ اسمتھ کی رائے میں کم از کم یہ اصول پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق صحیح نہیں۔ گبّن نے لکھا ہے:

"تمام پیغمبروں میں سے کسی نے اپنے پیروؤں کا اس قدر سخت امتحان نہیں لیا، جس قدر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ انہوں نے دفعۃً اپنی ذات کو سب سے پہلے ان لوگوں کے سامنے پیش کیا جو انہیں، بحیثیت انسان کے بہت اچھی طرح جانتے تھے، اپنی بیوی، اپنے غلام، اپنے بھائی، اپنے سب سے واقف کار دوست کے سامنے پیش کیا، اور ان سب نے بلا پس وپیش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے کی صداقت کو تسلیم کرلیا۔ بیوی سے بڑھ کر انسان کی اندرونی زندگی کا واقف کار کوئی اور نہیں ہوسکتا، لیکن کیا یہ واقعہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بیوی امّ المومنین حضرت خدیجہؓ ایمان

(۱) النجم/۳-۴

لائیں، وہ نبوّت سے پہلے پندرہ برس تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت میں رہ چکی تھیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر حال اور ہر کیفیت کی نسبت ذاتی واقفیت رکھتی تھیں، بہ ایں ہمہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلانِ نبوت کیا تو سب سے پہلے انہی نے اس دعوے کی سچائی کو تسلیم کیا۔

بڑے سے بڑا انسان جو ایک ہی بیوی کا شوہر ہو، وہ بھی یہ ہمت نہیں کرسکتا کہ وہ اسے یہ اذنِ عام دے دے کہ تم میری ہر بات، ہر حالت اور ہر واقعے کو برملا کہہ دو اور جو کچھ مخفی ہے، وہ سب پرظاہر کردو، مگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متعدد ازواج مطہراتؓ میں سے ہر ایک کو یہ اذنِ عام تھا کہ خلوت میں مجھ میں جو کچھ دیکھو، وہ جلوت میں سب کو برملا بیان کردو، جو رات کی تاریکی میں دیکھو، وہ دن کی روشنی میں ظاہر کردو، کیا اس اخلاقی وثوق واعتماد کی مثال کہیں اور مل سکتی ہے؟(۱)

صحابہ وصحابیاتؓ اور ازواجِ مطہراتؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے دونوں اہم پہلوؤں، بیرونی اور اندرونی وخانگی زندگی کے حالات وواقعات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات، احادیث وروایات اور دیگر گوشوں کو جس اہتمام، تمام وکمال اور حزم واحتیاط کے ساتھ اوران کی جزئیات وکلیات کو محفوظ کیا، اسے علاّمہ سیّد سلیمان ندویؒ نے سیرت النّبی جلد ہفتم (مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور) اور خطباتِ مدراس، ص۷۳، تا ۸۵ میں انتہائی تحقیق وتفصیل کے ساتھ درج کردیا ہے۔

حیاتِ طیبہ کی بیرونی زندگی کے حالات بہ تمام وکمال صحابۂ کرامؓ کی مقدس جماعت نے دنیا کو پہنچائے، جس کی نظیر کسی ملّت اور مذہب میں نہیں ملتی، کسی امت نے اپنے نبی کی زندگی کے حالات اس تفصیل اور باریک بینی کے ساتھ تو کیا اسکا عشر عشیر بھی دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا۔

جان ڈیون پورٹ (John Davenport) اپنی کتاب "An Apology for Muhammad and the Koran" ان الفاظ سے شروع کرتا ہے۔

''اس میں شبہ نہیں کہ تمام مقننین اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے حالاتِ زندگی (وقائع عمری) محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقائع عمری سے زیادہ تر مفصل اور سچے

(۱) سیّد سلیمان ندوی/ خطباتِ مدراس، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ص ۷۷

ہوں۔(۱)

نام ور مستشرق ریورنڈ باسورتھ اسمتھ نے ۱۸۷۴ء میں ''محمد اینڈ محمڈن ازم'' کے نام سے رائل انسٹیٹیوٹ آف گریٹ برٹین میں لیکچر دیئے تھے، جو بعد ازاں کتابی صورت میں شائع ہوئے۔اس میں موصوف نے نہایت خوبی سے اس ابدی حقیقت کا اعتراف کیا کہ:

''جو کچھ عام طور سے مذہب کی نسبت صحیح ہے، وہی بدقسمتی سے ان تین مذاہب اور ان کے بانیوں کی نسبت بھی صحیح ہے، جن کو ہم بہتر نام موجود نہ ہونے کے سبب تاریخی کہتے ہیں، ہم مذہب کے اولین اور ابتدائی کارکنوں کی نسبت بہت کم اور ان کی نسبت جنہوں نے ان کی محنتوں میں بعد کو اپنی محنتیں ملائیں، شاید زیادہ جانتے ہیں۔

ہم زرتشت اور کنفوشس کے متعلق اس سے کم جانتے ہیں جو سولن اور سقراط کے متعلق جانتے ہیں، موسیٰ اور بودھ کے متعلق اس سے کم واقف ہیں، جو ہم ایمبر وس اور سیزر کے متعلق جانتے ہیں، ہم درحقیقت مسیح کی زندگی کے ٹکڑے میں سے ٹکڑا جانتے ہیں، ان تیس برسوں کی حقیقت سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے، جس نے تین سال کے لیے راستہ تیار کیا، جو کچھ ہم جانتے ہیں اس نے دنیا کی ایک تہائی کو زندہ کیا ہے اور شاید اور بہت زیادہ کرے، ایک آئیڈیل لائف جو بہت دور بھی ہے اور قریب بھی، ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی لیکن اس کا کتنا حصہ ہے جو ہم جانتے ہی نہیں، مسیح کی خانگی زندگی، ان کے ابتدائی احباب، ان کے ساتھ ان کے تعلقات، ان کے روحانی مشن کے تدریجی، یا یک بیک ظہور کی نسبت ہم کیا جانتے ہیں؟ ان کی نسبت کتنے سوالات ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں، جو ہمیشہ سوالات ہی رہیں گے، لیکن اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے، یہاں دھندلا پن اور راز نہیں ہے۔

اس کا بیان ہے: ہم تاریخ رکھتے ہیں، ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اس قدر جانتے ہیں جس قدر لیوتھ اور ملٹن کے متعلق جانتے ہیں، میتھالوجی، فرضی افسانے اور مافوق الفطرت واقعات ابتدائی عرب مصنفین میں نہیں، یا اگر ہیں تو وہ آسانی سے تاریخی واقعات سے الگ کیے جا سکتے ہیں۔کوئی شخص یہاں نہ خود کو دھوکا دے سکتا ہے، اور نہ دوسرے کو۔ یہاں پورے دن

(۱) سیّد سلیمان ندوی/ خطباتِ مدراس، ص ۷۰

کی روشنی ہے، جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک وہ پہنچ سکتی ہے۔(۱)

خانگی اور اندرونی زندگی......حیاتِ طیّبہ کا اہم پہلو

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیّبہ کی خانگی اور اندرونی زندگی کے حالات وتعلیمات کو امّہات المومنینؓ یعنی ازواج مطہراتؓ نے دنیا کے سامنے پیش کیا، جس سے اندرون خانہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عبادت، تہجد، شب بے داری، درویشی، اخلاقی اور عملی زندگی کے تمام اندرونی اور خانگی حالات دنیا کے سامنے آ گئے، جس سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خداترسی، راست بازی، پاک دامنی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رات کی تاریکیوں میں جبکہ سوائے عالم الغیب کے کوئی دیکھنے والا نہ تھا، کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کی عبادت میں ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہتے تھے۔ (جس کے لیے سورۂ مزمل شاہد عدل ہے۔)

اسی حکمت اور سبب کے تحت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے علاوہ دیگر دس ازواجِ مطہراتؓ سے نکاح فرمایا تاکہ خواتین کی ایک کثیر جماعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خانگی زندگی دنیا کے سامنے پیش کر سکے، اس لیے کہ بیوی جتنی شوہر کے خانگی اور اندرونی حالات سے واقف ہوسکتی ہے، کوئی دوسرا شخص ہرگز، ہرگز واقف نہیں ہوسکتا، اس حکمت اور دینی جذبے کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متعدد نکاح فرمائے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خانگی زندگی کے تمام حالات نہایت تفصیل اور وثوق کے ساتھ دنیا کے سامنے آجائیں، اور ایک کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے، نیز شریعت کے وہ احکام ومسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں سے بیان کرنے میں حیا اور حجاب مانع ہوتا ہے، ایسے احکام شرعیہ کی تبلیغ ازواجِ مطہراتؓ کے ذریعے ہو جائے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا متعدد عورتوں سے نکاح کرنا (معاذ اللہ) نفسانی خواہشات کے جذبے کے تحت نہ تھا، کیوں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سوائے ایک نکاح کے تمام شادیاں بیواؤں یا مطلقہ خواتین سے کی ہیں، جو نہ اپنے حسن و جمال کے حوالے سے مشہور

---

(1) John Davenport/ An Apology for Muhammad and the Kuran P:14,15, نیز دیکھیے: سیّد سلیمان ندوی/ خطبات مدراس، ص ۷۱

تھیں اور نہ مال ودولت کے اعتبار سے بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاں کوئی عیش وعشرت کا سامان تھا، بلکہ مقصد صرف یہ تھا کہ خواتین کے متعلق شریعت کے جو احکام ہیں، ان کی تعلیم وتبلیغ عورتوں ہی کے ذریعے ہوسکتی ہے، ازواجِ مطہراتؓ کے حجرے درحقیقت امّت کی امّہات اور معلّمات کے حجرے تھے، جس ذات بابرکات کے گھر دو مہینے تو انہ چڑھتا ہو، اور پانی اور کھجوروں پر اس کا اور اس کی بیویوں کا گزارہ ہو، جس کا دن مسجد میں اور رات مصلے پر کھڑے ہوئے اس طرح گزرتی ہو کہ اللہ کے سامنے کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجائے، وہاں عیش وعشرت اور نفسانی خواہشات کا تصور ہی محال ہے۔(۱)

دینی اور تشریعی اسباب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض شادیوں کا مقصد زمانۂ جاہلیت کی بعض بدعات، غلط عادات اور غیر شرعی رسوم ورواج کا خاتمہ تھا۔ عرب معاشرے میں غلاموں کو ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ آزاد ہونے کے بعد بھی انہیں سماج میں عزت کا مقام حاصل نہ ہوتا۔ اسلام عدل ومساوات کا مذہب ہے، وہ آزادی وغلامی، حسب ونسب، مال وزر، جاہ واقتدار یا کسی بھی مادّی تفوّق کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان تفریق کا قائل نہیں۔ وہ اس طرح کے تمام تفرقوں کو مٹانے اور لوگوں کے درمیان عدل ومساوات قائم کرنے کے لیے آیا ہے، اس سلسلے میں اس نے جو سنہرے اصول پیش کیے، وہ یہ ہیں:

"يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَا كُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَا كُمْ شُعُوْباً وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ"۔(۲)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے پرہیزگار ہو۔

---

(۱) کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰؐ ۲/ ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳

(۲) الحجرات/۱۳

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے، نہ کسی عجمی کو عربی پر، نہ کسی کالے کو گورے پر، نہ کسی گورے کو کالے پر مگر تقویٰ کی بنیاد پر اس حوالے سے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ (۱)

البتہ مومن غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے درمیان رسم تبنّیت کا رواج تھا، لوگ دوسروں کی اولاد کو گود لے کر صُلبی اولاد بنا لیتے اور اسے وراثت، نکاح، طلاق، حرمتِ مصاہرت اور زندگی کے دوسرے تمام معاملات میں حقیقی فرزند کا درجہ دیتے۔ چنانچہ منھ بولے بیٹے کی منکوحہ فرضی باپ کے لیے حقیقی بہو کی طرح حرام سمجھی جاتی۔ اسی طرح فرضی باپ کی بیوی متبنّٰی کے لیے ماں کی طرح حرام قرار پاتی۔ ظاہر ہے کہ اس فرضی رشتے کی اسلام کی نظر میں کوئی حقیقت نہیں۔ ضرورت تھی کہ اس غلط رسم کو مٹانے کے لیے کوئی مؤثر قدم اٹھایا جائے۔ کیوں کہ اس کی جڑیں عرب کے معاشرے میں بڑی مستحکم تھیں۔ حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح ذریعے ان دونوں بدعتوں اور جاہلانہ رسوم کا خاتمہ ہوا۔ اس صورتِ حال کی وضاحت کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جائے۔ علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''حضرت انس بن مالکؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت زیدؓ شام میں قید ہوئے۔ تہامہ کے کچھ گھڑسواروں نے انہیں گرفتار کرلیا۔ حکیم بن حزام نے انہیں ''سوقِ عکاظ'' میں خریدا اور اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردیا۔ (حضرت خدیجہ کی شادی جب آنحضورؐ سے ہوئی تو) انہوں نے آنحضورؐ کو ہبہ کردیا۔ حضرت زید کچھ عرصہ آپ کی خدمت میں رہے، پھر ان کے باپ اور چچا انہیں فدیہ دے کر چھڑانے کی غرض سے مکہ آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ اگر وہ آپ کے ساتھ جانا چاہیں تو آپ بغیر فدیہ کے لے جائیں۔ حضرت زیدؓ نے اپنی آزادی اور قوم کے درمیان رہنے کے مقابلے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام بن کر رہنے کو ترجیح دی۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کو ان کی یہ ادا بہت پسند

(۱) البقرہ/۲۲۱

آئی آپؐ نے فرمایا: قریش کے لوگو! تم گواہ رہو کہ زید میرا بیٹا ہے، وہ میرا وارث بنے گا اور میں اس کا وارث بنوں گا (یا معشر قریش اشھدوا انہ یرثنی و ارثہ) آپؐ انہیں لے کر قریش کے حلقوں میں چکر لگاتے رہے اور انہیں اس بات پر گواہ بناتے رہے۔ ان کے چچا اور باپ نے اسے پسند کیا اور گھر واپس ہو گئے"۔(۱)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آٹھ سال کی عمر میں گرفتار ہوئے تھے۔ سات سال حضرت خدیجہؓ کے پاس رہے، پندرہ سال کی عمر میں رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، کچھ ہی دنوں میں آپؐ کے حسنِ اخلاق، حسن سلوک اور شفقت و مروت سے اتنا متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنے والدین، اقارب اور قوم کے مقابلے میں آپ کو، آزادی کے مقابلے غلامی کو اور اپنے وطن میں رہنے کے مقابلے میں ترجیح دی۔ آنحضورؐ کی بعثت کے وقت ان کی عمر تیس سال تھی اور آپؐ کی تربیت میں رہتے ہوئے پندرہ سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ بعثت کے بعد آپؐ کی دعوت پر سب سے پہلے جن حضرات نے لبیک کہا تھا ان میں سے حضرت زید بھی تھے۔ جب انہوں نے باپ کے ساتھ جانے پر آنحضور کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی، اسی موقع پر آپؐ نے انہیں آزاد فرما کر اپنا متبنّٰی بنا لیا تھا اور انہیں عرب کی قدیم رسم کے مطابق زید بن محمد ہی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ حضرت زید بن حارثہ کو ہم لوگ زید بن محمد ہی کہہ کر پکارتے تھے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم کی آیت: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (تم لے پالک بیٹوں کو اُن کے اصلی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے) نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم زید بن حارثہ بن شراحیل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم نازل فرما کر پرانی رسم کو منسوخ کر دیا، اس کے بعد سے لوگ انہیں زید بن حارثہ کہنے لگے۔ حضرت زیدؓ آنحضورؐ کے نزدیک عزیز ترین لوگوں میں تھے۔ ان کا آپؐ بہت خیال رکھتے۔ حضرت زیدؓ نے آنحضورؐ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحشؓ کے ساتھ ان کا نکاح کرا دیں۔ آپؐ نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے حضرت زینبؓ کے گھر پیغامِ نکاح بھیجا لیکن حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی

---

(۱) قرطبی/الجامع لأحکام القرآن، بیروت،۱۴/۷۹

عبداللہ بن جحش کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ قریش کے نہایت اور اعلیٰ خاندان کی خاتون اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی زاد بہن کو ان کے آزاد کردہ غلام کے عقدِ نکاح میں دیا جائے۔ اس موقع پر سورۂ احزاب کی درج ذیل آیت نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (۱)

جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ فرما دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا اور نکاح کے لیے بخوشی تیار ہو گئے یہ اسلام کا معجزہ تھا کہ اس نے سابق غلام حضرت زیدؓ جو کسی عرب خاتون کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے تھے، انہیں قریش کے نہایت اعلیٰ خاندان کی معزز خاتون حضرت زینب کا کفو بنا دیا۔ شادی ہو گئی لیکن کچھ ہی مدت کے بعد دونوں کے ازدواجی تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کی طبیعت میں نفور دیکھا تو آنحضرتؐ سے اس کا تذکرہ کیا اور طلاق کی اجازت چاہی لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ سے ڈرنے اور صبر و تحمل کے ساتھ اپنی بیوی سے نباہ کرتے رہنے کا حکم دیا۔ حضرت زیدؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کچھ دنوں گزارہ کیا، لیکن جب انہوں نے پوری طرح محسوس کر لیا کہ طبیعت کے اختلاف اور ذوق و مزاج کی ناہمواری کی بنیاد پر دونوں کی زندگی خوشگوار نہیں گزر سکتی اور نکاح کے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے تو مجبور ہو کر انہوں نے طلاق دے دی، حضرت زینبؓ اور ان کے گھر والوں کے لیے یہ بہت بڑا حادثہ تھا۔ وہ لوگ تو پہلے ہی اس رشتے کے لیے آمادہ نہ تھے، محض اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کی بنیاد پر انہوں نے اس کو قبول کیا تھا اور اب طلاق کی ذلت اس قریشی خاتون اور ان کے اہلِ خاندان کے لیے سوہانِ روح تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس حادثہ کو ان کی عزت کا ذریعہ بنائے۔ چوں کہ انہوں نے حکم الٰہی پر سر جھکا دیا تھا، چنانچہ اس نکاح سے جب شریعت کی ایک غرض پوری ہو گئی اور عملی طور پر بھی اسلامی معاشرے میں ایک مومن غلام قریش کی ایک معزز خاتون کا ہمسر قرار

(۱) الاحزاب/۳۶

پایا، غلاموں کو ہر حیثیت سے معاشرے میں عزت کا مقام حاصل ہو گیا اور اس طرح غلاموں کے تئیں دورِ جاہلیت کے غرور و نخوت اور جاہلانہ ذہنیت کا خاتمہ ہو چکا، تو قدرت کی مشیت ہوئی کہ حضرت زینبؓ کے دوسرے نکاح سے شریعت کی ایک دوسری ضرورت اور مصلحت کی تکمیل ہو اور دورِ جاہلیت کی رسمِ تبنّیت کا خاتمہ ہو جس کی رو سے منھ بولے بیٹے کو زندگی کے تمام معاملات و احکام میں حقیقی فرزند کا مقام دیا جاتا تھا۔ اسلام، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا پسندیدہ دین اور تنہا راہِ نجات قرار دیا اور تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کر کے ایک صالح اور برتر نظامِ زندگی کی حیثیت سے قیامت تک کے انسانوں کے لیے روئے زمین پر برپا کیا، اس کے پیشِ نظر ایسی تمام غلط روایات اور باطل رسوم و رواج کو ختم کرنا بھی تھا، لیکن چونکہ عرب معاشرے میں اس کی جڑیں بڑی گہرائی میں پیوست تھیں اور وسیع پیمانے پر اس کا رواج تھا، اس لیے محض قولی ہدایت کے ذریعہ لوگوں کے ذہن سے اس کی قباحت کو نکالنا اور اس رسم کو بالکلیہ ختم کرنا مشکل تھا۔ گویا اس کی حیثیت کسی ایسے نرم و نازک پودے کی نہیں تھی جو معمولی ہواؤں سے اکھڑ جائے بلکہ اس کی حیثیت اس تناور درخت کی تھی جس کا استیصال طوفان اور بادِ صرصر کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی کہ خود اپنے حبیب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کا خاتمہ کریں۔ چنانچہ اس نے وحی کے ذریعہ اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینبؓ سے نکاح کر کے اس رسمِ جاہلیت کا ازالہ فرمائیں اور اسلام کے پاکیزہ اور سنہرے فطری اصولوں کو فروغ دیں تاکہ پھر اس کے بعد کسی کو اپنے لے پالک کی بیوی سے نکاح کرنے میں کوئی تامل اور تردد باقی نہ رہے لیکن آپ ﷺ کو اس کا اندیشہ تھا کہ منافقین اس پر نکتہ چینی کریں گے اور کہیں گے کہ لو، محمد صلی اللہ علیہ سلم نے اپنی بہو سے شادی رچالی۔ اس بنا پر آپ ﷺ کو اس میں تامل ہو رہا تھا اور آپ اس سلسلے میں فوری قدم اٹھانا نہیں چاہتے تھے۔ حتیٰ کہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ آپ لوگوں سے ڈر رہے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے؟ اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس سے ڈریں اور بلا تاخیر اس کی تعمیل کریں۔ چنانچہ حکمِ الٰہی کے مطابق یہ مبارک رشتہ انجام پا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَا کَهَا لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○ (۱)

اور جب آپؐ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپؐ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو اور خدا سے ڈرو، اور آپؐ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپؐ لوگوں سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپؐ کو اللہ ہی سے سزاوار ہے۔ پھر جب زید نے ان سے اپنی ضرورت پوری کر لی تو ہم نے آپؐ سے ان کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے۔ جب وہ ان سے اپنی ضرورت پوری کر لیں اور خدا کا یہ حکم تو پورا ہونے والا تھا ہی۔

''زوّجنا کہا'' یعنی ہم نے زینب سے آپؐ کا نکاح کر دیا، کا مطلب یہ ہے کہ یہ نکاح ہمارے حکم سے انجام پایا اور اس کی حکمت یہ بتائی گئی تاکہ اس کے بعد مسلمانوں کو اپنے لے پالک بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج باقی نہ رہے۔ کوئی مخالف یہاں پر یہ سوال کر سکتا ہے کہ کیا اس کیلئے خود نبیؐ کا اقدام ضروری تھا؟ قرآنِ کریم کی تصریح سے تو لوگوں کو اس کا علم ہو ہی گیا کہ عرب کی قدیم رسم تبنّیت کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا۔ کسی کا لے پالک بیٹا اس کا حقیقی فرزند نہیں ہے، وہ فرزند اس کا ہے جس کی صلب سے پیدا ہوا ہے۔ اب اسلامی قانون کی رو سے لے پالک کے لیے اپنے فرضی باپ کی منکوحہ سے اور فرضی باپ کے لیے اپنے لے پالک کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ نہیں، محض یہ اعلان اس رسمِ بد کو مٹانے کے لیے کافی نہ ہوتا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت زینبؓ سے نکاح، رسمِ تبنّیت کے ابطال کے لیے تھا۔ اللہ کے حکم سے آپؐ نے اس رسمِ جاہلیت کے خلاف قدم اٹھا کر ہمیشہ کے لیے اس کی بیخ کنی کر دی اور صاف طور پر اعلان فرما دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، آپؐ کی نرینہ اولاد میں سے کوئی زندہ نہیں رہی تو پھر حضرت زید آپؐ کے بیٹے کیسے ہو جائیں گے؟ آپؐ تو اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(۱) الاحزاب۔ ۳۷

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (۱)

ظاہر ہے کہ یہ نکاح خواہشِ نفس اور تسکین شہوت کی خاطر نہیں تھا، بلکہ ایک غلط رسم کو مٹانے اور اسلام کے فطری اور اصولی قانون کو رائج کرنے کے لیے تھا۔ (۲)

تعلیمی اور تربیتی اسباب

عورت اور مرد دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کے اہم افراد ہیں اور اسلام نے مومنین و مومنات دونوں کو براہِ راست مخاطب بنایا ہے، قرآنِ کریم میں خصوصیت سے اس کا ذکر موجود ہے، اس حوالے سے ارشادِ ربّانی ہوا:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (۳)

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر خدا رحم کرے گا۔ بے شک، خدا غالب حکمت والا ہے۔

چنانچہ انسانی زندگی کے بے شمار مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خصوصی طور پر عورتوں کے ساتھ ہے، اسلام ان نسوانی مسائل کے متعلق بھی تفصیلی راہ نمائی فراہم کرتا ہے، کیونکہ صنفِ لطیف نصف امت ہے اور اسلام اس نصف امّت کے مسائل کو نظر انداز نہ کر سکتا تھا، جن مسائل کا تعلق عورتوں کی نسوانی زندگی کے ساتھ ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے مسائل سے متعلق جو تعلیمات لے کر مبعوث ہوئے تھے، ان تعلیمات کو امّت کی عورتوں تک پہنچانے،

(۱) الاحزاب/ ۴۰

(۲) بحوالہ: بحث و نظر، سہ ماہی، پٹنہ، انڈیا، جولائی۔ ستمبر ۱۹۹۵ء، مقالہ پیغمبرِ اسلامؐ اور تعدد ازدواج/ نور الحق رحمانی

(۳) التوبہ/ ۷۱

عورتوں کو وہ مسائل سمجھانے اور ان پر عمل کر کے دکھانے کے لیے آپ کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو انتہائی پاک باز، ذہین وفطین، دیانت دار اور متقی ہوں، اور فریضۂ رسالت کی تبلیغ کے لیے مخلص کارکنوں کی حیثیت سے کام کر سکتیں، ایسی عورتیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کی تفصیلات کو محفوظ کرتیں، انہیں امانت اور دیانت کے ساتھ امّت کی عورتوں تک پہنچاتیں، اور ان کو ان پر عمل کرنے کا طریقہ بھی سمجھاتیں۔

ان اہم امور کی انجام دہی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو مذہب یا معاشرے کی طرف سے کسی قدغن کے بغیر، کاشانۂ نبویؐ میں آپؐ کے ساتھ رہتیں، یہ کام صرف وہی خواتین کر سکتی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتیں۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمانوں کی تعداد میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا اور بہت جلد ان نفوسِ قدسیہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی، جن کی تعلیم کا فریضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انجام دینا تھا۔ صرف ایک بیوی سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ ان گونا گوں ذمے داریوں سے تنہا عہدہ برآ ہو سکتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مقاصد کے تحت شادیاں کی تھیں، ان مقاصد کی تکمیل کے لیے آپ کو تجربے کار اور جہاں دیدہ خواتین کی ضرورت تھی، اور آپؐ نے انہی خواتین کا انتخاب فرمایا جو اس مقصد کے لیے معاون ثابت ہو سکتی تھیں۔ آپؐ نے ایک کے سوا تمام بیوہ خواتین کو اپنی زوجیت میں لیا۔

یہ خواتین بیوہ تو تھیں لیکن ذہانت، فطانت اور دیانت داری میں اپنی مثال آپؐ تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ایک باکرہ خاتون کو شرفِ زوجیت بخشا، وہ بھی صغر سنی کے باوجود مذکورہ بالا صفات میں کسی جہاندیدہ خاتون سے کم نہ تھیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مذکورہ بالا مقاصد کو جس حسن وخوبی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پورا کیا، وہ انہی کا حصہ ہے۔(۱)

(۱) الازہری، پیر محمد کرم شاہ/ ضیاء النبی ﷺ ۷/ ۴۸۰

خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"خذوا نصف دینکم عن هٰذه الحمیراء"۔(۱)

اپنے دین کا نصف علم اس حمیراء (یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ) سے حاصل کرو۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کا بیان ہے:

"کانت عائشة افقه النّاس واحسن النّاس رأیاًفی العامّة"

حضرت عائشہ صدیقہؓ تمام انسانوں سے زیادہ احکام دین کو سمجھنے والی تھیں اور امور عامہ میں آپ کی رائے سب سے زیادہ صائب ہوتی تھی۔(۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر کی حیثیت سے قیامت تک کے انسانوں کی اصلاح وہدایت کیلئے نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا، آپ کی پیغمبرانہ ذمہ داری تھی کہ اپنی تعلیم وتربیت سے ایسی مقدس جماعت تیار کریں جو اپنی مثالی سیرت وکردار کے لحاظ سے پوری دنیائے انسانیت کے لیے نمونہ ہو، اور ہر قوم، ہر ملک اور ہر زمانے کے لوگ رہتی دنیا تک انکی پیروی کرتے رہیں اور ابتداً جس قوم کی اصلاح وتربیت آپؐ کے سپرد کی گئی تھی، وہ ان پڑھ اور تہذیب وتمدن سے قطعاً نا آشنا تھی۔ جہالت اور ضلالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی، جنکی دینی، اخلاقی اور معاشرتی گراوٹ اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ ایسی ناخواندہ، بدوی، وحشی اور گنوار قوم کو پیغمبرانہ تعلیم وتربیت کے ذریعہ مہذب اور شائستہ بنانا اور دنیا کے سامنے نمونہ کے طور پر پیش کرنا، آپؐ کا فریضہ تھا، آپؐ کی بعثت کے اسی عظیم مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیَاتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ○ (۳)

اللہ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان (نفوس) کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے،

(۱) محمد محمود صواف/ زوجات النّبی الطّاہرات، صفحہ ۳۶

(۲) ایضاً حوالہ سابقہ

(۳) الجمعہ/۲

حالاں کہ وہ لوگ اس سے قبل کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے تھے۔

مرد و عورت انسانی معاشرے کے دو بنیادی ستون ہیں، کسی بھی معاشرے کی مکمل اصلاح جبھی ممکن ہے جب کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی صحیح تعلیم و تربیت ہو، تنہا مردوں کی اصلاح پورے معاشرے کی اصلاح کی ضامن نہیں ہوسکتی، کیوں کہ عورتیں نصف انسانیت ہیں اور عورتوں کی مکمل اصلاح عورتوں ہی کے ذریعہ ہوسکتی ہے۔ اس لیے عورتوں کی اصلاح و تربیت کے لیے عورتیں ہی زیادہ موزوں اور مناسب ہوسکتی ہیں اور معاشرتی اصلاح کے لیے مردوں سے زیادہ عورتوں کی تربیت ضروری ہے، اس لیے کہ بچے ان ہی کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ ماں کی گود بچوں کے لیے اولین درس گاہ اور تربیت گاہ ہے۔ ماں اگر اچھی اور تربیت یافتہ ہوگی تو اس کے بچے بھی شائستہ اور مہذب ہوں گے اور بچوں کی اصلاح و تربیت سے آئندہ نسل کی اصلاح ممکن ہے اس لیے عورتوں کی اصلاح و تربیت اور ان کے درمیان دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ضروری تھا کہ آپ مختلف عمروں اور مختلف ذہنی صلاحیتوں کی حامل خواتین کو اپنے نکاح میں لائیں اور اس طرح براہِ راست ان کی تربیت فرما کر عورتوں کی اصلاح کے لیے ان کو تیار کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکّی دور ایک ہنگامی دور تھا، اسلام قبول کرنے والوں میں معاشرے کے زیادہ تر کمزور افراد کی مٹھی بھر جماعت تھی جو دبی اور کچلی ہوئی تھی لیکن تمام تر مظالم کے باوجود اپنے دین و ایمان پر قائم تھی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چھپا کر ان کی تربیت فرماتے۔ اس زمانہ میں قرآنِ کریم کی جو آیتیں اور سورتیں نازل ہوئیں، ان کا تعلق اصلاحِ عقائد، ایمانیات، توحید و رسالت، قیامت، حشر و نشر اور اخروی جزا و سزا سے ہے۔ احکام سے متعلق آیات مکہ میں بہت کم نازل ہوئیں۔ ہجرت کے بعد جب مدینہ میں اسلام کو فروغ نصیب ہوا، گھر گھر اسلام پھیلا اور مدینۂ منورہ کی تقریباً پوری آبادی حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جاں نثار ساتھیوں کو قدم جمانے کا موقع ملا، آزادی اور چین و سکون کی فضا میسر آئی تو آپؐ نے مدینہ اور مسجد نبوی میں صحابہ کی تعلیم و تربیت اور تزکیۂ نفس و اصلاحِ باطن کا مضبوط نظام قائم فرمایا، ہر شب و روز و صبح و شام تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رہتا، اصحاب صُفّہ کی ایک مستقل جماعت تھی جو چوبیس گھنٹہ کتاب و سنت کی تعلیم میں مصروف رہتی اور ہمیشہ قرآنی آیات اور احادیث کے حفظ و فہم اور درس و مذاکرہ کا سلسلہ جاری

رہتا۔ اس کے علاوہ جو لوگ تاجر، مزدور، کاشت کار، صنعت کار یا دوسرے کاروبار اور پیشوں سے تعلق رکھنے والے تھے، انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضری کے لیے باری مقرر کر لی تھی اگر کوئی معاشی ضرورت سے مجلس رسول سے غیر حاضر ہوتا تو اس کا بھائی یا ساتھی یا گھر کا کوئی فرد حاضرِ مجلس ہوتا اور مجلس کی اہم باتوں سے اسے مطلع کرتا۔ آپؐ نے عورتوں کی تعلیم کے لیے کچھ اوقات مخصوص فرمادیئے تھے جن میں وہ آکر دین کا علم حاصل کرتیں۔ (اس کی تفصیلات مقریزی/ خطط المقریزیہ مطبوعہ قاہرہ، نعیمی/ الدراس فی تاریخ المدارس مطبوعہ بیروت اور رضا کحالہ کی اعلام النساء اور قاضی اطہر مبارکپوری کی کتاب خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت مطبوعہ لاہور، ادارہ اسلامیات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔) شریعت کے کچھ احکام وہ ہیں جن کا تعلق دونوں صنفوں سے ہے اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق مردوں سے ہے، عورتوں سے نہیں اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق عورتوں سے ہے، مردوں سے نہیں۔ عورتوں کے احکام عورتیں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھا سکتی ہیں یا پھر شوہر اپنی بیوی کو بلا تکلف سمجھا سکتا ہے، لیکن عام عورتوں کو اچھی طرح نہیں سمجھا سکتا۔ فطری حیا کبھی عورتوں کو براہ راست مردوں سے پوچھنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ انصار کی بعض خواتین ایسی بھی تھیں جو دینی مصلحت کو ترجیح دیتے ہوئے مسائل دریافت کرنے میں شرم نہیں کرتیں اور بہت سی خواتین براہ راست پوچھنے میں حجاب محسوس کرتیں اور ازواجِ مطہراتؓ کو واسطہ بناتیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت میں بھی شرم وحیا کا عنصر غالب تھا، اس لیے اگر بعض خواتین کبھی ایسے مخصوص اور نازک مسائل آپ سے دریافت کرتیں تو آپؐ جمالاً سمجھاتے، کھل کر سمجھانے میں حجاب محسوس ہوتا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک انصاری خاتون اسماء بنت یزیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض سے غسل کرنے کی کیفیت دریافت کی تو آپؐ نے اسے غسل کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ روئی کا ایک ٹکڑا لے لو جس میں خوشبو کا اثر ہو اور اس سے طہارت حاصل کرو، تو اس نے پوچھا کہ میں اس سے کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپؐ نے پھر وہی جواب دیا، اس نے دوبارہ اور سہ بارہ اسی سوال کا اعادہ کیا آپؐ نے ہر مرتبہ یہی مجمل جواب دیا، اور سبحان اللہ فرمایا اور شرماتے ہوئے منہ پھیر لیا، تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا (اور تنہائی میں لے جا کر سمجھایا) صراحت کے ساتھ سمجھایا۔

مدینۂ منورہ میں دین حق کو روز افزوں ترقی ہوتی گئی اور مختلف قبیلوں اور علاقوں کے لوگ اجتماعی طور پر اسلام قبول کرنے لگے، خاص طور پر صلحِ حدیبیہ کے بعد جب مشرکین کی طرف سے لڑائی کا خطرہ ٹل گیا اور دس سال کے لیے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو گیا تو اب دین کی دعوت کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی اور بڑے پیمانے پر لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے اور "یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا" کا منظر سامنے آیا، جزیرۃ العرب کے لوگوں کو دینِ حق پر مجتمع کرنے، ان کے دلوں کو جوڑنے اور ان کی صف میں اتحاد پیدا کرنے کے سلسلے میں آپؐ کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اور پھر یہیں سے دین حق کی دعوت دنیا کے ہر چپے چپے اور گوشے گوشے میں پھیلی، اسی دور میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں کیں، ظاہر ہے کہ عرب کے تمام قبائل کے درمیان عورتوں کی اصلاح وتربیت کا کام تنہا ایک عورت سے انجام نہیں پا سکتا تھا۔ اس کے لیے مختلف قبائل کی متعدد عورتوں کی ضرورت تھی، اس لیے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف عمروں اور مختلف صلاحیتوں کی حامل خواتین کو متفرق قبائلِ عرب سے چن کر اپنی زوجیت میں داخل فرمایا اور ان کی مکمل دینی تربیت فرما کر عورتوں کے لیے قابل تقلید نمونہ بنایا، جن کے ذریعہ آپؐ کی زندگی میں بھی اور آپؐ کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی عورتوں میں شریعت کے احکام کی تبلیغ ہوئی اور ان کی اصلاح وتربیت کا اہم فریضہ انجام پایا، چنانچہ عورتوں سے متعلق مخصوص مسائل مثلاً حیض، نفاس، غسل وطہارت، ولادت، رضاعت، حضانت اور بچوں کی تربیت وغیرہ کے مسائل زیادہ تر ان ہی کے واسطے سے مدوّن ہوئے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بہت سے اہم پہلوؤں کی وضاحت میں انہوں نے بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔ اگر آپؐ کی جلوت اور بیرونی مشاغل کے حالات بیان کرنے والے ہزاروں صحابہ ہیں تو دوسری طرف آپؐ کی خلوت، ازدواجی زندگی کے حالات اور اندورن خانہ کے امور ومعاملات اور اس سلسلے میں آپؐ کے ارشادات وفرمودات کی روایت کرنے والی امہات المومنینؓ کی مقدس جماعت ہے۔

یہ ازواج مطہراتؓ کا عظیم احسان ہے کہ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت کے گوشوں کی بھی پوری وضاحت فرما دی ورنہ امت اس سے محروم رہتی۔ قرآن کریم نے ازواج مطہراتؓ کو ان کی یہ اہم اور نازک پوزیشن یاد دلائی اور صاف لفظوں میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

یَانِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (۱)
اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

یعنی تمہاری زندگی رہتی دنیا تک انسانیت کے واسطے اور بالخصوص عورتوں کے واسطے نمونہ ہے، تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبیؐ کی رفاقت کے لیے منتخب فرمایا ہے، اس انتخاب کی وجہ سے تمہارا مقام جتنا بلند ہوا ہے، اسی اعتبار سے تمہاری ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی ہیں، اس لیے تمہارا قدم پورے احتیاط اور احساس ذمہ داری کے ساتھ اٹھنا چاہیے۔

آگے چل کر قرآنِ کریم نے انہیں صراحت کے ساتھ آگاہ کردیا کہ تمہارا گھر وحیِ الٰہی اور تعلیماتِ ربانی کا مرکز اور گہوارہ ہے، جہاں صبح وشام اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور دنیا کے لوگوں کو حکمت ودانائی اور کتاب وسنت کی تعلیم دی جاتی ہے، اس لیے تمہاری ذمہ داری بڑی اہم ہے، تمہیں ان تعلیمات پر پہلے خود کاربند ہونا اور پھر دوسروں میں ان کی تبلیغ واشاعت کرنی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (۲)
یعنی تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی جو تلاوت ہوتی ہے، انہیں یاد کرو اوران کا مذاکرہ کرو۔

تو اس فرمانِ الٰہی کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کی بیویو! تمہارے گھروں میں آیاتِ قرآنی اور حکمت ودانائی کی جو باتیں پڑھی اور سکھائی جاتی ہیں اور نبی کی زبانی تم جو کچھ سنو انہیں پوری طرح یاد رکھو، پھر پہلے ان پر خود عمل پیرا ہو اور پھر لوگوں کو ان کی دعوت دو، کیوں کہ پیغمبر ﷺ کی دائمی رفاقت ومعیت سے تمہیں بہت سی ان ہدایات وتعلیمات کا علم ہوگا، جو دوسروں کو نہ ہوگا، اس لیے تم ہی تمام لوگوں تک ان ہدایات کی تبلیغ کا ذریعہ بن سکتی ہو۔

چنانچہ ازواج مطہراتؓ نے پیغمبر علیہ السّلام کی تربیت اور نگرانی میں رہ کر پوری طرح ان مقدس تعلیمات کو اپنے اندر جذب کیا اور ان آداب سے آراستہ ہوکر مسلمان عورتوں بلکہ پوری انسانیت کے لیے عمدہ، مثالی اور قابل تقلید نمونہ پیش فرمایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱) الاحزاب/۳۲
(۲) الاحزاب/۳۴

اسی اہم مقصد کی خاطر ہجرت کے بعد اور اپنی عمر کے تیسرے مرحلہ میں مختلف خاندانوں اور قبیلوں کی عورتوں سے نکاح فرما کر انہیں عورتوں کی اصلاح اور ان کے مابین دین کی تبلیغ ودعوت اور اسلامی احکام کی اشاعت کا مؤثر ذریعہ بنایا اور شاید اسی مقصد کے پیش نظر آپؐ کے وصال کے بعد آپؐ کی ازواج مطہراتؓ سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا، تا کہ وہ پیغمبر اسلام کے وصال کے بعد امت اور خاص طور پر عورتوں کی تعلیم وتربیت کے لیے یکسو اور فارغ رہ سکیں اور نئی ازدواجی زندگی کے فرائض اس اہم دینی فریضہ کی ادائیگی میں مزاحم اور مانع نہ بنیں۔ ظاہر ہے کہ اتنا بڑا اور عظیم الشان کام ایک دو عورتوں کے ذریعہ انجام نہیں پا سکتا تھا۔ اس کے لیے عورتوں کی ایک جماعت درکار تھی۔ ہجرت کے بعد آپؐ نے جو متعدد شادیاں کیں، ان کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا۔ (۱)

ازواج مطہراتؓ کی علمی خدمات صرف خواتین کے مسائل تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار قولی اور فعلی سنتیں، جن کا تعلق خانگی زندگی کے ساتھ تھا، ان سنتوں کو محفوظ کرنے اور امانت داری کے ساتھ ان کو امت تک منتقل کرنے کا مقدس فریضہ بھی ان خوش قسمت خواتین ہی نے ادا کیا ہے۔ اسی لیے امّہات المومنینؓ عورتوں کے جملہ مسائل کی بھی معلمات تھیں، اور مردوں کے خانگی مسائل، خصوصاً جن کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتِ فعلی کے ساتھ تھا، وہ بھی امّت تک ازواج مطہراتؓ کے ذریعے پہنچے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ امّہات المومنینؓ کی علمی خدمات اور اس کے ہمہ گیر اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''حضرات صحابۂ کرامؓ کی مقدس جماعت نے صرف آپؐ کی بیرونی زندگی کو بالتفصیل دنیا کے سامنے پیش کیا، تاہم خانگی زندگی کا نہایت ضروری حصہ دنیا کے سامنے پیش ہونا ابھی باقی رہ گیا تھا، جس کے بغیر آپؐ کی سیرت ادھوری اور نامکمل رہنے کا اندیشہ تھا اور مخالفین کو اعتراض کی گنجائش باقی رہتی۔ اس کام کے لیے ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو تنہائی کے اوقات میں آپؐ کی رفیق ہوتی، جو راتوں کی تاریکیوں میں آپؐ کا ساتھ دیتی، چنانچہ ازواج مطہراتؓ

---

(۱) نور الحق رحمانی/ پیغمبر اسلام ﷺ اور تعدّد ازواج (مقالہ) مطبوعہ سہ ماہی بحث ونظر، پٹنہ، انڈیا، جولائی ستمبر ۱۹۹۵ء

نے وہ خدمات انجام دیں جو خداوند کریم کو اپنے محبوبؐ کے اس شعبۂ زندگی کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوئیں، اس مبارک جماعت کی بدولت سیرتِ نبویؐ کے لیے وہ مخفی اور ضروری ذخیرہ دستیاب ہوا جس نے آپؐ کی عظمت وصداقت پر چار چاند لگا دیے۔ اور حقیقت میں شہنشاہِ کونینؐ کی تعدد ازواج کا سب سے اہم سبب یہی تھا۔ (۱)

ان حقائق کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ نہ صرف امہات المومنین ہی نہیں وہ امت کی معلمات بھی ہیں، بلکہ آگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ امتِ محمدی ﷺ کو آدھا دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ کی وساطت سے ہی ملا ہے۔

تعلیمِ دین کے یہ مدرسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی اور آپؐ کے انتقال کے بعد بھی علم کا نور پھیلاتے رہے، اکابر صحابۂ کرامؓ بھی مشکل ترین مسائل کا حل دریافت کرنے کے لیے کسی ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور وہاں سے انہیں دینی راہ نمائی اور مسائل کے جوابات مل جاتے تھے، اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدد زوجات کے قانون کو ایک ایسا تعلیمی ادارہ قائم کرنے کے لیے استعمال فرمایا جس میں ماہرین علوم اسلامیہ کی ایک جماعت علمی خدمات انجام دینے میں مصروف تھی، جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے اس اہم ترین مقصد کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ وہ اس مسئلے کی حقیقت کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔ (۲)

سیاسی اسباب

ہادیٔ عالم، پیغمبرِ آخر واعظم، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد شادیوں کے بعض دیگر اور ہمہ گیر اسباب میں سے ایک اہم اور قابلِ ذکر سبب دینی حکمتِ عملی اور سیاسی بصیرت ہے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف غیر مسلم دانشور بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ مارگولیوتھ

(۱) اشرف علی تھانوی، مولانا/ کثرۃ الازدواج لصاحب المعراج، دہلی، انڈیا، صفحہ ۵
(۲) الازہری/ ضیاء النبی ﷺ ۷/۴۸۲

(MARGOLIOTH) انتہائی متعصب مستشرق ہے، وہ بھی اعترافِ حقیقت کے طور پر اپنے مقالے میں لکھتا ہے:

"It is easy to see that political consederations were dominant"(1)

یہ بالکل واضح ہے کہ آپؐ کے متعدد نکاحوں میں سیاسی مصلحتیں غالب تھیں۔

کم وبیش اسی طرح کے خیالات کا اظہار اور آپؐ کی ازدواجی زندگی پر متعصب حلقوں کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے مغربی مصنف جیمز رابسن (Chambers Encyclopaedia) لکھتا ہے:

"It has often been argued that the deteriorated after he migrated to Medina, but this view is based on misunderstanding. It is true that he contracted several marriages, but these marriages may be explained on grounds of policy"(2)

اکثر یہ کہا گیا ہے کہ مدینہ ہجرت کے بعد آپؐ (نعوذ باللہ) پستی کی طرف مائل ہو گئے تھے، مگر یہ بیان محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ یہ درست ہے کہ آپؐ نے متعدد نکاح کئے، مگر ان نکاحوں کی توجیہ حکمتِ عملی کی بنیاد پر کی جاسکتی ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بنا کر مبعوث کیے گئے، آپ کا سب سے اہم فریضہ دین کی تبلیغ واشاعت اور اسلام کی عالم گیر ترویج تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا پروردگار عالم کی طرف سے تبلیغ ودعوتِ دین کا حکم دیا گیا۔ (بالخصوص سورۃ المائدہ/۹۹، سورۃ النحل ۱۲۵، سورہ طٰہٰ/۱۳۲، سورۃ الحج/۲۷، سورۃ الشعراء/۲۱۴،

(1) Encyclopaedia of Religions and Ethics, Edinburgh, 1967, Vol 8.P.878

(2) Chambers Encyclopaedia, Oxford, 1967

سورۃ العنکبوت/ ۴۶، سورۃ الانبیاء/ ۱۰۶، سورۃ القصص/ ۵۶، سورۃ النجم/ ۳۰، سورۃ المدثر/ ۱، سورۃ الاعلیٰ/ ۹، سورۃ الزاریات/ ۵۵، سورۃ ق/ ۴۵، سورۃ الغاشیہ/ ۲۱، سورۃ طور/ ۲۹ اور قرآنِ کریم میں بعض دیگر مقامات پر دعوتِ دین اور تبلیغ کو آپ ؐ کا فریضۂ نبوت قرار دیتے ہوئے تبلیغ واشاعتِ دین کا حکم دیا گیا)۔

جب کہ ''سورۃ المائدہ'' میں انتہائی صراحت کے ساتھ فرمایا گیا:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَـٰفِرِينَ ۝ (۱)

''اے پیغمبرؐ، جو ارشادات اللہ کی طرف سے آپ ؐ پر نازل ہوئے ہیں، سب لوگوں کو پہنچادو، اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کا پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فریضہ ادا نہ کیا) اور اللہ آپ ؐ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا، بے شک، اللہ منکروں کو ہدایت نہیں کرتا۔

ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرضِ منصبی یا فریضۂ نبوت قیامت تک پوری انسانیت کی ہدایت ہے۔ آپ ؐ سرورِ کونین، رسول الثقلین، رحمۃ للعالمین بنا کر تمام انسانیت کی ہدایت وراہ نمائی کے لیے مبعوث فرمائے گئے، آپ ؐ کی رسالت ونبوت عالم گیر وہمہ گیر، آفاقی اور کائناتی ہے، آپ ؐ ایک ایسے دین کے داعی اور مبلغ بنا کر مبعوث کیے گئے جو رب العالمین کا پسندیدہ، دینِ کائنات اور ابدی ضابطۂ حیات ہے، اسے تمام انسانیت تک پہنچانے کیلئے آپ ؐ مامور کئے گئے تھے۔

رسول اللہ ؐ نے فریضۂ نبوت (تبلیغِ دین) کے لیے ہمہ گیر اسباب اختیار فرمائے، ان اہم اسباب میں سے ایک اہم سبب مختلف قبائلِ عرب، خاندانوں اور علاقوں کی خواتین سے شادی تھا، جس میں دیگر مقاصد واسباب کے، ساتھ ساتھ ایک اہم مقصد سیاسی اثر ورسوخ کا حصول اور اس کے ذریعے قبائلِ عرب اور مختلف انسانی طبقات میں دین کی تبلیغ، کفار ومشرکین اور دین کے دشمنوں کو اسلام کے قریب تر لانا اور ان میں اسلام کی ترویج واشاعت تھا۔ تاریخ نے اس نا قابلِ تردید حقیقت کو سچ کر دکھایا اور کچھ ہی عرصے میں اسلام ایک غالب دین کے طور پر دنیا کے سامنے متعارف ہوا۔ قبائلِ عرب کی ہمدردی اور حمایت آپ ؐ کو حاصل ہوئی، جو

(۱) المائدہ/ ۶۷

دین کی عالم گیر ترویج واشاعت میں بھرپور معاون ثابت ہوئی۔ اسلام سرزمینِ عرب سے نکل کر دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلا، کفر وشرک کا سرزمین عرب سے خاتمہ ہوا اور مختلف عرب قبائل میں آپ کی شادیوں اور رشتے داری کے دوررس اور ہمہ گیر اثرات مرتب ہوئے۔

نامور محقق اور سیرت نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی کتاب ''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی'' میں اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہجرت مدینہ کے بعد ایک اسلامی حکومت قائم ہوگئی جو ایک شہری مملکت سے آغاز پا کر دس ہی سال میں پورے جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی عراق وفلسطین تک کے دس بارہ لاکھ مربع میل رقبے پر محیط ہوگئی تھی، اس زمانے میں پیغمبرِ اسلامؐ نے جو عقد فرمائے، وہ (سیاسی) جغرافیائی نقطۂ نظر سے دلچسپی اور اہمیت رکھتے ہیں۔(۱)

ڈاکٹر حمید اللہ ازواج مطہراتؓ کی مختلف قبائلِ عرب سے وابستگی اور اس کے سیاسی اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اہلِ مکہ سے باہر امّ المومنین حضرت زینب بنتِ خزیمہؓ اور حضرت میمونہؓ بنتِ حارث دونوں کا تعلق یمن کے بااثر اور طاقتور قبیلے عامر بن صعصعہ سے تھا، خاص کر امّ المومنین حضرت میمونہؓ کی آٹھ نو بہنیں تھیں اور یہ سب (سیاسی لحاظ سے بااثر) اچھے گھرانوں میں بیاہی گئی تھی، اور ''کتاب المحبر '' کے مستند مؤلف محمد بن حبیب کو تسلیم کرنا پڑا۔ ''لایعلم امرأة فی العرب کانت اشرف اصلهاد امن هند بنت عوف امِّ میمونة واخواتها''۔

پورے عرب میں کوئی اور ایسی عورت معلوم نہیں جس کے داماد اُس سے زیادہ بااثر ہوں جتنے ہند بنتِ عوف کے تھے، جو حضرت میمونہؓ اور ان کی بہنوں کی ماں تھی۔

حضرت جویریہؓ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں، یہ ایک نہایت ہی طاقتور اور وسیع قبیلہ تھا اور مکے اور مدینے کے درمیان رہتا تھا، اس عقد کے ساتھ اسلامی مملکت کی سرحد مکے کی سمت کوئی ایک سو میل آگے بڑھ گئی۔

کندہ جنوبی عراق میں ایک شاہی خاندان تھا، اسلام سے پہلے ان کی سلطنت جنوبی شام اور جنوبی عراق تک سارے عرب میں پھیل گئی تھی، اس کے اثرات عہد اسلامی میں بھی کافی

(۱) محمد حمید اللہ/ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، صفحہ ۳۱۶

تھے، اس قبیلے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازدواجی رشتہ داری کے ذریعے تعلقات قائم فرمائے تھے، جبکہ مکے میں حضرت خدیجہؓ کا تعلق بنی اسد بن عبدالعزیٰ سے تھا، ام المومنین حضرت سودہؓ کا تعلق بنی عامر بن لوئی سے، حضرت عائشہؓ کا بنی تیم، حضرت حفصہؓ کا بنو عدی، حضرت امّ سلمہؓ کا بنومخزوم، حضرت امّ حبیبہؓ کا بنوامیہ سے، حضرت زینب بنتِ جحشؓ کا قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تھا، اور مکے میں ان سے زیادہ بااثر اور کوئی خاندان نہ تھے۔(۱)

موصوف مزید لکھتے ہیں!

''اس مختصر بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ ان نکاحوں کے ذریعے قدیم (نسلی اور طبقاتی) عصبیتوں کے خاتمے کو دور کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی وسیع تر کوشش فرمائی اور نتائج بھی یہ بتاتے ہیں کہ یہ کوششیں بے کار نہ رہیں، (ان کے دوررس اور ہمہ گیر سیاسی اثرات مرتب ہوئے)۔(۲)

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی اور قبائلی اعتبار سے بااثر خاندانوں میں شادیوں سے اشاعتِ اسلام کی راہیں ہموار ہوئیں، قبائل عرب کی دشمنی میں کمی آئی یا ان کا خاتمہ ہوا، بالخصوص امّ المومنین حضرت جویریہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے سبب عرب کا انتہائی بااثر قبیلہ بنو مصطلق اور اس کے حلیف مختلف عرب قبائل جو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے، دوست بن گئے، بہت جلد یہ قبیلہ مسلمان ہوگیا اور اسلام کی ترویج واشاعت میں اس نے بنیادی کردار ادا کیا۔ چنانچہ امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے:

''فما رأينا امرأةً كانت اعظم بركةٍ علىٰ قومها منها''. (۳)

ہم نے کسی عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لیے اس سے زیادہ برکت کا باعث بنی ہو جتنی برکت کا باعث حضرت جویریہؓ اپنی قوم کے لیے بنیں۔

امّ المومنین حضرت صفیہؓ سے نکاح سے یہودیوں کا ایک بڑا طبقہ اسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ کے قریب ہوگیا اور یہودیوں میں اشاعت اسلام کی راہ ہموار ہوئی۔ عرب مصنف محمد علی

(۱) محمد حمیداللہ/ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، صفحہ ۳۱۷

(۲) ایضاً صفحہ ۳۱۸

(۳) قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمینؐ ۲/ ۱۷۵

صابونی کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت صفیہؓ سے شادی سے قبل یہودی ہر موقع اور بالخصوص ہر محاذ جنگ میں شریک نظر آتے تھے، لیکن اس نکاح کے بعد یہودی کسی جنگ میں اسلام اور مسلمانوں کے مدِ مقابل نظر نہیں آئے۔(۱)

حضرت امِ حبیبہؓ اور حضرت میمونہؓ سے رسول اللہ کی شادیوں کے سبب قریش اور کفار مکہ کی اسلام دشمنی میں حد درجہ کمی واقع ہوئی اور بالآخر فتحِ مکہ کے بعد ''مکہ'' دارالاسلام اور شہر امن بن گیا۔ جزیرۂ عرب میں روز افزوں اسلام کی ترویج و اشاعت میں بھرپور مدد ملی اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ عام فرمایا۔ ''اخرجوا الیھود والنّصاریٰ من جزیرۃ العرب'' مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ دین کی دعوت و تبلیغ کے دو بڑے مراکز قرار پائے اور بہت جلد دنیا اسلام کے نور سے منور ہوئی۔

معاشرتی، اصلاحی اور سماجی اسباب

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد شادیاں فرائضِ نبویؐ کی ادائیگی میں معاونت کے ساتھ ساتھ دیگر کئی معاشرتی اور سماجی مقاصد کی تکمیل پر مبنی تھیں۔

آپؐ کی تمام شادیاں دینی مقاصد اور متعدد اسباب کی بناء پر تھیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ما تزوّجتُ شیئًا من نسائی و لا زوّجت شیئاً من بناتی الاّ بوحیٍ جاء نی به جبرئیل علیه السلام من ربیّ (۲)

''میں نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا اور نہ اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح کرایا مگر اس وحی کی بنیاد پر جو جبرئیل علیہ السلام میرے رب کی طرف سے لے کر آئے''۔

گویا آپؐ کی تمام شادیاں حکم خداوندی کے تحت ہوئیں جس کے دینی اثرات سے انکار ایک تاریخی اور ابدی حقیقت کے انکار کے مترادف ہے۔ ذیل میں آپؐ کی متعدد شادیوں

(۱) محمد علی صابونی/ شبہات واباطیل حول زوجاتِ الرسولؐ، صفحہ ۲۹، ۳۰ نیز دیکھئے: قاضی سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین، ۲/ ۱۳۲، الازہری/ ضیاء النبیؐ ۷/ ۴۸۹

(۲) علی متقی الھندی/ کنز العمال

کے ہمہ گیر معاشرتی، اصلاحی اور سماجی اسباب پر مختصراً بحث کی گئی ہے۔

(۱) معاشرے کے مختلف طبقات میں شادی کی تعلیم

امہات المومنینؓ جزیرہ نمائے عرب کے مختلف طبقات اور قبائل سے تعلق رکھتی تھیں، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بقول ازواج مطہراتؓ کی جغرافیائی تقسیم اور ملک گیر وسعت کے ہمہ گیر اثرات مرتب ہوئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں میں قریب قریب ہر بڑے قبیلے کی نمائندگی نظر آتی ہے، چونکہ یہ عموماً نہایت شریف خاندان سے تعلق رکھتی اور بڑے رتبے کی حامل تھیں، لہٰذا اس کے اثرات بھی دوررس ثابت ہوئے۔(۱)

متعدد قبائلِ عرب میں آپؐ کی شادیوں سے امّت کو مختلف طبقات میں شادی کی تعلیم اور ترغیب نظر آتی ہے، اس طرح گویا قبائلی عصبیت کے خاتمے اور امّت کے وسیع تر اتحاد میں بھرپور مدد ملی۔ طبقاتی اور نسلی امتیازات کا خاتمہ ہوا۔ اور اسلام کا رشتہ اخوت پروان چڑھا، اس کی دینی، معاشرتی اور سماجی اہمیت جاننے کے لیے عہدِ جاہلیت کی تاریخ پر نظر ڈالیے۔

"حج" عہد جاہلیت میں بھی ایک مقدس فریضہ اور اہم عبادت سمجھی جاتی تھی، تاہم طبقاتی امتیازات عربوں میں اس حد تک جڑ پکڑ چکے تھے کہ وہ اس مقدس فریضے کی ادائیگی کے وقت بھی طبقاتی امتیازات کا ہر ممکن خیال رکھتے تھے، چنانچہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ ہم چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی اولاد، حرم مکہ کے مجاور و پاسبان، بیت اللہ کے نگہبان اور مکے کے باشندے ہیں، لہٰذا بنی نوع انسان کا کوئی فرد ہمارا ہم رتبہ نہیں، اور نہ کسی کے حقوق ہمارے حقوق کے مساوی ہیں۔

لہٰذا ہمارے شایانِ شان نہیں کہ ہم حُدودِ حرم سے باہر جائیں، چنانچہ دورانِ حج ارکانِ حج کی ادائیگی کے لیے یہ لوگ عرفات نہیں جاتے تھے، بلکہ مزدلفہ میں ٹھہر کر افاضہ کرلیا کرتے تھے۔(۲)

طبقاتی امتیازات کے بندھنوں میں بندھے ہوئے عرب معاشرے میں رسول اللہ

(۱) محمد حمید اللہ/ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، صفحہ ۳۱۷
(۲) ابنِ ہشام/ السیرۃ النبویۃ، ۱/ ۱۹۹

صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ مبین کی تعلیمات کی روشنی میں مسلمانوں کو درسِ اخوت ومحبت دیا۔ انہیں انسانیت کے رشتے میں پروکران کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرمایا اورعرب کے مختلف طبقات اور قبائل میں شادیاں کر کے گویا صحابۂ کرامؓ اور امّت کے تمام افراد کو یہ درس دیا کہ نام ونسب کے بندھنوں اور طبقاتی امتیازات کی دین میں کوئی حیثیت نہیں، ازواج مطہراتؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں سے درحقیقت امّت کو مختلف انسانی طبقات میں شادی کی تعلیم ملی۔

پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ نے ''ازواج مطہراتِ نبویؐ اور عہدِ نبویؐ میں بین الاقوامی عصبیتوں کو دور کرنے کی بعض تدبیریں'' کے زیرِ عنوان اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے۔(۱)

(۲) بیوہ اور بے سہارا خواتین سے شادی کی تعلیم وترغیب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کا ایک اہم اور بنیادی سبب امّت کو بیوہ اور بے سہارا خواتین سے شادی کی تعلیم وترغیب دینا تھا۔ اسلام سے قبل عرب عہدِ جاہلیت، دنیا کے مذاہب اور مختلف انسانی معاشروں میں عورتوں کا کیا مرتبہ ومقام تھا؟ وہ انسانی تاریخ کی ایک المیہ داستان ہے، چہ جائیکہ عورت اور وہ بھی بیوہ وبے سہارا۔ اس کے مقام ومرتبے کے متعلق کچھ کہنا اور لکھنا تحصیلِ حاصل سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔ انسانی تاریخ کے اس تاریک ترین دور اور عرب کے اس نیم وحشی معاشرے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی دعوت اور انسانیت کا درس دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ وبے سہارا خواتین سے شادی کر کے ایک عظیم مثال قائم کی، جو امت کے لئے لائقِ تقلید ہے۔ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ غم گسارِ دوجہاں، محسنِ انسانیت، پیغمبر رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں غالب اکثریت بیوہ وبے سہارا خواتین پر مشتمل تھی، چنانچہ امّ المومنین حضرت خدیجہؓ الکبریٰ، حضرت سودہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینب بنتِ خزیمہؓ، حضرت امِّ سلمہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت امّ حبیبہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت میمونہؓ تمام بیوہ خواتین تھیں۔ ان سے شادیاں کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم مثال قائم فرمائی۔ جسے کسی بھی سطح پر قابلِ اعتراض نہیں گردانا

(۱) دیکھیے: محمد حمید اللہ/ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، صفحہ ۳۱۲-۳۱۴

جا سکتا۔(۱)

(۳) خاتم الانبیاءؐ کی پوشیدہ اور گھریلو زندگی کو محفوظ رکھنے اور امّت تک پہنچانے کا مسئلہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین، سیّد المرسلین، معلّم انسانیت بنا کر مبعوث فرمائے گئے، آپؐ کی حیات طیبہ کا ہر قول و عمل وحی ربّانی اور رضائے خداوندی کے تحت بسر ہوتا تھا، آپؐ کی رہنمائی اللہ کی طرف سے بذریعۂ وحی ہوتی تھی۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربّانی ہے:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىo (۲)

آپؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، بلکہ جو کچھ آپؐ فرماتے ہیں، وہ وحی ہوتی ہے، جو اللہ کی طرف سے بھیجی جاتی ہے۔

اس لحاظ سے آپؐ کی پوری حیاتِ طیبہ فریضۂ نبوت کی تکمیل، دین کی دعوت، اور وحی ربانی کی دعوت و تبلیغ سے عبارت ہے، مختلف قبائل، خاندانوں، اور مختلف مزاج کی حامل ازواج مطہراتؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں سے آپؐ کی نجی/ گھریلو زندگی کے حالات، آپؐ کی سیرت و کردار، قول و عمل کو محفوظ کرنے میں بھرپور مدد ملی، تاکہ وہ امت کے سامنے آپؐ کی نجی اور پوشیدہ زندگی کو بھی بطورِ نمونہ پیش کرسکیں، آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے دو پہلو ہیں، عوامی/ بیرونی زندگی، نجی/ گھریلو زندگی۔ چونکہ یہ ممکن تھا کہ مرد آپؐ کی نجی زندگی کے حالات بھول جاتے، نیز ایک، دو بیویوں سے یہ بھی ممکن تھا کہ خاتم الانبیاءؐ کی حیاتِ طیّبہ کا کوئی پہلو مخفی رہ جاتا، امت تک نہ پہنچ پاتا، اس طرح اس امر کا خدشہ رہتا کہ خاتم الانبیاءؐ کی حیاتِ طیّبہ جو کہ دین سے عبارت ہے، اس کا کوئی پہلو امّت کے سامنے آنے سے رہ جاتا، اور یوں تکمیلِ دین اور ختمِ نبوت کے حقیقی مقاصد کی تکمیل نہ ہو پاتی، اس لیے یہ امر ضروری تھا کہ آپؐ مختلف مقامات، علاقوں، قبائل، خاندانوں کی اور مختلف طبیعت و مزاج کی حامل اور مختلف عمروں کی

(۱) دیکھیے: محمد ثانی، حافظ/ تجلیاتِ سیرتؐ، کراچی، فضلی سنز، ۱۹۹۶ء، ص ۱۹۱
(۲) النجم/ ۳۔۴

خواتین سے شادی کریں، علاوہ ازیں شریعت کے ایسے قوانین ومسائل جو صرف اور صرف خواتین سے متعلق ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی ازواجِ مطہراتؓ کے ذریعے ہی امّت کو پہنچا سکتے تھے، اس لیے بھی کہ خواتین امّتِ محمدیؐ کا نصف ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہراتؓ کو اس بات کا حکم دیا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل، آپؐ کی سیرت وسنّت، اور آپؐ کی تعلیمات کو محفوظ رکھ سکیں۔

اس حوالے سے ارشاد ہوا:

"وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ" (۱)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو) اور تم ان آیاتِ الٰہیہ کو اور اس علم (احکام) کو یاد رکھو، جس کی تمہارے گھر میں تلاوت (ذکر) اور چرچا رہتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ اور آپؐ کی تعلیمات کی حفاظت میں صحابۂ کرامؓ اور ازواجِ مطہراتؓ نے جو کردار ادا کیا اور جس دیانت اور ذمے داری کے ساتھ آپؐ کی حیاتِ طیّبہ کے ایک ایک گوشے کو امّت تک پہنچایا، تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چنانچہ آپؐ کی حیاتِ طیّبہ کے تمام حالات من وعن ایسی تحقیق اور صحت کے ساتھ امّت کے سامنے آئے کہ جس کی نظیر دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کرسکتا، انبیائے سابقینؑ میں سے بھی کسی کی زندگی کے حالات اس تفصیل کے ساتھ دنیا کے سامنے نہیں آئے کہ انسانی زندگی ہر الجھن اور ہر شعبۂ حیات کے ہر مسئلے میں ان سے سبق حاصل کرسکے۔ اور یہ صرف پیغمبر آخر الزّماں علیہ الصّلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ ہی تھا جس نے مسلمانوں کو ہر انسانی فلسفے سے مستغنی کردیا۔ آنحضرتؐ کی بیرونی اور خانگی زندگی کے ہر لائقِ تقلید عمل کے تحفظ کے لیے اللہ تعالیٰ نے خاص خاص وسائل اور اسباب مہیا کردیئے، چنانچہ ایسی دو جماعتیں سامنے آئیں جنہوں نے اس ضروری فرض کو ایسی خوش اسلوبی اور احتیاط کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچایا کہ دنیا کے دانش ور دیکھ کر دنگ رہ گئے، پہلی جماعت صحابۂ کرامؓ کی تھی اور دوسری حضرات امّہات المومنینؓ کی۔ (۲)

(۱) الاحزاب/۳۴

(۲) اشرف علی تھانوی، مولانا/ کثرۃ الازدواج لصاحب المعراج، صفحہ۴

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ اور تعلیمات کی جس طرح صحابۂ کرامؓ اور ازواجِ مطہراتؓ نے حفاظت کی اور جس طرح بتمام وکمال امّت تک پہنچایا، اس کا اعتراف غیر مسلم دانشوروں کو بھی ہے، مغربی دنیا کا معروف اسکالر جان ڈیون پورٹ اعترافِ حقیقت کے طور پر لکھتا ہے۔

''اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مقننین اور فاتحین میں ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے حالاتِ زندگی (وقائع عمری) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقائع عمری (حالات زندگی) سے زیادہ تر مفصل اور سچے ہوں۔ (۱)

(۴) بے سہارا خواتین اور یتیم بچوں کی کفالت

بے سہارا بیوہ خواتین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف شادیوں کے اسباب اور حقائق کے متعلق تفصیل اوپر گزر چکی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں اور بیواؤں سے خصوصی شفقت فرماتے، آپؐ ہمیشہ ان کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے کوشاں رہتے تھے، آپؐ کا ارشادِ گرامی ہے:

''السّاعی علی الأرملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل اللّٰه او کالّذی یصوم النّهار ویقوم اللّیل'' (۲)

یعنی جو کوئی کسی بیوہ یا مسکین (یتیم) کی بہتری کے لیے کوشاں رہتا ہے، وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد یا دن کو روزہ رکھنے اور رات بھر نوافل پڑھنے والے عابد کی طرح ہے۔

آپؐ نے بیواؤں کے ساتھ جس ہمدردی کا سلوک فرمایا، اس کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اہلِ عرب بیواؤں سے نکاح کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور انہیں معاشی اور سماجی تحفظ سے محروم رکھتے تھے، مگر آپؐ نے نہ صرف اس کی ترغیب دی بلکہ خود بھی بجز حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت زینب بنتِ جحشؓ کے تمام نکاح بیوہ عورتوں سے کیے، اور اس طرح گویا

(۱) سید سلیمان ندوی/ خطباتِ مدراس، لاہور، فرینڈز پبلی کیشنز، صفحہ ۷۰
(۲) ترمذی ۴/ ۳۳۷، رقم الحدیث ۱۹۵۱

آپؐ نے نکاحِ بیوگان کی علمی وعملی ترغیب دے کر امّت کے لیے ایک مثال قائم فرمائی۔ یہ وہ تاریخی حقیقت ہے جس کا اعتراف غیر مسلم مصنفین کو بھی ہے، چنانچہ مستشرق باسورتھ سمتھ کا بیان ہے:

''بہر حال یہ یاد رہے کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر نکاحوں کے بارے میں جہاں کہیں اور توجیہات ہوسکتی ہیں۔ وہاں یہ توجیہہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپؐ نے اس متعلقہ ہستی (خاتون) کی حالت، بے کسی پر ترس کھایا (اور نکاح کرلیا) تقریباً یہ سب نکاح بیواؤں سے ہوئے تھے، جو نہ تو اپنے حسن کے اعتبار سے قبلِ ذکر تھیں، نہ اپنی دولت کے، بلکہ معاملہ برعکس ہی تھا''۔(۱)

مغربی مصنف ڈاکٹر لیٹنر (Dr. Leitner) کا بیان ہے:

It is true that at the age of fifty-five we find him taking wife after wife, but is it not fair to assume that in the case of a man who has shown such self-control till that age there may be reasons other than those assigned by Christian writers for his many marriages? What are these reasons?
I believe that the real cause of his many marriages at an old age was charity, and in order to protect the widows of his persecuted followers.

یہ تو صحیح ہے کہ پچپن سال کی عمر میں ہم آپ کو نکاح پر نکاح کرتے پاتے ہیں، مگر کیا یہ مان لینا درست نہیں کہ ایسے انسان کے معاملے میں جس نے اس عمر تک ایسے ضبطِ نفس کا مظاہرہ کیا ہو، اس کے بہت سے نکاحوں کے اسباب ان سے مختلف ہوں جو عیسائی مصنفین نے بیان کیے ہیں، اور وہ اسباب کیا ہیں؟ میرے نزدیک تو بڑھاپے کی عمر میں آپؐ کے متعدد نکاحوں کا

(1) Zafar Ali Qureshi / The Mothers of The Believers. p. 55

سبب سخاوت ودریادلی اوراپنے مظلوم پیرووُں کی بیوہ خواتین کوتحفظ دینا تھا۔(۱)

مختلف بیوہ خواتین سے شادیوں کا ایک اہم سبب یتیم بچوں کی کفالت اوران کی تعلیم وتربیت تھا، اوراس حوالے سے آپؐ نے امت کویتیم بچوں سے شفقت ومحبت، ان کی کفالت اور تعلیم وتربیت پرآمادہ فرمایا۔بہترسلوک اوران کی کفات وپرورش کی تعلیم دی۔

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

"خیر بیت فی المسلمین بیت فیہ یتیم یحسن الیہ. وشرّبیت المسلمین بیت فیہ یتیم یساء الیہ" (۲)

مسلمانوں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم (زیرِ کفالت) ہو، جس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کا بدترین گھرانہ وہ ہے جس میں کوئی یتیم (زیرِ کفالت) ہومگراس کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔

ایک اورموقع پررسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

"انا و کافل الیتیم کھاتین فی الجنّۃ" (۳)

میں اوریتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھےاور برابرہوں گے، جس طرح یہ دوانگلیاں ہیں۔

گویااس طرح آپؐ نے اپنے قول وعمل سے یتیم بچوں سے محبت وشفقت، ان کی کفالت اور تعلیم وتربیت کی ترغیب وتعلیم دی۔

(۵)عائلی زندگی کا مثالی اور لائقِ تقلید نمونہ پیش کرنا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائدازواج مطہراتؓ تھیں۔ایسے حالات میں ان کے حقوق کا لحاظ اوران کے درمیان عدل ومساوات آپؐ کا ایسا کارنامہ ہے جومثالی حیثیت کا حامل ہے، بیوی کے تعلق میں معاشرتی حیثیت کوخصوصی اہمیت حاصل ہے، خاونداگر

(۱) ایضاً صفحہ ۶۱

(۲) ولی الدین الخطیب/ مشکوٰۃ المصابیح، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، صفحہ ۴۲۳

(۳) مسلم/ الجامع الصحیح، باب فضل الاحسان الی الیتیم ۲/ ۴۱۱

بیوی کو اپنے گھر میں عزت نہیں دیتا، اس کے حقوق کا خیال نہیں رکھتا تو گھر کا نظام مستحکم نہیں رہ سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ازواج مطہراتؓ کے وقار کا خیال رکھا بلکہ عورت کو بیوی کی حیثیت میں بلند مقام عطا کیا۔ آپؐ کے عمل اور ارشادات سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ آپؐ کا اسوۂ حسنہ قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر ہے:

"وَعَاشِرُوْ هُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (۱)

آپؐ کے ارشادات وتعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کے اخلاق وکردار کا پتہ اس کے اس عمل سے چلتا ہے جو وہ اپنے اہلِ خانہ سے روا رکھتا ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"عن عائشةؓ، قالت، قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: خير كم خير كم لأ هلهٖ وانا خير كم لأهلى". (۲)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں۔

ایک اور روایت میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اكمل الايمان ايماناً احسنهم خُلقاً وخيار كُم لنسائهم خُلقاً" (۳)

اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خانہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا شاندار اور لائقِ تقلید نمونہ پیش کیا، عائلی زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق وفرائض کی حد بندی کرتے ہوئے بیویوں کے الگ وجود کو تسلیم کرایا، آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"الدّنيا كلّها متاع وخير متاع الدّنيا المرأة الصّالحة" (۴)

ساری کی ساری دنیا نعمت ہے اور بہترین متاع نیک بیوی ہے۔

---

(۱) النّساء/۱۹

(۲) ترمذی/الجامع الترمذی، بیروت، داراحیاء التراث العربی،۱۹۵۴ء باب فضل ازواج النبیؐ ۵/۷۰۹

(۳) ایضاً کتاب النکاح ۳/۴۶۶

(۴) ولی الدین الخطیب/مشکوٰۃ ۲/۱۵۸

مولانا امین احسن اصلاحی ''سورۂ تحریم'' (آیت ۱-۴) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان آیات سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کے جو پہلو بالکل نمایاں ہوکر ہمارے سامنے آرہے ہیں، انہیں سمجھنا ضروری ہے، ان سے اس بات کا ثبوت فراہم ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کوئی بے رنگ، اور بے نشیب وفراز زندگی نہیں تھی، بلکہ انسانی فطرت جن پاکیزہ تقاضوں اور جن خوب صورت داعیات سے مرکب ہے، ان کی دھوپ چھاؤں یہاں بھی موجود ہے، ان آیات پر غور کیجئے تو مندرجہ ذیل باتیں نہایت واضح طور پر سامنے آئیں گی:

ایک یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جائز حدود کے اندر اپنی ازواجِ مطہراتؓ کی دل داری فرماتے تھے، ان کا لحاظ رکھتے تھے، اوران کے جوشوق بے ضرر ہوتے تھے، حتی الامکان وہ پورے کردیتے۔

دوسری یہ کہ آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ آپؐ کی شریکِ رنج وراحت تھیں، آپؐ ان سے ہرطرح کی باتیں کرتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ انہیں اپنے رازوں کا امین بھی بناتے تھے۔

تیسری یہ کہ آپؐ کی ازواج مطہراتؓ میں آپس کے تعلقات نہایت محبت واخلاص کے تھے۔

چوتھی یہ کہ آپؐ کی ازواج کو اپنے گھروں میں جائز حد تک اپنی خودداری کے اظہار کا پورا پورا موقع حاصل تھا۔(۱)

آپؐ ازواجِ مطہراتؓ کیلئے سراپا محبت تھے، لاڈ پیار، ناز برداری، روٹھنا منانا، دلچسپی کے پہلو پیدا کرنا، رائے لینا اور ناموافق رائے کو برداشت کرنا وغیرہ وغیرہ وہ تمام امور جواز دواجی زندگی میں پیش آتے ہیں، آپؐ ان تمام میں رفق ومحبت اور رحمت ومودّت کے پیکر تھے۔

اس انسانِ کامل کی بشری زندگی کا جو پہلو بہت متاثر کرتا ہے، وہ یہ ہے کہ آپؐ کے ہاں مرتبے کی تمام عظمتوں کے باوجود انسانی زندگی کے شائستہ مظاہر نظر آتے ہیں، آپؐ اپنے گھر میں ازواج مطہراتؓ کی باتیں سنتے، ان کے اختلافات مٹاتے، اور دلچسپ گفتگو فرماتے تھے، آپؐ کی مجلس میں تفنّن طبع کا سامان بھی نظر آتا ہے، بھرپور عملی زندگی گزارنے والے اس

(۱) نقوش، رسول ﷺ نمبر، لاہور، ادارہ فروغ اردو، ۱۹۸۳ء، ۳/۳۹۳

عظیم پیغمبر کی طبیعت میں شگفتگی کے آثار نمایاں ہیں، مشکل سے مشکل حالات اور نازک سے نازک مواقع پر بھی کھلے دل ودماغ کی کیفیت ملتی ہے، کہیں دور تک بھی بے زاری یا اکتاہٹ کا شائبہ نہیں، بالعموم یہ ہوتا ہے کہ کسی نصب العین کے لیے کام کرنے والوں میں یبوست آجاتی ہے اور اس کا اظہار وہ موقع بہ موقع کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی گھریلو زندگی بھی اس سے محفوظ نہیں رہتی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک متوازن و مستحکم شخصیت کا نمونہ پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ (۱)

اس طرح گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیوں کے ذریعے عائلی اور ازدواجی زندگی کا امّت کے لیے ایک مثالی نمونہ پیش کیا۔ (۲)

(۶) طبقاتی امتیازات کا خاتمہ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت پوری انسانی دنیا بشمول مہذب اقوام بالعموم اور پورا عرب معاشرہ بالخصوص بدترین قبائلی عصبیت اور طبقاتی امتیازات کا شکار تھا۔ جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے کہ ان کا نظریہ تھا کہ ہم چونکہ ابراہیم خلیل اللہؑ کی اولاد، حرمِ مکہ کے مجاور و پاسبان، بیت اللہ کے نگہبان اور مکے کے باشندے ہیں، لہٰذا بنی نوع انسانی کا کوئی فرد ہمارا ہم رتبہ نہیں، اور نہ کسی کے حقوق ہمارے حقوق کے مساوی ہیں۔ (۳)

عہدِ جاہلیت کے طبقاتی امتیاز اور عصبیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قریشِ مکہ مناسک حج کی ادائیگی میں عام حجّاج سے منفرد اور ممتاز رہتے تھے، وہ میدانِ عرفات میں عام حجاج کے ساتھ ٹھہرنا ہی باعثِ عار سمجھتے تھے، آنے جانے میں پیش قدمی کرتے، ان کے مقتدا اور پیشوا اپنے لوگوں سے کہتے کہ تم ابراہیمؑ کی اولاد، مکے کے باشندے اور کعبۃ اللہ کے متولی ہو، تمہاری عزت سب سے زیادہ ہے اور جو حقوق تمہارے ہیں، وہ کسی عرب کے نہیں، تمام عرب جس قدر عزت تمہاری کرتے ہیں، کسی اور کی نہیں کرتے۔ غرض

(۱) خالد علوی/ انسانِ کامل، لاہور، الفیصل ناشران صفحہ ۵۲۹

(۲) مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: خالد علوی/ انسانِ کامل ۵۳۱-۵۳۳

(۳) ابنِ ہشام/ السیرۃ النبویہ، ۱/ ۱۹۹

تمہارے مرتبے کا کوئی شخص نہیں۔(۱)

قبائلی اور طبقاتی امتیازات کا یہ لحاظ ازدواجی رشتوں میں بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا، نسلی اور نسبی تفاخر اور قومی عصبیت کی وجہ سے اعلیٰ طبقے کے افراد اپنی بیٹیوں کا نکاح کم حیثیت اور کم تر افراد سے نہیں کرتے تھے۔(۲)

نسلی تفاخر، طبقاتی امتیازات اور قومی عصبیت کے اس تاریک دور میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپؐ نے اسلامی اخوت ومساوات کا درس دیا۔ آپؐ نے دنیائے عرب کے سامنے بالخصوص اور پوری انسانیت کے سامنے بالعموم یہ تعلیم عام فرمائی کہ:

"یا معشر القریش! انّ اللّٰہ قد اذھب عنکم نخو الجاھلیة وتعظّمھا بالآباء......ایّھا النّاس! ربُّکم واحد، وانّ اباکم واحد، کلّکم من آدم، وآدم من تراب......ولیس لعربی فضل علیٰ عجمی ولا لعجمی فضل علیٰ عربی، ولا اسود علیٰ احمر ولا احمر علیٰ اسود الّا بالتقویٰ،"(۳)

اے قریشیو! (اے قبیلۂ قریش) بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو جاہلیت کی نخوت اور غرورِ نسب سے پاک کردیا ہے،......اے لوگو، تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، تم سب کے سب آدمؑ کی اولاد ہو۔ اور آدمؑ مٹی سے تھے (مٹی سے پیدا کیے گئے تھے)......نہ کسی عربی کو عجمی پر برتری حاصل ہے، نہ کوئی عجمی کسی عربی پر فضیلت رکھتا ہے، نہ سیاہ فام سرخ فام پر فوقیت رکھتا ہے، نہ سرخ فام سیاہ فام پر، مگر تقویٰ سے (فضیلت وبرتری کا واحد معیار تقویٰ ہے)

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحدتِ امّت اور وحدتِ انسانیت کا عملی تصور پیش کیا، آپؐ نے زمانۂ جاہلیت کے کبر وغرور اور فخر وتکبر پر مبنی طبقاتی اور قبائلی نظام کا خاتمہ فرمایا، مساواتِ انسانی کا درس دیا اور تقویٰ وپرہیزگاری کو معیارِ فضیلت قرار دیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف عرب قبائل میں شادیاں کر کے طبقاتی امتیاز اور قبائلی ونسلی تفاخر پر مبنی عصبیت کا خاتمہ فرمایا۔ آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ جزیرہ نمائے عرب کے

(۱) سیوہاروی نجم الدین، مولانا/ رسومِ جاہلیت، لاہور، مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۸۸، صفحہ ۴۴

(۲) جواد علی/ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، بیروت، ۱۹۷۰ء، ۴/ ۵۴۳، ۵۴۴

(۳) کاندھلوی، محمد زکریا/ حجۃ الوداع وجزء عمرات النبی ﷺ، سہارنپور، انڈیا، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۱۳۶

مختلف قبائل اور خاندانوں کی نمائندگی کر رہی تھیں ۔ چنانچہ امّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا قبیلہ بنو اسد (قریش) حضرت سودہؓ کا قبیلہ بنو عامر (قریش)، حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قبیلہ بنو تمیم (قریش) حضرت حفصہؓ کا قبیلہ بنو عدی (قریش) حضرت زینب بنتِ خزیمہؓ کا بنو عامر بن صعصعہ (قریش) حضرت امِ سلمہؓ قبیلہ بنو مخزوم (قریش) حضرت زینب بنتِ جحشؓ کا قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ (قریش) حضرت جویریہؓ کا قبیلہ بنو مصطلق (خزاعہ) حضرت امِ حبیبہؓ کا قبیلہ بنو امیہ (قریش) حضرت صفیہؓ کا قبیلہ بنو نضیر (یہود مدینہ) اور حضرت میمونہؓ کا قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ (قریش) سے تعلق تھا۔(۱)

اس طرح گویا آپؐ نے وحدت و مساوات انسانی کے درس کے ساتھ ساتھ تمام قبائل عرب کو اپنی ذات، دین کی دعوت و اشاعت اور خود اسلام کے جھنڈے تلے لا کھڑا کیا۔ تمام امتیازات باطل قرار دیئے گئے۔ اس حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شان دار، قابلِ فخر اور لائقِ تقلید نمونہ امّت کے سامنے پیش فرمایا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں کے طبقاتی و قبائلی عصبیت کے خاتمے میں کردار اور اس کے اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''عربوں میں چونکہ قبیلہ داری نظام ہی عام طور پر رائج تھا، اس لیے رشتے داری سے زیادہ مؤثر کوئی اور وجہ دوستی و حلیفی کی نہیں ہو سکتی تھی، ہجرتِ مدینہ کے بعد ایک اسلامی حکومت قائم ہوگئی جو ایک شہری مملکت سے آغاز پا کر دس ہی سال میں پورے جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی عراق و فلسطین تک کے دس بارہ لاکھ مربع میل رقبے پر محیط ہوگئی تھی، اس زمانے میں پیغمبر اسلامؐ نے جو عقد فرمائے وہ جغرافیائی نقطۂ نظر سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ قریب قریب ہر قبیلے کی اس میں نمائندگی نظر آتی ہے اور اس کے اثرات بھی دور رس ثابت ہوئے۔(۲)

طبقاتی امتیازات اور قبائلی عصبیت کے خاتمے میں ان شادیوں نے کیا کردار کیا، اس حوالے سے ڈاکٹر حمید اللہ ازواجِ مطہراتؓ نبویؐ اور عہد نبویؐ میں بین الاقوامی عصبیتوں کو دور کرنے کی بعض تدبیروں کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:

(۱) قاضی محمد سلیمان منصور پوری / رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۵۸، محمد ثانی / تجلیاتِ سیرت صفحہ ۱۹۱
(۲) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر / رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی، صفحہ ۳۱۴

"جہاں تک عرب کے صحرائی براعظم کا تعلق ہے وہاں یہ صورتِ حال (طبقاتی امتیاز اور قبائلی عصبیت) اپنی پوری شدتوں کے ساتھ بلکہ شاید سب سے زیادہ انتہائی صورت میں نظر آتی ہے۔ عرب اور عجم کا بنیادی اور ابتدائی فرق چھوڑ بھی دیا جائے تو عدنانی اور قحطانی قبائل کا باہمی تعصب کچھ اتنا شدید تھا کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں بھی اس کے اثرات پڑے بغیر نہ رہے، پھر عدنانیوں میں مضر اور ربیعہ کی کشمکش کچھ کم شدید نہ تھی، اس طرح نیچے اترتے ہوئے قریش اور غیر قریش کا مسئلہ مستقل تھا اور خود قریش کے اندر بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابتوں سے اسلام کی تاریخ میں کون واقف نہیں...... ان حالات میں اسلام کا آغاز ہوتا ہے اور وہ ان تمام تنگ نظریوں اور عصبیتوں کے خلاف ایک دوسری انتہا پر پہنچا ہوا تھا، اسلام کے نزدیک عرب کا خدا بھی ایک ہی تھا اور عجم کا بھی، جو عدنانیوں کا خدا تھا وہی قحطانیوں کا، تمام انسان ایک ہی باپ آدمؑ کی اولاد ہیں، اور گورے کالے ہونے اور زبان اور وطن کا فرق رکھنے سے ان کی فطری مساوات میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اگر کوئی برتری وفروتری ان میں آپس میں ہے تو وہ صرف ہر ایک کے ذاتی اعمال واخلاق کے باعث ہے۔(۱)

موصوف اس بحث کے اختتام پر نتیجہ بحث کے طور پر لکھتے ہیں:

"اس مختصر بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیے بغیر نہیں رہتا کہ ان مختلف قبائل میں نکاحوں کے ذریعے مسلمانوں میں پرانی عصبیتوں (طبقاتی امتیازات) کو دور کرنے کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی وسیع تر کوشش فرمائی اور نتائج بھی یہ بتاتے ہیں کہ یہ کوششیں بے کار نہ رہیں"۔(۲)

(۷) دیگر ہمہ گیر اور ناگزیر اسباب

مذکورہ بالا حقائق اور اسباب کے جان لینے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں میں متعدد حکمتیں پنہاں تھیں اور ان کے کئی ناگزیر اور ہمہ گیر اسباب تھے، نہ کہ وہ جو مستشرقین اور ان کے ہمنوا دیگر غیر مسلم حلقے اعتراضات

(۱) ایضاً صفحہ ۳۱۲-۳۱۳

(۲) ایضاً حوالہ سابقہ صفحہ ۳۱۸

وشبہات کی صورت میں سامنے لاتے ہیں، اور آپؐ کی ذاتِ اطہر کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں۔

ڈاکٹر رفیق زکریا اپنی کتاب ''محمد ﷺ اور قرآن'' میں جو کہ سلمان رشدی لعین کی ناپاک جسارت "Stanic Verses" کے جواب میں تحریر کی گئی، لکھتے ہیں:

''متعدد حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی شادی جنسی لذت کے لیے نہیں کی تھی، آپؐ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپؐ سے پندرہ سال بڑی تھیں، ان کی وفات کے بعد اپنی صاحبزادیوں کی دیکھ بھال کے لیے آپؐ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ آپؐ کے قریب ترین صحابہؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی صاحبزادیاں تھیں، جو عرب کے رواج کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے تعلقات مزید استوار کرنا چاہتے تھے، حضرت زینب بنتِ خزیمہؓ جنگِ اُحد کے شہداء میں سے ایک کی دختر تھیں، اس جنگ میں ستر مسلم خواتین بیوہ ہوگئی تھیں، اس طرح گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ ایمان کے لیے ایک مثال قائم کرنا چاہتے تھے، تاکہ وہ بھی بیوہ عورتوں سے شادی کرلیں۔

حضرت حفصہؓ مدینے ہجرت کرنے والی پہلی خاتون تھیں، آپ کے شوہر جنگِ اُحد میں شہید ہوگئے تھے، زینب بنتِ جحشؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں، اور اس سے قبل حضرت زید بن حارثہؓ کے نکاح میں رہ چکی تھیں، طلاق کے بعد وہ اس امر کی خواہش مند تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شادی کرلیں تاکہ ان کا مجروح وقار بحال ہوسکے، حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ دونوں یہودیوں کے ممتاز قبیلوں سے تعلق رکھتی تھیں، اور جنگی قیدیوں کی حیثیت سے لائی گئی تھیں، ام حبیبہؓ قریش کے سردار ابوسفیان کی دختر تھیں، حضرت میمونہؓ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی سالی تھیں اور اسلام کے عظیم سپہ سالار کی پھوپھی تھیں، ان میں سے اکثر خواتین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے وقت چالیس یا پچاس برس کی عمر کی تھیں، اور اپنی جوانی کا بہترین زمانہ گزار چکی تھیں، وہ دو یا تین بار بیوہ ہوچکی تھیں اور اکثر کے ان کے سابقہ شوہروں سے بچے بھی تھے، حضرت خدیجہؓ اور حضرت ماریہ قبطیہؓ کو چھوڑ کر ازواج مطہراتؓ میں سے کسی سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نہیں ہوئی۔

ان حقائق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں متعدد دینی، سیاسی اور معاشرتی ضرورتوں کے زیر اثر کی گئی تھیں، یا انسانی ہمدردی کے زیر اثر اور اس

مقصد کی ترویج واشاعت کے لئے (تبلیغ ودعوتِ دین) جو آپ کا مقصدِ حیات تھا۔(۱)

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اسی موضوع پر مزید تفصیل کے ساتھ بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ہر شخص کو خوب غور کرنا چاہیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ کے ۵۵ سالہ رویّے سے بڑھ کر جو عمل ہوا، اس کے خاص خاص اسباب کیا تھے، غور کرنے سے معلوم ہوجائے گا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے نکاح کیے ان کی بنیاد متعدد دینی فوائد، کئی بہتر مصلحتوں، اور بہت سے نیک اور اچھے مقاصد پر مبنی تھی، اور ان فوائد، مصلحتوں اور ہمہ گیر مقاصد کا اس قدیم ترین زمانے میں اور عرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا متعدد شادیوں کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔(۲)

موصوف رسولِ اکرمؐ کے ہر نکاح اور شادی کے ہمہ گیر اسباب و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

''مثلاً امّ المومنین حضرت صفیہؓ کے نکاح پر غور کرو کہ اس سے پیشتر جس قدر جنگیں مسلمانوں کے ساتھ کفار نے لڑیں، ان میں سے ہر ایک میں یہود کا تعلق سرّاً یا علانیتاً ضرور ہوتا تھا، مگر حضرت صفیہؓ سے شادی کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے، اس سے اس نکاح کی اہمیت اور اثرات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے''۔

امِ حبیبہؓ کے نکاح پر غور کریں، ان کے والد ابوسفیان عمائد قریش میں سے تھے اور قوم کا نشانِ جنگ ان کے گھر میں رہتا تھا، جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو پوری قوم پر آبائی ہدایت اور قومی روایات کی پیروی میں لازم ہوجاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہوجائیں۔ غزوۂ اُحد، حمراء الاسد، بدر الاخریٰ، احزاب، وغیرہ جنگوں میں ابوسفیان ہی اس نشان کو لئے ہوئے قائدِ قریش نظر آتا ہے، اس مبارک نکاح کے بعد دیکھیے کہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتے نظر نہیں آتے۔ بلکہ مختصر عرصے کے بعد ہی خود بھی اسلام کے جھنڈے تلے آکر پناہ لیتے ہیں، کیا اب بھی کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح نہایت ضروری نہ تھا؟

(۱) رفیق زکریا، ڈاکٹر/ محمدؐ اور قرآن، لاہور، فکشن ہاؤس ۱۹۹۴ء، صفحہ ۱۰۶

(۲) منصور پوری، قاضی محمد سلیمان/ رحمۃ للعالمینؐ، ۲/۱۴۳

امّ المومنین حضرت جویریہؓ کے نکاح پر غور کریں، ان کا باپ مشہور رہزن اور جنگجو تھا، وہ مسلمانوں سے خاص عداوت رکھتا تھا، بنو مصطلق کا مشہور طاقتور قبیلہ جو مختلف گروہوں اور قبائل پر مشتمل تھا، اسی کے اشارے پر کام کرتا تھا، اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جویریہؓ سے شادی سے قبل ہر جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی، اس قبیلے کی شرکت ضروری پائی جاتی ہے لیکن اس نکاح کے بعد یہ تمام خصومتیں ناپید ہوجاتی ہیں، پورا قبیلہ قزاقی چھوڑ کر متمدن زندگی اختیار کرلیتا ہے، اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتا، انصاف سے کہیے کہ یہ نکاح کس قدر ضروری تھا اور اس کے کتنے مفید اثرات مرتب ہوئے؟

امّ المومنین حضرت میمونہؓ کے نکاح پر غور کریں، ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی، اس نکاح نے ملکِ نجد میں صلح، امن اور اسلام کی اشاعت میں بہترین نتائج پیدا کیے، حالانکہ اس سے قبل اہلِ نجد ہی تھے جنہوں نے ستر واعظوں اور مبلّغوں کو اپنے علاقے میں لے جاکر دھوکے سے قتل کیا تھا۔ اہلِ نجد ہی وہ تھے جن سے کئی بار نقضِ امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور پذیر ہوچکے تھے، لہٰذا ہر اس شخص کو جو امنِ عامہ اور اصلاحِ ملک کے فوائد کا منکر نہیں، تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

امّ المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ کے نکاح خالصتاً اسلامی اور دینی اغراض اور مصلحتوں پر مبنی تھے، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے نکاحوں نے ہمہ گیر دینی اثرات مرتب کیے، اس طرح یہ حقیقت عیاں ہوکر سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے متعدد دینی، معاشرتی اور ہمہ گیر اثرات مرتب ہوئے، جو ان شادیوں کے بغیر ناممکن تھے۔(۱)

اور درحقیقت یہی وہ تاریخی حقیقت ہے جس کا اعتراف دشمن بھی کرتے نظر آتے ہیں، غیر مسلم دانش ور، وی کلیاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نفس پرستی کی تردید اور آپؐ کی شادیوں کے ہمہ گیر اثرات پر تبصرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

Enemies of Islam have insisted in depicting

(۱) منصور پوری، قاضی محمد سلیمان/ رحمۃ للعالمینؐ، ۲/ ۱۴۴، ۱۴۵

Muhammad as a sensual individual and a dissolute man, trying to find in his marriage evidence of a weak character not consistent with his mission. They refuse to take into consideration the fact that during those years of his life when by nature the sexual urge is strongest, although he lived in a society like that of the Arabs, where the institution of marriage was almost non existent, where polygamy was the rule, and where divorce was very easy indeed, he was married to one woman alone, Khadija, who was much older than himself, and that for twenty-five years he was her faithful, loving husband. Only when she died and when he was already more than fifty years old did he marry again and more than once. Each of these marriages had a social and political reason, for he wanted through the woman he married to honour pious women, or to establish marriage relations with other clans and tribes for the purpose of opening the way for the Propagation of Islam. With the sole exception of A'isha, be married women who were neither virgins, nor young nor beautiful. Was this ssensuality?(1)

(1) Zafar Ali Qureshi / The Mothers of the Believers P. 65)

دشمنانِ اسلام کو (پیغمبر اسلامؐ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاکہ نگاری میں آپؐ کو ایک نفس پرست اور (نعوذ باللہ) عیاش شخص بنا کر دکھانے پر اصرار ہے، اور ان کی کوشش ہے کہ آپؐ کے نکاحوں میں آپؐ کو اپنے مشن سے عدم مطابقت رکھنے والا، کمزور کردار کا حامل قرار دیا جائے، وہ اس امر پر توجہ نہیں دیتے کہ اپنی زندگی کے ان تمام برسوں میں جب فطرتاً انسان کی جنسی طلب سب سے زیادہ ہوتی ہے، باوجود یہ کہ آپؐ اس معاشرے میں رہتے تھے، جہاں نکاح کا ادارہ تقریباً نہ ہونے کے برابر تھا، جہاں تعدّد ازواج کا دور دورہ تھا، اور جہاں طلاق فی الواقع بہت ہی آسان بات تھی، آپؐ کا نکاح صرف ایک خاتون خدیجہؓ سے ہوا جو عمر میں آپؐ سے بہت بڑی تھیں، اور یہ کہ پچیس سال تک آپؐ ان کے باوفا، محبت کرنے والے شوہر رہے، جب وہ وفات پا گئیں اور آپؐ خود پچاس سال سے بھی اوپر کے ہو گئے، تب ہی آپؐ نے دوسرا نکاح کیا، اور پھر کئی نکاح کیے اور ان میں سے ہر نکاح کی کوئی نہ کوئی سماجی یا سیاسی وجہ تھی، کیونکہ جن خواتین سے آپؐ نکاح کرتے، ان سے ان متدیّن خواتین کی عزت افزائی منظور ہوتی تھی، یا دوسرے گروہوں اور قبائل میں اشاعتِ اسلام کی راہ نکالنے کے لیے ان سے مصاہرت کے تعلقات پیدا کرنا مقصود ہوتا تھا، صرف ایک خاتون (حضرت عائشہؓ) کے سوا آپؐ نے جن خواتین سے نکاح کیے، وہ نہ کنواری تھیں، نہ نوجوان، اور نہ حسین و جمیل، تو کیا یہ نفس پرستی تھی؟

رسولِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی

﴿خلاصہ بحث﴾

نبی اکرم ﷺ کی ایک سے زائد شادیاں (تعدد ازواج) امّتِ مسلمہ کے لئے جو آپؐ کی عفت وعصمت، زہد پرور زندگی اور حیات طیبہ کے ہر دور سے واقفیت رکھتے ہیں، پیغمبرانہ مشن کی تکمیل، دین کی عالمگیر ترویج واشاعت، امّت کی تعلیم وتربیت، حیاتِ طیبہ کے ہر گوشے سے واقفیت اور دیگر ہمہ گیر اسباب کی بناء پر ناگزیر تھیں۔ وہ آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اس امر کے معترف ہیں کہ آپؐ کی شادیاں پیغمبرانہ زندگی کا حصہ تھیں۔ جس میں لذات نفسانی کا شائبہ تک نہ تھا۔

لیکن غیر مسلم حلقوں کے لئے رسالت مآب ﷺ کی شادیاں قابل بحث قرار پاتی ہیں۔ غیر مسلم معترضین، مستشرقین نبی اکرم ﷺ کی شادیوں کے حقائق و اسباب کو مسخ کر کے آپ ﷺ کی سیرت و کردار کو تعدد ازواج (Poly Gamy) کے حوالہ سے ہدف تنقید بناتے ہوئے آپؐ کی ذاتِ اطہر اور ازدواجی زندگی پر شہوت پرستی اور لذات نفسانی کے شرمناک اور بے بنیاد الزامات عائد کرتے ہیں۔

☆☆☆

رسولِ اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی کے حوالے سے ابتدا ہی میں یہ جان لینا از حد ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ یا آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی مندرجہ ذیل چار مراحل میں منقسم ہے:

(۱) پہلا مرحلہ ۲۵ سال تک کا ہے، جس میں آپؐ نے تجرّد اختیار کیا۔

(۲) دوسرا مرحلہ ۵۴ سال تک کا ہے جس میں بیک وقت دو خواتین آپ کے تصرف میں جمع نہیں ہوئیں۔

(۳) تیسرا مرحلہ ۵۴ سے ۶۰ سال تک کا ہے، جس میں آپؐ کی ایک سے زائد شادیاں ہوئیں۔ حضرت عائشہؓ کی رخصتی پہلی ہجری کے اخیر یا دوسری ہجری میں عمل میں آئی، سن ۳ ہجری میں حضرت حفصہ بنتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے نکاح ہوا، جو اس وقت بیوہ تھیں، ان کے شوہر حضرت خنیس ابنِ حذافہ سہمیؓ غزوۂ بدر میں زخمی ہوئے اور کچھ عرصے بعد انتقال کر گئے، حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ دونوں سے نکاح کے بارے میں بات چیت کی، لیکن ان میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔ آپ اس سلسلے میں فکر مند تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے پیغامِ نکاح آیا اور یہ مبارک تقریب انجام پائی۔ غزوۂ احد کے بعد سن ۳ ہجری ہی میں امّ المساکین حضرت زینبؓ بنتِ خزیمہ بن الحارث سے نکاح ہوا، جن کے شوہر عبداللہ بن جحش غزوۂ احد میں کام آئے تھے، یہ نکاح کے بعد صرف تین ماہ یا آٹھ ماہ آپؐ کے نکاح میں رہ کر وفات پا گئیں، اسی طرح غزوۂ احد کے بعد سن ۴ ہجری میں حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا جن کے شوہر ابو سلمہؓ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے، یہ بھی سن رسیدہ اور کثیر العیال تھیں، آپؐ نے ان کی تسلّی و دلداری اور بچوں کی کفالت کی خاطر ان سے نکاح کیا۔ سن ۵ ہجری میں حضرت زینب بنتِ جحشؓ سے نکاح ہوا، غزوۂ بنی المصطلق کے بعد سن ۶ ہجری میں حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ سن ۷ ہجری میں حضرت امّ حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے نکاح ہوا۔ سن ۷ ہجری ہی میں غزوۂ خیبر کے بعد حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اور سن ۷ ہجری ہی کے اخیر میں عمرۃ القضا کے بعد حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، یہ آپؐ کا آخری نکاح ہے، اس وقت آپؐ کی عمر مکمل ساٹھ سال کی تھی، اس کے بعد ہی سورۂ احزاب کی آیت ''لا یحلّ لک النّساء من بّعد'' (الاحزاب/۵۲) (اس کے بعد آپؐ کے لیے عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں۔) نازل ہوئی، یہی تیسرا مرحلہ تعدد ازواج کا ہے۔

(۴) چوتھا مرحلہ ساٹھ سے لے کر تریسٹھ سال تک کا ہے، اس میں آپؐ نے کوئی نکاح نہیں کیا۔

بلوغ سے لے کر پچاس سال کی عمر تک جنسی خواہش اور صنفی میلان اپنے شباب پر ہوتا ہے، اسی زمانے میں انسان کو جنسی تسکین کی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے۔ بلوغ عام طور پر اٹھارہ سے لے کر بیس سال تک ہو جایا کرتا ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ مرحلہ تجرد کی نذر رہا، اور پھر پچیس سے لے کر پچاس سال تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزرا، جن کے

بارے میں پہلے گزر چکا کہ وہ بیوہ، سن رسیدہ اور پانچ بچوں کی ماں تھیں، عمر میں آپؐ سے پندرہ سال بڑی تھیں، جبکہ شادیوں میں عام طور پر یہ بہتر سمجھا جاتا ہے کہ بیوی کی عمر پانچ سات سال کم ہو، مگر یہاں معاملہ بالکل برعکس تھا، کیا کوئی شہوانیت کا دلدادہ نکاح کے لیے ایسی خاتون کو پسند کرسکتا ہے اور پورا عہدِ شباب اس کے ساتھ بسر کرسکتا ہے؟ پھر ان کے وصال کے بعد آپؐ نے انہی جیسی معمر اور بیوہ خاتون حضرت سودہؓ سے نکاح کیا اور پھر وہ چار سال تک اکیلی آپؐ کی رفیقۂ حیات رہیں۔

آپ ﷺ کی شادی کے یہ دونوں ہی واقعے آپؐ کی شرافت، پاکیزگی، بے نفسی، جنسی خواہشات کے معاملے میں غایتِ اعتدال، صبر وقناعت اور ضبطِ نفس کی روشن دلیل ہیں، مگر افسوس کہ مغربی مفکرین کو ان واقعات میں بھی پیغمبر اسلامؐ کا تعیّش اور شہوانیت کا غلو نظر آتا ہے۔ آپؐ کی شادی کا مسئلہ تو ایسا ہے کہ ٹھیک اس سے برعکس نتائج نکلتے ہیں جو مخالفین اس سے نکالنا چاہتے ہیں، کسی شہوت پرست انسان کے بارے میں یہ سوچا ہی نہیں جاسکتا کہ وہ عرب کے گھناؤنے اور شہوانی ماحول میں اپنے دامنِ عصمت کو داغ دار ہونے سے بچائے رکھے، پھر شباب کی امنگوں کے برلانے کا زمانہ تجرد کی حالت میں گزار کر نکاح کے واسطے معمر اور بیوہ خاتون کا انتخاب کرے، پھر پچیس سال اس کے ساتھ اس طرح زندگی گزارے کہ کسی دوسری خاتون کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے اور نہ دوسری شادی کا خیال دل میں لائے۔ آپؐ چاہتے تو دورِ شباب میں جو حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گزرا، دوسری دوشیزاؤں سے نکاح کرسکتے تھے اور کسی کو اس پر معترض ہونے کا حق نہیں تھا، کیوں کہ معاشرتی لحاظ سے یہ چیز عرب میں معیوب نہیں تھی، بلکہ وہاں تعدد ازواج کا عام رواج تھا۔ متعدد صحابہؓ وہ ہیں جن کے اسلام قبول کرتے وقت ان کے نکاح میں دس دس اور بارہ بارہ تک بیویاں تھیں۔ آپؐ نے ان میں سے کسی چار کو رکھنے اور باقی کو علیحدہ کردینے کا حکم دیا۔ پھر آپؐ کی پروقار شخصیت، خاندانی شرافت ووجاہت، بے مثال حسن وجمال، قابلِ رشک صحت اور دوسری پاکیزہ صفات وکمالات نے لوگوں میں آپؐ کو ہردل عزیز بنا دیا تھا۔ آپؐ کی ذات میں وہ کشش تھی کہ اشرافِ عرب فخر ومسرت کے ساتھ اپنی حسین بیٹیاں آپؐ سے بیاہ دیتے۔ عرب میں باندیوں کا بھی رواج تھا، شادی کے بغیر متعدد باندیاں بھی آپؐ اپنے تصرف میں رکھ سکتے تھے، لیکن آپؐ نے اس معاملے میں پورے صبر وضبط اور غایت درجہ اعتدال واحتیاط سے کام لیا، افسوس کہ جو مسئلہ روز روشن کی طرح واضح

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی اور ضبطِ نفس کی بیّن دلیل تھا، اسے بھی معاندین نے نقد و تعریض کا ہدف بنالیا۔ مشرکینِ مکہ جو آپؐ کے مخالف اور کٹر دشمن تھے، ان کے سامنے آپؐ کی پوری ۵۳ سالہ زندگی تھی، انہوں نے آپؐ کے اخلاق اور عفّت و عصمت پر کبھی کوئی حملہ کرنے کی جرأت نہیں کی۔ اگر انہیں آپؐ کی شخصیت میں ایسی کوئی بے راہ روی نظر آتی تو وہ اسے خوب اچھالتے اور آپؐ کو بدنام کرنے کے لیے انہیں اچھا موقع ہاتھ آجاتا، لیکن وہ کبھی ایک لفظ بھی ایسا زبان پر نہ لا سکے۔

ہجرت کے بعد اور عمر کے تیسرے مرحلے میں یعنی ۵۴ سے لے کر ساٹھ سال تک آپؐ نے جو متعدد شادیاں کیں، ان کے تحت کیا مصالح کارفرما تھے؟ اور اخیر عمر میں ازواج مطہراتؓ کی تعداد میں یہ اضافہ کن وجوہ و اسباب کی بناء پر تھا؟ اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات عقل تسلیم نہیں کرسکتی اور کوئی منصف مزاج انسان یہ باور نہیں کرسکتا کہ چون (۵۴) سال کی عمر تک ایک شخص جنسی تعلقات کے معاملے میں محتاط رہے اور ۵۴ سے تجاوز کرنے اور بڑھاپے کی منزل میں قدم رکھنے کے بعد یکایک اس کی نفسانی خواہش بڑھتی چلی جائے، اس لیے وہ متعدد عورتوں سے نکاح کرنے پر مجبور ہو جائے۔ عمر کی اس منزل میں قدم رکھنے کے بعد تو ان لوگوں کی خواہشات بھی مضمحل ہو جاتی ہیں، جو جوانی کے دور میں غیر محتاط اور جنسی بے راہروی کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ معروضات اس حقیقت کی وضاحت کے لیے کافی ہیں کہ پیغمبرِ اسلامؐ پر شہوت پرستی کا الزام سراسر ظلم اور بہتان ہے۔ حقیقت سے اس کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں، آپؐ نے ہجرت کے بعد جو متعدد شادیاں کیں، ان کے پیچھے نکاح کے مادی محرکات و عوامل ہرگز کارفرما نہ تھے، بلکہ وہ دینی، دعوتی، تبلیغی، اجتماعی، معاشرتی، اصلاحی اور سیاسی اغراض و مقاصد کی خاطر تھیں اور ان تمام شادیوں میں اسلام اور امتِ مسلمہ کے لیے خیر و خوبی اور برکت و سعادت مضمر تھی۔ بحث و نظر، سہ ماہی، جولائی۔ ستمبر ۱۹۹۵، ص ۸۷، ۸۹)

حقائق ......ایک نظر میں

ذیل میں ہم نبی اکرم ﷺ کی تعدد ازواج کے حقائق پیش کرتے ہیں۔ جن سے قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ آپؐ کی ایک سے زائد شادیاں کن وجوہات کے تحت عمل میں آئیں۔

﴿۱﴾ ...... آپ ﷺ عرب کے اس گرم خطۂ زمین سے تعلق رکھتے تھے، جہاں فطری خواہشات انسان پر غالب ہوتی ہیں۔ جہاں لوگ کم عمری میں جسمانی پختگی کو پہنچ جاتے ہیں اور جہاں خواہشات جسمانی کی آزادانہ تسکین ہر طبقے کے لوگوں میں عام تھی، اس کے باوجود محمد ﷺ نے پچیس برس کی عمر تک جب آپؐ نے پہلی شادی کی کسی عورت کو ہاتھ تک نہ لگایا، سارے عرب میں آپؐ بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق کی بناء پر ''الامین'' کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ جس سے آپؐ کی اخلاقی زندگی کا اعلیٰ معیار واضح ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ ...... آپؐ کی پہلی شادی اس گرم آب و ہوا میں اتنی غیر معمولی تاخیر سے حضرت خدیجہؓ سے ہوئی جو دو بار بیوہ ہونے والی نسبتاً ایک عمر رسیدہ خاتون تھیں، جبکہ عمر میں بھی آپؐ سے پندرہ برس بڑی تھیں۔ شادی کا پیغام بھی خود حضرت خدیجہؓ نے دیا اور آپؐ نے باوجود عمر کے اس واضح فرق اور دو ان کے بار بیوہ ہونے کے قبول کرلیا۔ اس وقت اگر آپ ﷺ چاہتے تو آپ ﷺ کو ان سے کہیں زیادہ حسین و جمیل اور نوعمر لڑکیاں شادی کے لئے مل جاتیں، اگر نعوذ باللہ آپ ﷺ پر شہوت پرستی یا لذات نفسانی کا غلبہ ہوتا۔

﴿۳﴾ ...... جس مقدس ہستی نے ۲۵ سے ۵۰ سال تک عین شباب کا عرصہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو جو عمر میں آپ ﷺ سے ۱۵ سال بڑی اور آپ ﷺ سے قبل دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمر ہو چکی ہو اور پھر اس ربع صدی کے زمانہ میں حضور اکرم ﷺ کی دل بستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو، بلکہ ان کے وفات پا جانے کے بعد بھی ہمیشہ ان کی یاد کو تازہ رکھا ہو، کیا اس مقدس ہستی کی

نسبت کسی کے دل میں گمان بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ ان کی شادی کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستاران حسن کی شادیوں میں پائی جاتی ہے۔

انہی سے آپ ﷺ کی تمام اولادیں ہوئیں، سوائے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم کے، وہ آپ ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کرتی رہیں، حتیٰ کہ ان کی عمر ۶۵ سال سے متجاوز ہوگئی، ان کی زندگی میں نہ آپ ﷺ نے کوئی شادی کی اور نہ اپنی ان بیوی کے سوا کسی اور سے تعلق رکھا۔

رسوائے زمانہ آریہ سماج لیڈر راج پال جس نے پیغمبر اسلام ﷺ سے عصبیت اور جنون نوازی کے اظہار کے لئے بدنام زمانہ کتاب لکھی۔ جس کا نام نقل کرنا بھی کلمہ کفر ہے۔ اپنی زہر افشانیوں اور فتنہ انگیزیوں کے باوجود حضور ﷺ کی عائلی زندگی کے بارے میں اس اعتراف سے باز نہ رہ سکا:

''محمد ﷺ کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا، یہاں تو آریہ سماجیوں کو ماننا پڑے گا کہ محمد ﷺ نے شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرد رہ کر گزارا، وہ برہم چاری تھے اور ان کا حق تھا کہ شادی کریں، معیار خانہ داری کے پچیس برس وہ ایک ہی بیوی پر قانع رہے اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھیں۔ اس بوڑھی عورت سے اس جوان مرد نے نباہ کی، یہ بات محمد ﷺ کی پاکیزہ زندگی پر دلالت کرتی ہے۔(۱)

معروف یورپین دانشور جان ڈیون پورٹ (John Daven Port) اپنی کتاب اپالو جی فار محمد ﷺ اینڈ قرآن (Apology for Muhammad And The Kuran) میں اعتراف حقیقت کے طور پر لکھتا ہے:(۲)

---

(۱) محمد اسمٰعیل قریشی ایڈوکیٹ / ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت صفحہ ۲۷، مطبوعہ الفیصل لاہور ۱۹۹۴ء

(2)John Davenport/ An Apology for Muhammad And The Kuran, P.25,26

''کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بی بی خدیجہؓ کی وفات کے بعد گیارہ یا بارہ نکاح کئے۔ اس بناء پر بعض مخالف مؤرخ آپ ﷺ پر بہت اعتراض کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے اس فعل کو شہوت پرستی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ) مگر علاوہ اس بات کے کہ اہل عرب اور مشرقی لوگ آنحضرت ﷺ کے عہد میں ایک سے زیادہ نکاح کیا کرتے تھے اور ان کا یہ فعل قبیح خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ آپ ﷺ پچیس برس کی عمر سے پچاس برس تک ایک ہی بیوی پر قانع رہے...... اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص شہوت پرست ہو اور ایسے ملک کا باشندہ ہو جہاں ایک سے زیادہ نکاح کرنے جائز ہوں اور وہ شخص پچاس برس کی عمر تک صرف ایک ہی بیوی پر قانع رہے۔

﴿۴﴾ ...... اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے سانحہ ارتحال کے وقت جبکہ ان کی عمر ۶۵ برس اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۵۰ برس تھی، ان کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کچھ عرصہ تجرد کی زندگی گزارتے رہے، تب اُمّ المؤمنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں، جو اپنے شوہر سکران بن عمرو کے ساتھ ہجرت حبشہ ثانیہ سن ۵ نبوی میں (جو کہ مشرکین مکہ کی طرف سے صحابۂ کرامؓ کے لئے ایذاء رسانی کا دور تھا) کر گئی تھیں۔ حبشہ سے وطن واپسی کے موقع پر ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ اب انہیں پناہ اور تحفظ درکار تھا، ان کے لئے فطری راہ یہی تھی کہ وہ خود نبی اکرم ﷺ کی پناہ میں آجائیں، نبی اکرم ﷺ نے ان سے نکاح کر کے انہیں تحفظ اور پناہ فراہم کی۔ وہ نہ تو نوعمر تھیں اور نہ ظاہری حسن و جمال کی مالک، ایک عام بیوہ عورت تھیں۔ اسی سال نبی اکرم ﷺ نے اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے پیغام نکاح بھیجا۔ ان دونوں شادیوں کے پس پردہ کارفرما محرکات کا کوئی تعلق شہوت اور جسمانی کشش سے ہرگز نہیں تھا۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے پانچ برس ان کے ساتھ گزارے، اب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۵۵ برس ہوگئی اور کوئی نکاح اس مدت میں آپ ﷺ نے نہ کیا۔

﴿۵﴾ ...... پچپن سال سے انسٹھ سال کی عمر تک آپ ﷺ نے آٹھ شادیاں کیں، جبکہ حیات طیبہ کے آخری چار سالوں میں آپ ﷺ نے کسی عورت سے نکاح

نہیں کیا، آپ ﷺ کی بیشتر شادیاں ان پانچ سالوں میں ہوئیں۔ جو کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا آخری اور اسلام کی تاریخ کا اہم ترین دور تھا۔ یہ دور آپ ﷺ کے پیغمبرانہ مشن کا مشکل ترین اور آزمائشی دور تھا۔ دوسری طرف آپ ﷺ غزوات میں صحابۂ کرامؓ کی قیادت فرمارہے تھے، یہی وہ وقت تھا جبکہ اسلامی قانون سازی جاری تھی، اور اسلامی معاشرے کی بنیادیں رکھی جارہی تھیں، آپ ﷺ نے بیشتر نکاح اسی مخصوص دور میں کئے۔

ان حالات میں آپ ﷺ کی شادیوں کی تعبیر محض شہوانی جذبات اور جسمانی کشش کی اصطلاحات کے تحت کرنا واقعیت کی تکذیب ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے غیر مسلم سیرت نگار جان بیگٹ (المعروف جنرل گلپ پاشا) (John Bagot) اپنی کتاب "The Life And Times Of Muhammad" میں خاتم الانبیاء ﷺ کی ۵۵ سے ۵۹ سال تک کے عرصہ میں کی گئیں شادیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ نے اس وقت اپنی ازواج میں اضافہ کیا جبکہ آپ ﷺ کی عمر ۵۵ برس تھی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ سوائے بی بی عائشہؓ کے آپ ﷺ کی تمام بیویاں بیوہ تھیں۔ اور ان میں سے بھی کئی ایک ادھیڑ عمر اور حسن سے عاری تھیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور کو نرینہ اولاد کی خواہش تھی۔ اس لئے آپ ﷺ ایک کے بعد دوسری شادی کرتے رہے۔ اگر لوگوں کا یہ خیال صحیح تھا تو حضور ﷺ بجائے ادھیڑ عمر کی عورتوں سے شادی کرنے کے نوجوان لڑکیوں سے شادی کرتے تاکہ اولاد نرینہ کی تکمیل بہتر طریقے پر ہوسکتی، بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ شادیاں سیاسی مصلحت کی بناء پر کیں، بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا منشاء ان عورتوں اور بچوں کی سرپرستی کرنا تھا۔ جن کے خاوند جنگوں میں مارے گئے''۔

موصوف مزید لکھتے ہیں:

''یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ حضور ﷺ جب جوان تھے، بی بی خدیجہؓ کے بطن سے آپ ﷺ کے چھ بچے پیدا ہوئے، یہاں بارہ بیویوں سے ایک بھی بچہ پیدا نہیں ہوا، صرف مصری لڑکی ماریہ کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا، حضور ﷺ کی بیویوں میں

اکثریت اگرچہ جوان نہیں تھیں پھر بھی تولید کے قابل تھیں، مدینہ میں حضور ﷺ کو اتنا وقت بھی نہیں ملتا تھا کہ آپ ﷺ زندگی کے اس پہلو پر زیادہ توجہ دیتے۔ یوں بھی جب آپ ﷺ کی عمر مبارک پچاس برس سے تجاوز کر گئی تھی آپ ﷺ ذہنی اور جسمانی طور پر اپنے آپ کو امت کے لئے وقف کر چکے تھے۔ جہاں انسان وقت کی اہم ترین گتھیوں کو سلجھا رہا ہو اور مختلف قسم کے نازک حالات میں گھرا ہوا ہو، وہاں جنسی خواہشات کی تکمیل جو بچوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، جان بوجھ کر ادھوری چھوڑ دی جاتی ہے اور یہ امت کے لئے ایک قسم کی قربانی ہے"۔

مزید لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ کا انتقال ۶۳ سال کی عمر میں ہوا، وفات کے وقت حضور ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں، ان بیویوں کی تعداد کو دیکھ کر آپ ﷺ پر نفس پرستی کا الزام لگانا سراسر زیادتی ہے۔(۱)

﴿۶﴾...... آپ ﷺ کی حیات طیبہ جس سادگی اور تنگی میں بسر ہوتی تھی، وہ نعوذ باللہ کسی تعیش پسند اور شہوت پرست انسان کی زندگی نہیں ہوسکتی، ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بیان کے مطابق جب رسالت مآب ﷺ نے وفات پائی تو تھوڑے سے جو کے سوا گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا"۔

چنانچہ دشمن بھی اس امر کے معترف نظر آتے ہیں۔

لین پول (Lane Poole) "Life of Muhammad" میں لکھتے ہیں!

یہ کہنا کہ محمد ﷺ بندۂ ہوس تھے، غلط ہے، ان کی روزمرہ کی زندگی، ان کا تخت، بوریا جس پر وہ سوتے تھے، ان کی معمولی غذا، کمتر سے کمتر کام اپنے ہاتھ سے سرانجام دینا ظاہر کرتا ہے کہ وہ نفسانی خواہشات سے بلند و بالا تھے۔(۲)

یورپ کا مشہور دانشور تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) اعتراف حقیقت کے طور پر کہتا ہے:

---

(۱) محمد رسول اللہ ﷺ، ص ۳۰۷، ۳۰۸، ترجمہ کتاب مذکور، سٹیزن پبلشرز کراچی

(2) Lane Pool, Stanley/ Studies in A Mosque, 1966, P. 77,

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم عیش وعشرت اور شہوانیت کے دلدادہ نہ تھے۔ یہ وہ الزام ہے جو آپ ﷺ پر ان عاقبت نا اندیش افراد نے لگایا جن کے ضمیر تاریک ہو چکے تھے۔ یہ بہت بڑی گمراہی ہوگی کہ اس شخص کو ایک بندۂ ہوس تصور کیا جائے۔ آپ ﷺ کا گھریلو ساز وسامان معمولی اور خوراک بہت سادہ اور عام قسم کی تھی، بعض اوقات ایسا بھی رہا کہ مہینوں آپ ﷺ کے گھر میں چولہا روشن نہ ہو سکا، وہ جو آپ ﷺ کے جاں نثار اور پیروکار تھے۔ آپ ﷺ کو سچے دل سے خدا کا نبی تسلیم کرتے تھے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کی زندگی ان کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح تھی۔ کوئی راز اور اسرار آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ وابستہ نہیں تھا۔ (۱)

﴿۷﴾...... وہ ازواج مطہراتؓ جنہیں آپ ﷺ نے نکاح میں قبول فرمایا، سوائے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سب ہی بیوائیں یا مطلقہ تھیں، ان بیواؤں میں سے کوئی بھی کسی خاص دل کشی یا حسن صورت کی حامل نہ تھیں، ان میں سے بعض عمر میں بڑی تھیں اور بیشتر نے آپ ﷺ کو پیغام نکاح دیا۔

یہ ہے نبی اکرم ﷺ کی تعدد ازواج / (متعدد شادیوں) کا عمومی پس منظر اس سے کبھی یہ تاثر قائم نہیں ہوسکتا کہ یہ شادیاں جسمانی ضروریات کی آسودگی کی غرض سے یا حیاتیاتی تقاضوں کے تحت عمل میں آئی تھیں۔ یہ بات نا قابل فہم ہے کہ آپ ﷺ نے بیویوں کی اتنی بڑی تعداد ذاتی اغراض اور جسمانی ضروریات کی آسودگی کیلئے رکھ چھوڑی تھی۔

معترضین جواب دیں:

دوست یا دشمن جو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی سالمیت یا روحانی برتری میں آپ ﷺ کی شادیوں کی بناء پر شک کرتا ہے، اس پر مندرجہ ذیل سوالات کے اطمینان بخش جوابات دینے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

﴿۱﴾...... آپ ﷺ نے دوبار بیوہ ہونے والی معمر خاتون کو جو آپ ﷺ سے پندرہ

(1) On Heroes, Hero- Worship and Heroic in History, London, 1965

سال بڑی تھیں۔اپنی زوجیت کے لئے کیوں پسند فرمایا۔

﴿۲﴾...... آپ ﷺ اپنی پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ کی تاحیات رفاقت پر جو پچیس برس کے طویل عرصہ پر محیط ہے اور جو آپ ﷺ کا عین مرحلہ شباب کا دور تھا کس طرح قانع اور مطمئن رہے اور دوسری شادی کا خیال تک ذہن میں نہ آیا۔

﴿۳﴾......آپ ﷺ نے ان بے سہارا بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے جو کوئی خاص دلکشی یا حسن صورت کی حامل نہ تھیں، کیوں شادیاں کیں۔ جبکہ آپ ﷺ قبائل عرب کی حسین ترین کنواری دوشیزاؤں سے شادی کر سکتے تھے۔

﴿۴﴾......آپ ﷺ نے اتنی عسرت اور تنگی کی زندگی کیوں بسر کی، جبکہ آپ ﷺ خاصی آسودہ حالی اور آرام کی زندگی گزار سکتے تھے۔

﴿۵﴾......آپ ﷺ نے بیشتر نکاح حیات طیبہ کے آخری دور میں کیوں کئے، جوکہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا مصروف ترین دور تھا۔

﴿۶﴾...... اگر نعوذ باللہ آپ ﷺ پر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا تو آپ ﷺ کی اعلیٰ حیثیت اور اخلاقی برتری کا معیاری مقام کس طرح قائم رہ سکتا تھا، اور بھی بہت سے سوالات اٹھائے جا سکتے ہیں۔

بہرحال یہ معاملہ اتنا سادہ نہیں کہ اسے شہوت پرستی اور خواہشات نفسانی کے بے بنیاد الزامات اٹھا کر حل کیا جا سکے، یہ سنجیدہ اور دیانت دارانہ غور و فکر کا مستحق ہے۔

اسباب ...... ایک نظر میں

ذیل میں ان اسباب و وجوہات کو بیان کیا جاتا ہے جن کی بناء پر نبی اکرم ﷺ نے ایک سے زائد شادیاں کیں۔

﴿۱﴾...... نبی اکرم ﷺ کی متعدد شادیوں / تعدد ازواج کے اسباب و وجوہات اور حکمتوں کے متعلق حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنے علمی رسالہ ''کثرت الازدواج لصاحب المعراج''، میں جو خاص اسی موضوع سے متعلق ہے، نہایت مدلل

انداز میں معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہر انسان کی زندگی" کے دو پہلو ہوتے ہیں، کسی کی عملی حالت کا اندازہ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ان دونوں رخوں کو بے نقاب کیا جائے، ورنہ اس کے متعلق کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی امید کرنا امر لاحاصل ہوا کرتا ہے۔

وہ دو پہلو یہ ہیں، بیرونی زندگی، یہ زندگی کا وہ حصہ ہے جو انسان لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے۔ اس حصہ کے متعلق ہر انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے بکثرت شواہد دستیاب ہوسکتے ہیں۔'' دوسرا پہلو انسانی زندگی کا وہ ہے جسے خانگی زندگی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، یہ حیات انسانی کا وہ حصہ ہے جس سے ایک انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے۔ ہر فرد چاردیواری کے حالات، خانہ داری کے نشیب و فراز، خانگی تعلقات، اور دیگر راز و نیاز کی باتوں کو پردۂ راز میں رکھنا چاہتا ہے، کس وجہ سے؟

اس لئے کہ وہ انسانی کمزوریوں کا نقشہ پیش کرنے سے خائف ہے اور اس کی زندگی کا یہ پہلو افراط و تفریط کا ایک کمزور مجموعہ ہوا کرتا ہے۔ پس ایسی صورت میں دنیا کے ہر انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنے کے لئے جو سب سے بہتر کسوٹی ہوسکتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات بھی دنیا کے سامنے اسی آب و تاب کے ساتھ پیش ہوسکیں جس طرح اس کی عام زندگی عوام کے روبرو موجود ہو۔

بس یہی وجوہ تھیں کہ دنیا کے انسان کامل اللہ کے برگزیدہ رسول ﷺ، نبیوں کے سردار اور کائنات عالم کے مختار کی حیات طیبہ کا ہر لحہ بہ تمام و کمال دنیا کے روبرو پیش کیا گیا، آپ ﷺ کی عام اور خانگی زندگی دنیا کو معلوم ہو جائے، تاکہ عاشقان حق کے قلوب پر آپ ﷺ کی عظمت و صداقت کا سکہ جم جائے۔ عاشقین صادق اپنی زندگی کے لمحوں کو اس الٰہی سانچے میں ڈھال سکیں اور آنے والی نسلیں آپ ﷺ کی عملی زندگی کو اپنا دستور العمل بنا سکیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کی زندگی کے حالات من و عن اس زبردست تحقیق و صحت کے ساتھ دنیا کے سامنے آئے کہ جس کی نظیر دنیا کا کوئی مذہب، کوئی قوم پیش نہیں کرسکتی۔

انبیائے سابقینؑ میں سے بھی کسی کی زندگی کے حالات اس تفصیل و تدقیق کے

ساتھ دنیا کے سامنے نہیں آئے کہ انسانی زندگی ہر الجھن اور شعبۂ حیات کے ہر مسئلہ میں ان سے سبق حاصل کر سکے۔

یہ صرف پیغمبر آخرالزماں علیہ الصلاۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ ہی تھا جس نے مسلمانوں کو ہر انسانی فلسفہ سے مستغنی بنا دیا، آنحضرت ﷺ کی بیرونی اور خانگی زندگی کے عمل کو سرانجام دینے کے لئے خداوند قدوس نے خاص خاص وسائل اور اسباب مہیا کر دئے، چنانچہ ایسی دو جماعتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے اس ضروری امر اور فرض کو ایسی خوش اسلوبی اور احتیاط کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچایا کہ دنیا کے دانشور دیکھ کر دنگ رہ گئے۔، پہلی جماعت صحابۂ کرامؓ کی تھی اور دوسری حضرات اُمّہات المؤمنینؓ کی۔

حکیم الامت مزید لکھتے ہیں:

''حضرات صحابۂ کرامؓ کی مقدس جماعت نے صرف آپ ﷺ کی بیرونی زندگی کو بالتفصیل دنیا کے سامنے پیش کیا، لیکن خانگی حالات کا ضروری حصہ دنیا کے روبرو پیش ہونا باقی رہ گیا تھا۔ جس کے بغیر آپ ﷺ کی سیرت ادھوری اور نامکمل رہنے کا اندیشہ تھا اور معترضین کے لئے اعتراضات کی گنجائش باقی رہتی۔ اس کام کے لئے ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو تنہائی کے اوقات میں آپ ﷺ کی رفیق ہوتی، جو راتوں کی تاریکیوں میں آپ ﷺ کا ساتھ دیتی۔ چنانچہ ازواج مطہراتؓ نے اس سلسلہ میں وہ خدامات انجام دیں جو خداوند کریم کو اپنے محبوب پاک ﷺ کے اس شعبۂ زندگی کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوئیں، اس مبارک جماعت کی بدولت سیرت نبوی ﷺ کا وہ مخفی اور ضروری ذخیرہ دستیاب ہوا جس نے آپ ﷺ کی عظمت اور صداقت پر چار چاند لگا دئے اور حقیقت میں تعدد ازواج کے لئے سب سے بڑا موجب یہی ضرورت تھی۔ کس کو کیا معلوم ہوتا کہ اللہ کے سچے مرسل اور توحید کے علمبردارؐ اوقات تنہائی کن مشاغل میں گزارتے ہیں، خلوت کی گھڑیاں کن کاموں میں بسر ہوتی ہیں۔ (۱)

(۱) اشرف علی تھانویؒ، مولانا/ کثرت الازدواج لصاب المعراج، صفحہ ۵/۳

ازواج مطہراتؓ نے خاتم النبیّین ﷺ کی حیات طیبہ کے اہم حصہ خانگی رگھریلو زندگی کو امت کے سامنے پیش کر کے درحقیقت دین کے نصف حصہ کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا، اگر نبی اکرم ﷺ ایک سے زائد نکاح نہ فرماتے تو دین نامکمل رہ جاتا، ازواج مطہراتؓ کے حجرے درحقیقت امت کی دینی تربیت گاہ اور ازواج مطہراتؓ امت کی امّہات اور معلّمات تھیں۔ جنہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی، آپ ﷺ کی سیرت و کردار اور دینی تعلیمات کا وہ شعبہ جو خاص عورتوں سے متعلق تھا، بہ تمام وکمال محفوظ کر کے امت کے سامنے پیش کر کے تعلیمات نبوی ﷺ کی ترویج و اشاعت میں قابل ذکر اور اہم کردار ادا کیا۔

﴿۲﴾ آپ ﷺ کے تعدد ازواج رایک سے زائد شادیوں کا ایک سبب ان عورتوں کو جن کے شوہر غزوات یا تبلیغ اسلام کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے جام شہادت نوش کر چکے تھے یا دیگر اسباب کی بناء پر وہ عورتیں بیوہ یا مطلقہ ہوگئیں تھیں۔ ان کی دادرسی، انہیں تحفظ فراہم کرنا تھا، ان کی دلجوئی کی خاطر آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا، جس میں سے بیشتر نے خود آپ ﷺ کے دامن عفت و عصمت میں تحفظ اور پناہ کی خواہش ظاہر کر کے آپ ﷺ کو نکاح کی پیشکش کی تھی۔

﴿۳﴾ نبی اکرم ﷺ نے بعض نکاح سیاسی اسباب کی بناء پر کئے جن کا مقصد دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت، اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا خاتمہ، اسلام اور مسلمانوں کے دشمن و حریف طبقوں کو اپنا حلیف بنا کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ہر ممکن اقدامات کرنا تھا۔

سیرت نگار مارگولیوتھ (Margolioth D.S) جو سیرت طیبہ پر تنقید اور نکتہ چینی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، اسے بھی اعتراف ہے کہ آپ ﷺ کی ایک سے زائد شادیوں میں کئی مصلحتیں اور سیاسی وجوہات غالب تھیں۔ (۱)

☆ ...... ام المومنین حضرت صفیہؓ مشہور یہودی قبیلہ بنو نضیر کے سردار حی ابن اخطب

(1) Margolioth D.S/ Encyclopaedia of Religion And Ethics, Edenburg, 1967, Vol. viii . P.878

کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہؓ کی پہلی شادی سلام بن مشکم قرظی سے ہوئی، اس نے طلاق دیدی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں، کنانہ جنگ خیبر ۷ ھ میں مقتول ہوا اور یہ گرفتار ہوکر آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا، ام المؤمنین حضرت صفیہؓ سے نکاح سے قبل اسلام اور کفر کے مابین بیشتر جنگوں میں یہود کفار کا ساتھ دیتے رہے تھے۔ لیکن ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کے نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں آجانے کے بعد اسلام اور مسلمانوں سے سخت بغض وعناد اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر قسم کی سازشوں میں مصروف عمل یہودیوں کا ایک بڑا حصہ غیر جانبدار ہوگیا اور یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شریک وسہیم نہ ہوئے۔

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ سے رسالتمآب ﷺ کے اس نکاح کے فوائد اور سیاسی اثرات کا اعتراف مستشرق منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) کو بھی ہے۔(۱)

☆...... اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان حرب اموی قریش کے مشہور سردار کی صاحبزادی تھیں۔

ابتدائی دعوت اسلام کے موقع پر اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ دعوت اسلام پر لبیک کہتے ہوئے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئیں اور حبشہ کی جانب ہجرت ثانیہ کی۔ ان کا شوہر عبید اللہ بن جحش اسلام سے مرتد ہوکر عیسائی بن گیا۔ مگر ام حبیبہؓ برابر دین اسلام پر قائم رہیں، اختلاف مذہب کی بناء پر عبید اللہ بن جحش سے علیحدگی ہوئی اور بعدازاں رسالتمآب ﷺ سے نکاح ہوا۔

ام المؤمنین ام حبیبہؓ کے والد ابوسفیان بن حرب اموی قریش کے مشہور سردار تھے، اسلام سے قبل قریش کے تین اشخاص بہت ذی اثر اور صاحب الرائے تھے، عتبہ، ابوجہل اور ابوسفیان، قریش کا فوجی علم ''عقاب'' ابوسفیان کے پاس رہتا تھا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشہور جنگوں میں مشرکین و کفار مکہ کے امیر الجیش وامیر العسکر

(1) Watt, W. Montgomery/ Mohammad at Madina, Oxford, 1956, P.288,

کے طور پر شریک ہوئے۔

ابن سعد کی روایت کے مطابق ام حبیبہؓ کے نکاح کی خبر ابوسفیان کو مکہ میں ملی، اس وقت وہ رسول اللہ ﷺ کے محارب اور دشمن تھے مگر اس نکاح کو ناپسند نہیں کیا۔

ام حبیبہؓ اور رسول اللہ ﷺ کے نکاح کے بعد ابوسفیان مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتے نظر نہیں آتے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد دائرۂ اسلام میں داخل ہوکر ''من دخل دار ابوسفیان فھو امن'' کے الفاظ رسالتمآب ﷺ کی زبان مبارک سے ان کے لیے ادا ہوتے ہیں۔

"The Life and Times of Muhammad" کا مصنف غیر مسلم سیرت نگار جان بیگٹ (John Bagot) حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی شادی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''یہ واقعہ ہمارے ذہنوں پر عجیب وغریب اثر کرتا ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف خاندان کی لڑکیوں سے شادیاں محض اس لئے کیں کہ ان خاندان والوں سے حضور ﷺ کے تعلقات استوار ہوں۔ آپ ﷺ نے خاص طور پر حبشہ کے شہنشاہ کو لکھ کر ام حبیبہؓ کو مدینہ بلوایا۔ اگر آپ ﷺ کا مقصد صرف ایک عورت کا حصول ہی تھا تو ایک سے بڑھ کر ایک حسین وجمیل اور خوبصورت سے خوبصورت لڑکی عرب ہی میں آپ ﷺ کو مل سکتی تھی۔ سینکڑوں خوبصورت لڑکیاں عرب ہی میں موجود تھیں۔ ان ساری پری پیکروں کو چھوڑ کر خاص طور سے ام حبیبہؓ کو جو بیوہ بھی تھیں، حبشہ سے بلوا کر حضور ﷺ کا شادی کرنا، اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضور ﷺ غالباً ام حبیبہؓ کے توسط سے ابوسفیان سے اپنے تعلقات بہتر بنانا چاہتے تھے۔ (۱)

اس حقیقت کا اعتراف سر ولیم میور کو بھی ہے، وہ لکھتا ہے!

''پیغمبر اسلام ﷺ کو توقع تھی کہ ام حبیبہ کے والد ابوسفیان اس طرح (نکاح) سے آپ ﷺ کے مقصد کے قریب تر ہو جائیں گے۔ (۲)

---

(1) The Life and Times of Muhammad:

محمد رسول اللہ ﷺ، ص ۴۰۴، ترجمہ

(2) Muir, Sir William/ The Life of Mahomet, Vol iv, P.59,

☆...... ام المؤمنین حضرت جویریہؓ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا خاوند مسافح بن صفوان غزوۂ مریسیع / بنو مصطلق ۵ ھ میں قتل ہوا۔ اس غزوہ میں بکثرت لونڈیاں اور غلام مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ آئے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ انکا قبیلہ بنو مصطلق (جسکے سردار انکے والد حارث بن ضرار تھے) انتہائی جنگ جو، طاقتور اور رہزنی اور لوٹ مار میں غیر معمولی شہرت رکھتا تھا۔ اسلام اور کفر کے درمیان معرکہ آرائیوں میں یہ قبیلہ ہمیشہ کفار کے حلیف کے طور پر مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی صف میں شریک رہا۔

غزوۂ بنو مصطلق شعبان ۵ ھ بذات خود اس قبیلہ کے ساتھ پیش آیا، نبی اکرم ﷺ سے ام المومنین حضرت جویریہؓ کے نکاح کے بعد صورتحال یکسر بدل جاتی ہے۔ قبیلہ کے بیشتر افراد بشمول سردار قبیلہ حارث بن ضرار کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں، ڈاکہ زنی اور رہزنی سے تائب ہو جاتے ہیں اور قبیلہ بنو مصطلق اور اس کے حلیف قبائل کی حمایت اسلام کے لئے حاصل ہو جاتی ہے اور پھر کبھی یہ قبیلہ مسلمانوں کے خلاف صف آراء نظر نہیں آتا۔

جان بیگٹ (John Bagot) اس نکاح کے سیاسی فوائد اور ثمرات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے!

اس (نکاح) نے بنی مصطلق کو جنگ سے بڑھ کر کامیابی سے اسلام کے لئے جیت لیا۔(۱)

☆...... ام المومنین حضرت میمونہؓ رسالتمآب ﷺ سے نکاح سے قبل مسعود بن عمرو بن عمیر الثقفی کے نکاح میں تھیں، اس سے طلاق کے بعد ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں، اس کے انتقال کے بعد نبی اکرم ﷺ سے نکاح ہوا۔

ام المومنین حضرت میمونہؓ سردار نجد کی بیوی کی بہن تھیں۔ نبی اکرم ﷺ کے حضرت میمونہؓ سے نکاح کی بدولت مسلمانوں کے اہل نجد سے بہتر تعلقات قائم اور نجد کی سرزمین میں دعوت اسلام کی راہ ہموار ہوئی، جبکہ نجد ہی وہ علاقہ تھا جہاں کے

(1) John Bagot/ The Life And Times of Muhammad, P.263

لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے نجد کی سرزمین میں دعوتِ اسلام کے لئے مبلغین ستر (۷۰) حفاظ قرآن لے جاکر دھوکہ سے ان تمام کو شہید کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں اسلام اور مسلمانوں کو اہل نجد سے متعدد مواقع پر فتنہ و فساد کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ لیکن حضرت میمونہؓ سے نکاح کے بعد رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو امن ہوگیا اور نجد کی سرزمین میں اشاعت اسلام کا آغاز ہوا۔

اس نکاح کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ اسلامی تاریخ کے دو عظیم سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ دائرۂ اسلام میں داخل ہوکر اسلامی فتوحات اور اشاعت اسلام کا ہراول دستہ اور اسلامی تاریخ کے مثالی کردار قرار پائے۔ مغربی سیرت نگار واشنگٹن ارونگ (Irving, Washington) اس نکاح کے فوائد اور اثرات پر تبصرہ یوں کرتا ہے! (۱)

''یہ نکاح بھی بلاشبہ مصلحتوں پر مبنی تھا، جبکہ میمونہ اکیاون سال کی بیوہ تھیں۔ مگر اس تعلق سے آپ ﷺ کو دو طاقتور جاں نثار مل گئے، ایک ان بیوہ کے بھانجے اور بہادر سپہ سالار خالد بن ولیدؓ، اور دوسرے جاں نثار خالد کے دوست عمرو بن عاصؓ

﴿۴﴾ نبی اکرم ﷺ کی ایک سے زائد شادیوں کا ایک سبب خاندانی، علاقائی، نسلی اور قبائلی عصبیت کا عملاً خاتمہ تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے مختلف قبائل اور خاندان کی عورتوں سے شادی کرکے امت کے سامنے عملی نمونہ پیش کرکے ان تمام لعنتوں کا جو عرب کا سرمایہ افتخار سمجھی جاتی تھیں، خاتمہ فرمادیا۔

آپ ﷺ نے بزرگی اور تقرب کے تصوّر پارینہ کو پارہ پارہ اور نسلی اور قومی احساس برتری کے بتوں کو پاش پاش کر دیا، مروّجہ امتیازات مٹ گئے، اختلاف قومیت، تخصیص رنگ ونسل، خاندانی وقبائلی بت فنا ہوگئے۔

آپ ﷺ نے جاہلی کبر ونخوت پر ضرب کاری لگاتے ہوئے انسانی غرور و عصبیت کو کچل کر رکھ دیا، فرمایا:

''وہ قومیں جو اپنے مردہ آباؤاجداد پر فخر کرتی ہیں، ان کو اس سے باز آنا

---

(1) Irving, Washington/ The Life of Mahomet, P.160, 161,

چاہیے، وہ جہنم کے کوئلے بن چکے ہیں۔ ورنہ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نجاست کے ان کیڑوں سے بھی ذلیل تر ہوں گے جو اپنی ناک سے نجاست کو دھکیلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم سے یقینی طور پر جاہلیت کی عصبیت اور باپ دادا پر فخر کرنے کو مٹا چکے ہیں۔ (۱)

ظہور اسلام کے وقت مذاہب عالم اور اقوام و امم پر عصبیت، قومیت، اور علاقائی وقبائلی اثرات چھائے ہوئے تھے، جو انسان کے فکر ونظر پر غالب اور اس کے شعبۂ حیات پر حاوی اور اس کی زندگی کا لازمی عنصر بن کر رہ گئے تھے۔

یہودی اور نصرانی خود کو اللہ کی چہیتی اولاد قرار دیتے تھے، فراعنۂ مصر سورج دیوتا کے اوتار کی صورت اختیار کئے ہوئے تھے، شاہان ایران اپنی رگوں میں خدائی خون کے دعویدار تھے، چینی اپنے شہنشاہ کو آسمان کا فرزند تصور کرتے تھے اور ہندوستان میں سورج بنسی اور چندر بنسی خاندانوں کی نسبت سورج اور چاند سے قائم کی گئی تھی۔ ایرانی اپنے رنگ کے فخر سے اتنے مغلوب تھے کہ وہ حبشیوں اور ہندوؤں کو کوے کہتے تھے۔ عرب اپنی نخوت اور شوکت کے مدنظر ساری دنیا کو عجم یا بے زبان سمجھتے تھے اور ہندوؤں نے طبقاتی تفرق کیلئے ذات پات کا نظام وضع کر رکھا تھا۔

جہاں تک عرب کا تعلق تھا، وہاں بھی یہی صورتحال پوری شدت کے ساتھ نظر آتی ہے، عدنانی اور قحطانی قبائل کا باہمی تعصب کچھ اتنا شدید تھا کہ اسلام کے ابتدائی دو میں بھی ان کے اثرات گہرے تھے، پھر عدنانیوں میں مضر اور ربیعہ کی کشاکش اتنی ہی شدید تھی۔ اسی طرح قریش اور غیر قریش کی کشمکش ایک مستقل مسئلہ تھا اور خود قریش کے اندر بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابتیں قدیم تھیں۔

اس باہمی تعصب نے نہ صرف آپس کی جنگ وخونریزی کو روا رکھا تھا، بلکہ نفرت وحقارت کا ایک ایسا سیلاب جاری کیا ہوا تھا جو تھمتا تھا اور نہ رکتا تھا، اس حالت نے عرب قبائل کے اندر انفرادیت پسندی اتنی بڑھا دی تھی کہ ازدواجی تعلقات عموماً قبیلہ کے اندر ہی قائم کئے جاتے تھے۔

رسالتمآب ﷺ نے صدیوں سے جاری مذاہب واقوام کی ان جاہلی اور خود

---

(۱) مشکوۃ باب المفاخرۃ، کراچی، نور محمد اصح المطابع، صفحہ ۴۱۷

ساختہ اقدار و روایات کا مختلف قبائل و اقوام میں شادیاں کر کے عصبیت کا قدیم حصار خاک آلود کر دیا۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں !

''عربوں میں چونکہ قبیلہ داری نظام عام طور پر رائج تھا، لہٰذا رشتہ داری سے زیادہ مؤثر کوئی اور وجہ دوستی اور حلیفی کی نہیں ہو سکتی تھی، چاہے خود یہ بھی کتنی ہی کمزور چیز کیوں نہ ہو۔ لیکن اور اسباب کے مقابلے میں یہ بہرحال زیادہ مستحکم و مستقل امر تھا۔ (۱)

نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ جغرافیائی اعتبار سے جزیرہ نمائے عرب کے مختلف قبائل کی نمائندگی کر رہی تھیں، ساتھ ہی اعلیٰ نسب اور بڑے رتبہ والے خاندانوں کے فرد ہونے کی حیثیت سے اہم اقتدار و اثرات کی حامل تھیں۔

چنانچہ مکہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تعلق بنو تیم سے، حضرت حفصہؓ کا تعلق بنو عدی سے، حضرت ام سلمہؓ کا تعلق بنو مخزوم سے، حضرت زینب بنت جحشؓ کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ سے، حضرت ام حبیبہؓ کا تعلق بنو امیہ سے تھا اور مکہ میں ان سے زیادہ با اثر کوئی خاندان نہ تھا۔

مکہ سے باہر ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ اور حضرت میمونہؓ دونوں کا تعلق یمن کے طاقتور قبیلہ صعصعہ سے تھا۔ حضرت جویریہؓ وسط عرب کے بنی مصطلق کے سردار کی اور حضرت صفیہؓ شمالی عرب کے بنو نضیر کے سردار کی بڑی صاحبزادی تھیں۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سے زائد شادیاں قبائلی عصبیت کے خاتمہ اور پوری عرب اور مسلمان قوم کو وحدت اسلامی کی لڑی میں پرو کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے راہیں ہموار کرنے کے لئے کیں اور آپ ﷺ کی یہ کوششیں پوری طرح بارآور ثابت ہوئیں۔

﴿۵﴾ نبی اکرم ﷺ کی تعدد ازواج / ایک سے زائد شادیوں کا ایک سبب غیر

(۱) محمد حمید اللہ / رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۳۱۶

اسلامی رسوم و رواج کا خاتمہ تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے متبنّٰی منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کی مطلقہ حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کر کے عملاً اس کا خاتمہ کر دیا، دنیا کی مختلف اقوام میں رسم تبنیت رائج تھی، عربوں میں بھی اس فرسودہ رسم کو سماجی و مذہبی سند حاصل تھی، عرب معاشرہ بھی دیگر اقوام کی تابعداری میں رسم تبنیت پر کاربند تھا۔ جس کی رو سے متبنّٰی (لے پالک/منہ بولا بیٹا) کو حقیقی بیٹے کا مقام دیا جاتا تھا اور متبنّٰی کی مطلقہ سے نکاح کو حد درجہ معیوب اور ذلت و عار کا باعث سمجھا جاتا تھا۔

عہد جاہلیت کی دیگر فرسودہ روایات اور رسوم و رواج کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ رسم تبنیت کا خاتمہ بھی ضروری تھا، چنانچہ اس مصنوعی رسم کے خاتمہ کیلئے مشیت ایزدی کے بموجب خاتم الانبیاء ﷺ کا انتخاب کیا گیا۔

قرآن کریم نے رسم تبنیت کا بطلان واشگاف الفاظ میں کرتے ہوئے اعلان کیا۔

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ ط ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ط وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ○ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ج فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآئَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ط (۱)

اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ صرف تمہارے اپنے منہ کی کہی ہوئی بات ہے، اور اللہ حق بات کہتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔ اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی حضرت زینب بنت جحشؓ کے ساتھ شادی پر مغربی حلقے اور معترضین بالخصوص مستشرقین رنگ آمیزی کر کے اور من گھڑت قصے پیش کر کے

(۱) الاحزاب۳۳:۴-۵

رسالتمآب ﷺ کے دامن عفت وعصمت کو داغدار کرنے میں سب سے آگے نظر آتے ہیں۔

(۱)...... یہ کے نعوذ باللہ ایک روز محمد ﷺ اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کے گھر ان کی غیر موجودگی میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ نے زینب بنت جحش کو دیکھ کر کہا سبحان اللہ، کتنی حسین خاتون ہیں، اور نعوذ باللہ انہیں دیکھ کر آپ ﷺ ان پر فریفتہ ہو گئے، زید کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور محمد ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔ معترض حلقوں اور مستشرقین کی کذب بیانی اور بد باطنی کی واضح ترین دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ایسا من گھڑت قصہ ہے کہ جس کا ثبوت نبی اکرم ﷺ کی باعفت حیات طیبہ میں نہیں ملتا۔ جمہور مفسرین نے اس قصہ کے موضوع ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ قصہ بے اصل، بے سند اور خلاف عقل بھی ہے۔ اس لئے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ، حضور ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور ان کا بچپن سے جوانی تک کا زمانہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے بسر ہوا، اگر نعود باللہ ایسی کوئی بات ہوتی تو آپ ﷺ حضرت زید سے ان کی شادی کیوں کراتے جبکہ اس شادی پر رسالت مآب ﷺ کا اصرار بھی رہا۔ حضرت زینب کو بچپن سے جوانی تک نبی اکرم ﷺ نے بارہا دیکھا ہوگا جبکہ یہ امر بھی متعین ہے کہ اس زمانہ میں آیات حجاب بھی نازل نہیں ہوئی تھیں اور پردے کا رواج بھی نہ تھا۔ یہ تمام قرائن مذکورہ قصہ کے موضوع اور مضحکہ خیز ہونے کے لئے کافی ہیں۔ پھر یہ بھی واضح حقیقت ہے کہ آپ ﷺ کے لئے نکاح زید سے قبل حضرت زینب سے شادی کوئی مسئلہ نہ تھا، آپ ﷺ کے لئے اس شادی میں کوئی امر مانع نہ تھا بلکہ یہ خود حضرت زینب اور ان کے ورثاء کے لئے سرمایہ افتخار بات تھی۔

(۲) دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے متبنیٰ زید کی مُطلّقہ زینب سے شادی کر کے نعوذ باللہ قابل اعتراض اور باعث عار امر سرانجام دیا۔

اس مسئلہ میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا شریعت موسوی میں توراۃ نے تبنیت کے درست ہونے کیلئے کوئی دلیل فراہم کی ہے یا مسیحیت نے تبنیت کے جواز کو تسلیم کیا ہے؟ نہیں، توراۃ یا انجیل میں ایسی کوئی تعلیم نہیں ملتی۔

معترض حلقوں بالخصوص عیسائیوں کو اس شادی پر بطور خاص اس لئے اعتراض

ہے کہ اس کے ذریعہ نہ صرف تبنیت کی رسم کا بطلان ہوا بلکہ ان کے خود ساختہ عقیدہ تثلیث پر بھی چوٹ پڑتی ہے، وہ بھی باطل قرار پاتا ہے، کیونکہ رسم تبنیت کے خاتمہ کے اعلان کے بعد اسلام نے واشگاف اعلان عام کر دیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان خونی رشتہ نہ ہو، بالکل جھوٹ افتراء اور بہتان ہے، تب ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک انسان کو خدا کا بیٹا کہنا قطعاً و حتماً باطل، صریح افتراء اور بہتان ہے، انسان کو خدا کے ساتھ کوئی مشابہت ہے ہی نہیں جسم اور روح سے مرکب ہزاروں حاجتوں اور ضرورتوں کا محتاج انسان، جو ایک دن پیدا ہو کر پیوند زمین بن جاتا ہے۔ کس طرح اس حی و قیوم کا فرزند ہوسکتا ہے۔ جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اوّل اور ابد سے بھی آخر ہے۔ یہی وہ راز اور سبب ہے جس کی بنیاد پر عیسائی حلقے نبی اکرم ﷺ کی اپنے متبنّٰی (حضرت زید کی مطلقہ) حضرت زینب بنت جحشؓ سے شادی پر معترض اور افتراء پردازیاں کرتے نظر آتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی متعدد شادیوں کے مندرجہ بالا حقائق واسباب درحقیقت وہ ہیں جن سے عقلِ سلیم کا حامل کوئی بھی فرد انکار نہیں کرسکتا۔ متعدد مستشرقین اس حقیقت کو تسلیم کرتے نظر آتے ہیں کہ آپؐ کی بیشتر شادیاں خواہشات کی تسکین کی خاطر نہیں تھیں۔ بلکہ ان شادیوں کے مقاصد سیاسی، تعلیمی، معاشرتی، سماجی، اور متعدد ہمہ گیر تھے۔

منٹگمری واٹ (۱) نے حضور اکرم ﷺ کی ہر شادی میں اس قسم کی حکمتوں کو عیاں دیکھا ہے اور دیگر مستشرقین کے برعکس اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ تعدد زوجات کے سبب حضور اکرم ﷺ پر کسی قسم کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا، وہ لکھتا ہے:

The last feature to be noted about Muhammad's marriages is that he used both his own and those of the closest companions to further political ends.

(1) MONTGOMERY WATT/ MUHAMMAD AT MEDINA P. 287,288)

This was doubtless a continuation of older Arabian practice. All Muhammad's own marriages can be seen to have a tendency to promote friendly relations in the political sphere. Khadijah brought him wealth, and the beginning of influence in Meccan politics. In the case of Sawdah, whom he married at Mecca, the Chief aim may have been to provide for the widow of a faithful Muslim, as also in the later marriage with Zaynab bint Khuzaymah; but Sawdah's husband was the brother of a man who Muhammad perhaps wanted to keep from becoming an extreme opponent; and Zaynab's husband belonged to the clan of al-Muttalib for which Muhammad had a special responsibility, while he was also cultivating good relations with her own tribe of Amir bin Sasaah. His first wives at Madina, Aishah and Hafsah, were the daughters of the men on whom he leaned most, Abu bakr and Umar and Umar also married Muhammad's grand-daughter, umm Kulthum bint Ali. Umm Salamah was not merely a deserving widow, but a close relative of the leading man of the Meccan clan of Makhzum. Juwayriyah was the daughter of the Chief of the tribe of al-Mustaliq, with whom Muhammad had been having special trouble.Zaynab bint Jahsh, besides being Muhammad's cousin, was a confederate of the Meccan clan of Abu Shams, but a social motive may have outweighed the political one in her case to demonstrate that Muhammad had broken with olde taboos. Nevertheless the clan of Abd Shams and Abu Sufyan b. Harb in particular, were in his thoughts, for Abu Sufyan had a Muslim daughter, umm Habibah, married to a brother of Zaynab bint Jahsh; and when the husband died in Abyssinia, Muhammad sent a messenger there to arrange a marriage with her. The marriage with Maymunah would similarly help to cement relations with her brother in law, Muhammad's uncle, al Abbas. There may also have been political motives in the unions with the Jewesses, Safiyah and Rayhanah.

"(حضرت) محمدؐ کی شادیوں کے بارے میں جس آخری بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے، وہ یہ کہ وہ اپنی اور اپنے قریبی ساتھیوں کی شادیوں کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ یہ ایک ایسی رسم تھی جو عربوں میں پہلے سے جاری تھی۔ (حضرت) محمدؐ کی تمام شادیوں میں سیاسی تعلقات میں اضافے کا مقصد کارفرما نظر آتا ہے، خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ شادی سے آپ کو مالی آسودگی حاصل ہوئی اور ملکی سیاست میں آپؐ کے اثر کا آغاز بھی اسی شادی سے ہوا۔ (حضرت) سودہ اور زینب بنت خزیمہ سے شادی کا سب سے بڑا مقصد مخلص مسلمانوں کی بیواؤں کو باوقار پناہ مہیا کرنا تھا، لیکن سودہ کے خاوند کا بھائی ایک ایسا شخص تھا، جس کے متعلق محمدؐ یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ کھل کر آپ کے مدمقابل آجائے اور زینب کے خاوند کا تعلق قبیلہ بنو مطلب سے تھا، جن کے متعلق محمدؐ کی خصوصی ذمہ داریاں تھیں، اس کے ساتھ ساتھ محمدؐ زینب کے اپنے قبیلے "عامر بن صعصعہ" کے ساتھ بھی اچھے تعلقات بنا رہے تھے، مدینے میں آپؐ کی پہلی دو بیویاں، عائشہ اور حفصہ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی صاحبزادیاں تھیں، جن کے ساتھ محمدؐ کے خصوصی تعلقات تھے۔ ام سلمہ، صرف ایک مستحق بیوہ ہی نہ تھیں بلکہ وہ مکی قبیلہ بنو مخزوم کے سردار کی رشتہ دار بھی تھیں۔ جویریہ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں، جن کے ساتھ محمدؐ کے تعلقات خصوصی طور پر بہت خراب تھے۔ زینب بنت جحش محمدؐ کی پھوپھی زاد ہونے کے علاوہ قبیلہ بنو عبد شمس کے حلیف قبیلے کی فرد بھی تھیں، لیکن ان کے معاملے میں سماجی محرکات، سیاسی محرکات پر فوقیت لے گئے، کیونکہ اس شادی کے ذریعے محمدؐ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ آپؐ نے پرانی رسموں سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ مکی قبیلہ عبد شمس اور ابو سفیان بن حرب خصوصی طور پر محمدؐ کی نظر میں تھے۔ ابوسفیان کی ایک بیٹی ام حبیبہ بھی جو مسلمان تھی اور اس کی شادی زینب بنت جحش کے ایک بھائی سے ہوئی تھی۔ ان کا خاوند جب حبشہ میں فوت ہو گیا تو محمدؐ نے انھیں قاصد حبشہ اس لیئے بھیجا کہ ام حبیبہ سے آپ کی شادی کے انتظامات کو آخری شکل دی جائے۔ میمونہ سے شادی بھی حضرت عباس سے آپؐ کے تعلقات کو مضبوط کرنے میں مدد دے سکتی تھی، جو میمونہ کے برادر نسبتی اور محمدؐ کے چچا تھے۔ یہودی الاصل عورتوں صفیہ اور ریحانہ سے آپؐ کے تعلق کے مقاصد بھی سیاسی ہو سکتے ہیں۔" (۱)

منٹگمری واٹ نے ہر شادی کے متعلق تسلیم کیا ہے کہ ان شادیوں کے مقاصد سماجی اور سیاسی تھے۔ ساٹھ سال کی عمر کے جس شخص کے پیش نظر اتنے سیاسی اور سماجی مقاصد ہوں، اس کو ان باتوں کے بارے میں سوچنے کا موقع ہی کیسے مل سکتا ہے جن باتوں کو مستشرقین حضور اکرمؐ کی شادیوں کے مقاصد قرار دیتے ہیں۔

(۱) الازہری / پیر محمد کرم شاہ / ضیاء النبی ۷ / ۵۴۰، ۵۴۱

تاریخی و سوانحی نقشہ ازواجِ مطہرات

رضوان اللہ تعالیٰ عنہن

نمبر شمار	ازواج مطہرات	قبیلہ	کیفیت	سن و تاریخ نکاح	امہات المومنین کی عمر بوقت نکاح	نبی اکرم ﷺ کی عمر بوقت نکاح	سن وفات	مقبرہ	حرم نبوی میں رہنے کی مدت	مجموعی عمر	مجموعی تعداد روایات احادیث ۲۸۲۲
۱	حضرت خدیجہؓ	بنی اسد قریش	بیوہ	۲۵ سنہ میلاد النبی	۴۰ سال	۲۵ سال	۱۰ نبوی	مکہ معظمہ	تقریباً ۲۵ سال	۶۵ سال	
۲	حضرت سودہؓ	عامر قریش	بیوہ	۱۰ نبوی	۵۰ سال	۵۰ =	۱۹ ہجرت	مدینہ منورہ	۱۴ =	۷۲	۵
۳	حضرت عائشہ صدیقہؓ	بنی تیم قریش	کنواری	نکاح ۱۱ رخصتی شوال ۱ھ	۹ سال	۵۴ =	۵۷ھ ۱۷ رمضان المبارک	=	۹ =	۶۳	۲۲۱۰
۴	حضرت حفصہؓ	بنی عدی قریش	بیوہ	شعبان ۳ھ	۲۳ =	۵۵ =	۱۱ھ جمادی الاول	=	۸ =	۵۹	۶۰
۵	حضرت زینب بنت خزیمہؓ	عامر بن صعصعہ قریش	بیوہ	۳ھ	تقریباً ۳۰ =	۵۵ =	۳ھ	=	۳ ماہ	۳۰	
۶	حضرت ام سلمہؓ	بنو مخزوم قریش	بیوہ	۴ھ	۲۴ سال	۵۶ =	۶۰ھ	=	۷ سال	۸۰	۳۷۸
۷	حضرت زینب بنت جحشؓ	بنی اسد بن خزیمہ قریش	مطلقہ	۵ھ	۳۶ =	۵۷ =	۲۰ھ	=	۶ =	۵۱	۱۱
۸	حضرت جویریہؓ	بنی المصطلق خزاعہ	بیوہ	شعبان ۵ھ	۲۰ سال	۵۷ =	۵۶ھ ربیع الاول	=	۶ =	۷۱	۷
۹	حضرت ام حبیبہؓ	بنی امیہ قریش	بیوہ	۶ھ	۳۶ =	۵۸ =	۴۴ھ	=	۶ =	۷۲	۶۵
۱۰	حضرت صفیہؓ	بنی نضیر یہود	بیوہ	۷ھ جمادی الآخر	۱۷ =	۵۹ =	۵۰ھ رمضان	=	۳ ۲/۴ =	۵۰	۱۰
۱۱	حضرت میمونہؓ	عامر بن صعصعہ قریش	بیوہ	۷ھ ذیقعدہ	۳۶ =	۵۹ =	۵۱ھ	سرف قریب مکہ	۳ ۱/۴ =	۸۰	۷۴

☆☆ بحوالہ: محمد ثانی، حافظ/تجلیاتِ سیرت صفحہ ۱۹۱

﴿ مآخذ ومراجع/ کتابیات ﴾

﴿ اردو ﴾

﴿ ۱ ﴾ ...... ابن اثیر، عزالدین/ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ
بیروت، دار صادر
﴿ ۲ ﴾ ...... ابن اثیر، مجد الدین/ جامع الأصول
دمشق، تحقیق: عبدالقادر ارناؤوط، ۱۹۶۹ء
﴿ ۳ ﴾ ...... ابنِ جریر الطّبری/ تاریخ الامم والملوک
قاہرہ، دار المعارف
﴿ ۴ ﴾ ...... ابن حبیب البغدادی/ المحبر
بیروت، المکتب التجاری
﴿ ۵ ﴾ ...... ابن حجر عسقلانی/ الاصابہ فی تمییز الصحابہؓ
قاہرہ، ۱۳۲۸ھ
﴿ ۶ ﴾ ..../ فتح الباری
بیروت، دار المعرفۃ ۱۳۲۸ھ
﴿ ۷ ﴾ ..../ تہذیب التہذیب
بیروت، دار المعرفۃ
﴿ ۸ ﴾ ...... ابن حزم/ الاحکام فی اصول الاحکام
قاہرہ، مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۴۷ھ
﴿ ۹ ﴾ ..../ جمھرۃ انساب العرب
قاہرہ، تحقیق: عبدالسلام ہارون، ۱۹۶۲ء

﴿ ۱۰ ﴾ ...... ابن سعد، محمد بن سعد/ الطبقات الکبریٰ
بیروت، دار صادر، ۱۹۵۷ء
﴿ ۱۱ ﴾ ...... ابن سیّد الناس/ عیون الأثر
بیروت، دار المعرفۃ
﴿ ۱۲ ﴾ ...... ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ/ الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب
قاہرہ، بھامش الاصابۃ
﴿ ۱۳ ﴾ ...... ابن عساکر/ تاریخ مدینۃ دمشق
دمشق، ۱۹۸۲ء
﴿ ۱۴ ﴾ ...... ابن العماد الحنبلی / شذرات الذھب
قاہرہ، مکتبۃ القدسی، ۱۳۵۰ھ
﴿ ۱۵ ﴾ ...... ابن قتیبہ، عبد اللہ بن مسلم/ المعارف
تحقیق: ثروت عکاشہ، قاہرہ، ۱۹۶۹ء
﴿ ۱۶ ﴾ ...... ابن قیم الجوزی/ اعلام الموقعین
مصر، مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۷۲ھ
﴿ ۱۷ ﴾ ...... ابن کثیر، اسماعیل بن عمر/ البدایۃ والنھایۃ
القاہرہ، مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۵۸ھ
﴿ ۱۸ ﴾ ..../ السیرۃ النبویۃ
بیروت،
﴿ ۱۹ ﴾ ...... ابن معین، یحییٰ/ التاریخ لابن معین
بیروت، دار المعرفۃ
﴿ ۲۰ ﴾ ...... ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک/ السیرۃ النبویۃ
قاہرہ، مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۷۵ھ
﴿ ۲۱ ﴾ ...... ابو داؤد السجستانی/ السنن
بیروت، دار الفکر

﴿ ۲۲ ﴾ ...... ابو نعیم الاصبہانی/حلیۃ الأولیاء
القاہرہ، ۱۹۳۸ء
﴿ ۲۳ ﴾ ...... احمد ابن حنبل، الامام/ المسند
قاہرہ، مطبعۃ المیمنیۃ، ۱۳۱۳ھ
﴿ ۲۴ ﴾ ...... احمد عبدالعزیز الحصین/ المرأۃ المسلمۃ امام التحدیات
ریاض، دارالبخاری
﴿ ۲۵ ﴾ ...... الالمعی، زاہر عواض/ مع المفسرین والمستشرقین فی زواج النبیؐ
بالسیّدۃ زینبؓ بنت جحشؓ
بیروت، ۱۹۷۸ء
﴿ ۲۶ ﴾ ...... الحاکم النیسابوری/ المستدرک
حیدرآباد دکن، انڈیا، ۱۳۴۱ھ
﴿ ۲۷ ﴾ ...... الدہلوی، شیخ عبدالحق/ مدارج النبوۃ
سکھر، مکتبہ نوریہ، ۱۹۷۷ء
﴿ ۲۸ ﴾ ...... الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان/ تاریخ الاسلام
قاہرہ، مکتبۃ القدسی، ۱۳۶۸ھ
﴿ ۲۹ ﴾ ..../ تذکرۃ الحفاظ
حیدرآباد دکن، تحقیق عبدالرحمٰن الیمانی
﴿ ۳۰ ﴾ ..../ العبر فی خبر من غبر
کویت، ۱۹۶۰-۱۹۶۹ء
﴿ ۳۱ ﴾ ..../ دول الاسلام
تحقیق: فہیم محمد شلتوت، قاہرہ، ۱۹۷۴ء
﴿ ۳۲ ﴾ ..../ سیر أعلام النبلاء
بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء
﴿ ۳۳ ﴾ ...... الزہراوی، عبدالحمید/ خدیجۃ ام المومنینؓ
قاہرہ، مطبعۃ المنار، ۱۳۲۸ھ

﴿ ۳۴ ﴾ ...... السیوطی، جلال الدین/ طبقات الحفاظ
بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۸۳ء
﴿ ۳۵ ﴾ ...... الشیرازی/ طبقات الفقہاء
بیروت، تحقیق: احسان عباس، ۱۹۸۱ء
﴿ ۳۶ ﴾ ...... الصابونی، محمد علی/ شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسولؐ
المملکۃ المکرّمہ
﴿ ۳۷ ﴾ ...... الصالحی، الشامی۔ محمد یوسف/ سبل الھدیٰ والرّشاد فی سیرۃ خیر العباد
بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۹۳ء
﴿ ۳۸ ﴾ ...... الصفدی، خلیل بن ایبک/ الوافی بالوفیات
بیروت، ۱۹۶۲۔۱۹۸۳ء
﴿ ۳۹ ﴾ ...... الصّوّاف، محمد محمود/ زوجات الرسولؐ الطاہرات وحکمۃ تعددھن
بیروت، ۱۹۷۴ء
﴿ ۴۰ ﴾ ...... القرطبی، محمد بن احمد الأنصاری/ الجامع لأحکام القرآن
قاہرہ، دارالکتب العربیہ، ۱۹۶۷ء
﴿ ۴۱ ﴾ ...... المتقی الھندی/ کنز العمال فی سنن الأقوال
بیروت، مؤسستہ الرسالۃ ۱۹۷۹ء
﴿ ۴۲ ﴾ ...... المقریزی، احمد بن علی/ المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار
قاہرہ، ۱۳۲۵ھ
﴿ ۴۳ ﴾ ...... النعیمی، عبدالقادر/ الدارس فی تاریخ المدارس
دمشق، ۱۳۷۰ھ
﴿ ۴۴ ﴾ ...... الھیثمی/ مجمع الزوائد
بیروت، دارالمعرفۃ
﴿ ۴۵ ﴾ ...... بخاری، محمد بن اسماعیل/ الجامع الصحیح
کراچی، نور محمد اصح المطابع

﴿ ۴۶ ﴾ ...... بروکلمن، کارل/ تاریخ الأدب العربی
قاہرہ، ۱۹۵۹ء
﴿ ۴۷ ﴾ ...... ترمذی، الامام/ الجامع للترمذی
بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۵۴ء
کراچی، نور محمد اصح المطابع
﴿ ۴۸ ﴾ ..../ الشمائل
کراچی، نور محمد اصح المطابع
﴿ ۴۹ ﴾ ...... جواد علی/ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام
بیروت، ۱۹۷۰ء
﴿ ۵۰ ﴾ ...... خلیفہ بن خیاط/ التاریخ
تحقیق: اکرم ضیاء العمری
دمشق، ۱۹۷۷ء
﴿ ۵۱ ﴾ ..../ الطبقات
تحقیق: اکرم ضیاء العمری
ریاض، دار طیبہ
﴿ ۵۲ ﴾ ...... زرقانی، محمد عبد الباقی/ شرح مواہب اللدنیہ
قاہرہ، مطبعۃ الازہریۃ، ۱۳۲۵ھ
﴿ ۵۳ ﴾ ...... زکریا ہاشم زکریا/ المستشرقون والاسلام
قاہرہ، المجلس الاعلیٰ للشؤون الاسلامیۃ، ۱۹۵۶ء
﴿ ۵۴ ﴾ ...... سعد بن محمد ایاس/ کشف الغیب فی زواج النبیؐ بالسیدۃ زینبؓ
قاہرہ، ۱۳۷۱ھ
﴿ ۵۵ ﴾ ...... سنیۃ قراعۃ/ نساء النبیؐ
قاہرہ، ۱۹۵۷ء
﴿ ۵۶ ﴾ ...... صلاح الدین المنجد/ مجموعۃ خطب ام المومنین عائشۃ
بیروت، ۱۹۸۱ء

﴿ ۵۷ ﴾ ...... طٰہٰ عبدالباقی / خدیجۃ زوجۃ الرسولؐ
قاہرہ
﴿ ۵۸ ﴾ ...... طنطاوی، جوھری / السرّ العجیب فی حکمۃ تعدد ازواج النبیؐ
قاہرہ، مطبعۃ الجمالیۃ، ۱۳۵۸ھ
﴿ ۵۹ ﴾ ...... عائشۃ عبدالرحمٰن / نساء النبیؐ
مصر، ۱۹۷۳ء
﴿ ۶۰ ﴾ ...... عبدالرحمٰن الجزیری / الفقہ علی المذاہب الاربعۃ
قاہرہ، دارالکتب العربی، ۱۹۵۰ء
﴿ ۶۱ ﴾ ...... عقاد، عباس محمود / الصدیقۃؓ بنت الصدیقؓ
قاہرہ، ۱۹۴۹ء
﴿ ۶۲ ﴾ ...... قاضی عیاض / الشفاء
مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی
﴿ ۶۳ ﴾ ...... کاندھلوی، محمد زکریا، مولانا / حجۃ الوداع وجزء عمرات النبیؐ
سہارنپور، انڈیا، ۱۹۷۱ء
﴿ ۶۴ ﴾ ...... کرد علی / الاسلام والحضارۃ العربیہ
قاہرۃ، دارالکتب المصریۃ، ۱۹۳۴ء
﴿ ۶۵ ﴾ ...... محبّ الطبری / السمط الثمین فی مناقب امّھات المومنین
دمشق، ۱۹۴۶ء
﴿ ۶۶ ﴾ ...... محمد حمیداللہ / الوثائق السیاسیۃ
مصر، لجنۃ التالیف، ۱۹۵۶ء
﴿ ۶۷ ﴾ ...... محمد کامل حسن / عائشۃ بنت الصدیقؓ
بیروت، ۱۹۷۷ء
﴿ ۶۸ ﴾ ...... محمود آلوسی بغدادی / تفسیر روح المعانی
بیروت

﴿ ۶۹ ﴾ ...... محمود شیث خطاب/ الرسول القائد

بغداد، مکتبۃ الحیاۃ، ۱۹۶۰ء

﴿ ۷۰ ﴾ ...... مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری/ الجامع الصحیح

قاہرہ، تحقیق: محمد فوأد عبدالباقی، ۱۹۵۵ء

﴿ ۷۱ ﴾ ...... مصطفیٰ السبّاعی/ المرأۃ بین الفقہ والقانون

بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۹۸۴ء

﴿ ۷۲ ﴾ ...... وداد سکاکینی/ امّہات المومنین

قاہرہ، ۱۹۶۹ء

﴿ ۷۳ ﴾ ...... ولی الدین الخطیب/ مشکوٰۃ المصابیح

کراچی۔ ایچ ایم سعید کمپنی

﴿ اردو ﴾

﴿ ۷۴ ﴾ ...... آرتھر کرسٹن/ ایران بعہد ساسانیان

مترجم: ڈاکٹر محمد اقبال

دہلی، انجمن ترقی اردو بورڈ، ۱۹۴۱ء

﴿ ۷۵ ﴾ ...... آلوسی، محمود شکری/ بلوغ الارب فی احوال العرب

مترجم: پیر محمد حسن

لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۷ء

﴿ ۷۶ ﴾ ...... احراری، عبدالعلیم/ سیرتِ نبویؐ اور مستشرقین

اعظم گڑھ، انڈیا، مطبع معارف، ۱۹۳۰ء

﴿ ۷۷ ﴾ ...... اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ

لاہور، دانشگاہِ پنجاب، ۱۹۷۳ء

﴿ ۷۸ ﴾ ...... الازہری، پیر محمد کرم شاہ/ ضیاء القرآن

لاہور، ضیاء/ القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۰۲ھ

﴿ ۷۹ ﴾ ..../ ضیاء النبیؐ

لاہور، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، ۱۴۱۸ھ

﴿ ۸۰ ﴾ ...... البیرونی / کتاب الہند
حیدرآباد دکن، ۱۹۵۸ء

﴿ ۸۱ ﴾ ...... امرتسری، ثناء اللہ / مقدس رسولؐ
لاہور، عبداللہ اکیڈمی، ۱۹۹۵ء

﴿ ۸۲ ﴾ ...... امیر علی / روحِ اسلام
مترجم: محمد ہادی حسین
لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۴ء

﴿ ۸۳ ﴾ ...... انصاری، سعید احمد، مولانا / سیر الصحابیاتؓ
لاہور، ادارۂ اسلامیات

﴿ ۸۴ ﴾ ...... باڈلے، آر۔ وی۔ سی / محمد رسول اللہؐ
لاہور، نذیر سنز، ۱۹۸۸ء

﴿ ۸۵ ﴾ ...... برکات احمد، سید / رسول اکرمؐ اور یہود حجاز
مترجم: مشیر الحق ندوی، ڈاکٹر
لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۸۹ء

﴿ ۸۶ ﴾ ...... تھانوی، اشرف علی، مولانا / کثرۃ الازدواج لصاب المعراجؐ
دہلی، انڈیا

﴿ ۸۷ ﴾ ...... پرشاد، سوامی لکشمن / عرب کا چاند
لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت

﴿ ۸۸ ﴾ ...... ثانی، ڈاکٹر حافظ محمد / تجلیاتِ سیرت
کراچی، فضلی سنز (اشاعت سوم) ۱۹۹۹ء

﴿ ۸۹ ﴾ ..../ رسولِ اکرمؐ اور رواداری
کراچی، فضلی سنز، ۱۹۹۸ء

﴿ ۹۰ ﴾ ..../ محسن انسانیتؐ اور انسانی حقوق
کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۹ء

۹۱ ...... جلالپوری، علی عبّاس / رُسوم اقوام
جہلم، ۱۹۹۳ء

۹۲ .... / روایات تمدن قدیم
جہلم، ۱۹۹۱ء

۹۳ ...... حامد الانصاری / اسلام کا نظامِ حکومت
لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۸۷ء

۹۴ ...... حسین ہیکل، محمد / حیات محمدؐ
مترجم: ابو یحییٰ امام خان
لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ

۹۵ ...... خالد علوی / انسانِ کاملؐ
لاہور، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب۔ ۱۹۹۷ء

۹۶ ...... ڈیورنٹ، ول آرئیل ڈیورنٹ / تاریخ کا سبق
مترجم: محمد بن علی باوہاب
کراچی، یونائیٹڈ بک کارپوریشن۔ ۱۹۹۶ء

۹۷ ...... رائے محمد کمال / غازی علم الدین شہید
لاہور، جہانگیر بک ڈپو

۹۸ ...... رفیق زکریا، ڈاکٹر / محمدؐ اور قرآن
لاہور، فکشن ہاؤس، ۱۹۹۴ء

۹۹ ...... سیوہاروی، نجم الدین / رُسومِ جاہلیت
لاہور، مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۸۸ء

۱۰۰ ...... شبلی نعمانی / سیرت النبیؐ
لاہور، مکتبہ مدنیہ، ۱۴۰۸ھ

۱۰۱ ...... شمس تبریز خان / مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام
لکھنو، مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۸۸ء

۱۰۲ ...... صباح الدین عبدالرحمٰن / اسلام اور مستشرقین

اعظم گڑھ، انڈیا، دارالمصنفین، ۱۹۸۶ء

﴿۱۰۳﴾ ...... غازی احمد/ ہندومت اور اسلام
کراچی، صدیقی ٹرسٹ

﴿۱۰۴﴾ ...... غلام رسول، چوہدری/ مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ
لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۸۰ء

﴿۱۰۵﴾ ...... قریشی، ظفر علی/ ازواجِ مطہراتؓ اور مستشرقین
لاہور، علی پرنٹرز، ۱۹۹۴ء

﴿۱۰۶﴾ ...... قریشی، محمد اسماعیل/ ناموسِ رسولؐ اور قانون توہینِ رسالت
لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۹۴ء

﴿۱۰۷﴾ ...... کارلائل، سر تھامس/ سیّد الانبیاءؐ
مترجم: محمد اعظم خان
کراچی، کاروانِ ادب، ۱۹۵۱ء

﴿۱۰۸﴾ ...... کاندھلوی، محمد ادریس مولانا/ سیرۃ المصطفیٰ
لاہور، مکتبہ عثمانیہ، ۱۹۹۲ء

﴿۱۰۹﴾ ...... کرد علی، محمد/ اسلام اور عربی تمدن/ (ترجمہ الاسلام والحضارۃ العربیہ)
مترجم: شاہ معین الدین ندوی
اعظم گڑھ، انڈیا، ۱۹۵۳ء

﴿۱۱۰﴾ ...... گستاؤلی بان، ڈاکٹر/ تمدن عرب
مترجم: سید علی بلگرامی
آگرہ، انڈیا، مفید عام، ۱۸۹۶ء

﴿۱۱۱﴾ ..../ تمدن ہند
مترجم: سید علی بلگرامی
کراچی، بک لینڈ، ۱۹۶۲ء

﴿۱۱۲﴾ ...... گلب پاشا، جان بیگٹ/ محمد رسول اللہؐ
مترجم: حبیب حیدرآبادی

کراچی، سٹیزن پبلشرز

﴿ ۱۱۳ ﴾ ...... مبارکپوری، صفی الرحمٰن، مولانا/ الرحیق المختوم

لاہور، مکتبہ سلفیہ

﴿ ۱۱۴ ﴾ ...... مبارکپوری، قاضی محمد اطہر/ خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت

لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۰ء

﴿ ۱۱۵ ﴾ ...... محمد اشرف/ ہندوستانی معاشرہ عہد وسطی میں

مترجم: قمر الدین

لاہور، فکشن ہاؤس، ۱۹۹۱ء

﴿ ۱۱۶ ﴾ ...... محمد حمید اللہ/ خطباتِ بہاولپور

اسلام آباد، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، ۱۹۹۲ء

﴿ ۱۱۷ ﴾ ..../ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی

کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۸۷ء

﴿ ۱۱۸ ﴾ ..../ عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی

کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۸۷ء

﴿ ۱۱۹ ﴾ ...... محمد قطب شہید/ اسلام اور جدید ذہن کے شبہات (ترجمہ: شبہات حول الاسلام)

مترجم: محمد سلیم کیانی

لاہور، البدر پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء

﴿ ۱۲۰ ﴾ ...... محمد حبیب/ تاریخ تمدن ہند

لاہور، پروگریسیو بکس، ۱۹۸۶ء

﴿ ۱۲۱ ﴾ ...... مصطفیٰ سباعی/ اسلام اور مستشرقین

مترجم: سلمان شمس ندوی

لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۲ء

﴿ ۱۲۲ ﴾ ...... منصور پوری، قاضی محمد سلیمان/ رحمۃ للعالمینؐ

کراچی، دار الاشاعت، ۱۴۱۱ھ

﴿ ۱۲۳ ﴾ ...... مودودی، سیّد ابو الاعلیٰ/ سیرت سرورِ عالمؐ

لاہور، ادارہ ترجمان القرآن

﴿ ۱۲۴ ﴾ ...... موسوی، سیّد مجتبیٰ/ مغربی تمدن کی ایک جھلک

دہلی، ترقی اردو بورڈ

﴿ ۱۲۵ ﴾ ...... موسیوسیدیو/ تاریخ عرب

مترجم: عبدالغفار رامپوری

کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۶ء

﴿ ۱۲۶ ﴾ ...... ندوی، سید ابوالحسن علی، مولانا/ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر

کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام

﴿ ۱۲۷ ﴾ ..../ انسانیت کے محسن اعظمؐ اور شریف ومتمدن دنیا کا اخلاقی فرض

کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام

﴿ ۱۲۸ ﴾ ..../ تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات

کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۸۶ء

﴿ ۱۲۹ ﴾ ...... مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں

ساہیوال، مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۸۷ء

﴿ ۱۳۰ ﴾ ..../ نبی رحمتؐ

کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۸۸ء

﴿ ۱۳۱ ﴾ ...... ندوی، سید سلیمان/ خطبات مدراس

لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت

﴿ ۱۳۲ ﴾ ..../ سیرت النبیؐ (جلد دوم تا ہفتم)

لاہور، مکتبہ مدنیہ، ۱۹۸۸ء

﴿ ۱۳۳ ﴾ ...... ندوی، محمد شہاب الدین، مولانا/ تعدد ازواج پر ایک نظر

کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۹۴ء

﴿ ۱۳۴ ﴾ ...... ویلز، ایچ جی/ اسلام اور عربی تمدن

مترجم: شاہ معین الدین ندوی

دہلی، ندوۃ المصنفین

English

(135) ABRAM LEON SACHAR / A HISTORY OF THE JEWS,
NEW YORK, 1972

(136) ALTEKAR, DR, A-S / THE POSITION OF WOMEN IN HINDU CIVILIZATION
DELHI, 1983

(137) ARMSTRONG, M.S. KAREN / MUHAMMAD AWESTERN ATTEMPT TO UNDERSTANDING ISLAM
LONDON, 1992

(138) BETHMAN, ERICH / BRIDGE TO ISLAM
LONDON, 1953

(139) CARLYLE, THOMAS / ON HEROES, HERO-WORSHIP AND HEROIC IN HISTORY.
LONDON, 1965

(140) CHAMBERS ENCYCLOPAEDIA
OXFORD, 1967

(141) DAVEN PORT, JOHN / AN APOLOGY FOR THE MUHAMMAD AND THE QURAN
LAHORE, R-R, 1975

(142) DURANT, WILL / THE AGE OF FAITH
NEW YORK, 1950

(143) ENCYCLOPAEDIA AMERICANA
NEW YORK, EDITION 1947

(144) ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA,
9TH EDITION, 1984

(145) ENCYCLOPAEDIA OF RELIGION AND ETHICS
EDINBURGH, 1967

(146) FISHER, GEORGE / THE BEGINING OF CHRISTIANITY
NEW YORK, 1886

(147) GEOFFREY, PARRINDER / SEX IN THE WORLD'S RELIGIONS
LONDON, SHELDON PRESS
(148) GIBBON, EDWARD / THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE,
NEW YORK
(149) GUSTAV WEILL / HISTORY OF THE ISLAMIC PEOPLES
INDIA, 1914
(150) HITTI, PHILIP, K / HISTORY OF THE ARABS
HONG KONG, 1970
(151) HORPER'S / BIBLES DICTIONARY BY MADELEINE SMILLER,
NEW YORK
(152) JOHN BAGOT / THE LIFE AND TIMES OF MUHAMMAD
NEW YORK, 1971
(153) KRITIZECK, JAMES / PETER THE VENERABLE AND ISLAM,
PRINCETON UNIVERSITY PRESS, 1964
(154) LANE POOL, STANLEY / STUDIES IN A MOSQUE
1966
(155) MARGOLIOTH / D.S. / MUHAMMADAN ISM AND THE ISLAMIC WORLD
DELHI, DEEP PUB, 1988
(156) MUIR, SIR WILLIAM / MUHAMMAD AND ISLAM,
LONDON, 1886
(157) *___________ / THE LIFE OF MAHOMET
LONDON, 1861
(158) NICHOLSON, R.A./ A LITERARY HISTORY OF THE ARABS
CAMBRIDGE UNIVERSITY PRESS, 1914

(159) PHILIP SCHAFF / HISTORY OF THE CHRISTIAN CHURCH, NEW YORK, 1888

(160) SAUNDERS, J.J. / A HISTORY OF MEDIEVAL ISLAM
LONDON, 1955

(161) SCOTT, S.P / HISTORY OF MOORISH EMPIRE IN EUROPE
PHILADELPHIA, 1904

(162) QURESHI, ZAFAR ALI / THE MOTHERS OF THE BELIEVERS
ISLAMABAD, HIJRA COUNCIL, 1986

(163) WATT, W. MONTGOMERY / MUHAMMAD AT MADINA
OXFORD, 1956

(164) *__________/ THE CURE FOR HUMAN ILLS,
LONDON, 1959

(165) WASHINGTON IRVING / LIFE OF MAHOMET
LONDON

(166) WESTER MARCK / THE FUTURE MARRIAGE IN WESTERN CIVILIZATION
LONDON, 1936

﴿رسائل/ جرائد/ اخبارات﴾

﴿ ۱۶۷ ﴾ ...... آگہی، ماہنامہ
کراچی، جنوری، فروری، ۱۹۹۷ء

﴿ ۱۶۸ ﴾ ...... بحث ونظر، سہ ماہی
پٹنہ، انڈیا، جولائی۔ ستمبر ۱۹۹۵ء

﴿ ۱۶۹ ﴾ ...... جنگ۔ روزنامہ

کراچی ۲۶ جون، ۱۹۹۲ء

۱۷۰ ...... زمیندار، روزنامہ

۱۲/اپریل، ۱۹۲۶ء

۱۷۱ ...... سیارہ ڈائجسٹ، (ماہنامہ رسولؐ نمبر)

لاہور، نومبر ۱۹۷۳ء

۱۷۲ ...... فاران، ماہنامہ (سیرتؐ نمبر)

کراچی، جنوری ۱۹۵۶ء، ستمبر ۱۹۷۶ء

۱۷۳ ...... فکرونظر، سہ ماہی

اسلام آباد، جولائی، ۱۹۹۵ء

۱۷۴ ...... نقوش، رسولؐ نمبر

لاہور، ادارہ فروغ اردو، ۱۹۸۳ء

(175) DAILY TELEGRAPH

OCTOBER,11,1987

(176) INDIAN EXPRESS

DELHI, JANUARY, 12,1987

(177) READER,S DIGEST

OCTOBER,1981

(178) TIME MAGAZINE

NEW YORK, MARCH/8,1972



منتخب 112 استنباطی مضامین قرآن (بحوالہ آیات، سورۃ)

میں سے چند اہم عنوانات کی جھلکیاں

اسلام کا نظامِ اعتقادات ☆ اسلام کا نظامِ عبادات ☆ اسلام کا نظامِ نظافت ☆ اسلام میں سنت رسول اللہ ﷺ کی تشریعی حیثیت وعظمت ☆ اسلام میں نظریہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حقیقت آمیز تجزیہ ☆ اسلام کا نظامِ امن ☆ قرآنی حقائق کا تاریخ سے موازنہ چہ معنی دارد؟ ☆ اسلام، عقل اور سائنس ☆ اسلام میں نظریہ رؤیتِ ہلال اور سائنسی استدلالات ☆ وحی رسالت اور وحی بمعنی الہام والقاء کے متعلق شرعی حقیقت ☆ اسلام کا نظامِ محنت ☆ اسلام کا نظامِ معیشت اور طبقاتی نظام (موازنہ) ☆ نظریاتی وتہذیبی اختلاف کے فکری نتائج ☆ اسلام میں حقوق نسواں ☆ عالمی معاشی وباء (سودی نظام) ☆ معاملات کے لین دین کا قانونی نظام ☆ بین المذاہب مکالمہ ☆ فرقہ واریت کی اُصولی بحث ☆ اسلام کا نظامِ عفت وپاکدامنی ☆ اسلام کا نظامِ میراث ☆ اسلام کا نظامِ تجارت اور اس کے رہنما اُصول ☆ احکامِ دین کا عملی وقانونی نفاذ ☆ عزیمت اور رخصت کا حکیمانہ اُسلوب ☆ وکالتِ باطلہ وصحیحہ ☆ اسلام میں نظامِ عدل وانصاف مع نظامِ شہادت ☆ حلال وحرام اور نظریہ شریعت ☆ مشروط امن معاہدے اور اسلام کی دفاعی وخارجہ پالیسی ☆ فلسفہ انقلابِ احوال ☆ جامعیت قرآن کی ہمہ جہتی حقیقت ☆ حکمت اور موعظہ حسنہ ☆ اسلام کا اخلاقی نظام ☆ اسلام کا نظامِ حکومت ☆ اختلاف رائے او رآزادی رائے ☆ نظریہ جہاد اور اس کی حکمت مع حدود وقیود ☆ عورت کی حکمرانی کے خلاف پہلی احتجاجی آواز ☆ قواعد واُصول وقتی نہیں ہوتے ☆ اسلام اور تربیت اولاد ☆ اسلام اور نظریہ تعلیم وفن ☆ ناموس رسالت ، آداب، محبّت وعشق رسول ﷺ ☆ اسلام کا نظامِ طلاق ☆ اسلام اور سماجی خدمات ☆ اسلام اور حقوق العباد ☆ بیعت، تزکیہ نفس اور اصلاحی حقائق ☆ شریعت وطریقت ☆ کونسی جماعت برحق ہے؟ ☆ آدابِ معاشرہ کے اخلاقیاتی پہلو ☆ تحقیقِ حالات کا شرعی نظام ☆ تقلیدِ محمود کی آسان فہم حقیقت ☆ اسلام اور باقی مذاہب کا تقابلی جائزہ ☆ باطنی اعتبار سے عذابِ الٰہی کی بدترین قسم ☆ نظامِ حدود وتعزیرات ☆ نظامِ فطرت کے خدائی اُصول اور عقلیات کے بے لگام گھوڑے ☆ بحر وبر میں سبب فساد کا تجزیہ برحق ☆ فلسفہ عزت وذلت وغیرہ